

TIGHT BINDING

TEXT
PROBLEM
UNEVEN PAGES

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_188026

UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No.

۹۳۰

Accession No.

۵۷۰۶

Author

محمد بن عبد الله بن عبد الوهاب
ع - ش

Title

عقود قديم

This book should be returned on or before the date last marked below.

ROMANIA
کتابری ایڈیشن نمبر ۲

عصرت دم

عہد سلف کی ایک مختصر اور جامع تاریخ

جس میں

ابتداء سے تخلیق عالم سے ولادت حضرت مسیح تک دنیا کی تمام فہم مندوں
اور ترقی یافتہ قوموں کے واقعات مناسب ترتیب سے بیان کیے گئے ہیں۔
اور اسیریا۔ بابل۔ مصر۔ فلسطین۔ یونان۔ روم وغیرہ کے اجالی حالات اور حال ہی میں

مربہ

مولانا مولوی محمد عبدالحکیم صاحب سرائیٹر لکھنا از صنف ارض مقدس تاریخ سندھ وغیرہ

بہ اہتمام

خاکسار محمد سراج الحق منیجر و پرنٹر و پبلشر و لکذا از

۱۹۱۲ء میں
ولکذا از پریس لکھنؤ کٹرہ زن بیگانہ من چھپ کے
شائع ہوئی

مہذب تک ایگنی

۵	خورشید بہو	۱۴	کلاب کنور	۸	حسرت وصل	۱۵	عبرت - ہر سہ حصہ
۴	مہر جیا	۱۴	سلیم و مہر انسا	۸	نور و نیک (نور و نیک)	۱۵	حسن ہر دور - ہر سہ حصہ
۴	پارسی	۱۴	منصور و خورشید	۸	عمر کا شا	۱۵	اختر و حسینہ - ہر دو حصہ
۴	ریشید و زہرہ	۱۴	سعید و زکیمہ	۸	دلہا (میری ہوا)	۱۵	گورا
۴	ماریہ سلطانہ	۱۴	وفیس کا سوداگر	۸	فسانہ آزاد کامل	۱۵	جعفر و عباسہ
۴	ولسوز	۱۴	بھول بھلیان	۸	خدا کی فوجدار	۱۵	نیل کا سانپ
۲	وفیس کی شانہرا کی	۱۴	نقاب حسن	۸	سیر کو ہمار	۱۵	دیول دیولی
۴	عروج و زوال	۱۴	کمنہ گنہ گنہ	۸	جام ہر شار	۱۵	نقیب و فراز
۱۲	لال کپتان	۱۴	ڈاکٹر ایچی	۸	ارشد مالک و یونس	۱۵	شادی و غم
۱۲	مریم	۱۴	بے وفا	۸	مرقع عبرت	۱۵	مشاق اور زہرہ
۴	رزم بزم	۱۴	سلیمان عذرا	۸	امرا و جان	۱۲	منظر اور امانا بانی
۱۰	نوابی دربار	۱۴	کسین بی بی حسن شوہر	۸	اندرا	۲	اسلم و حبیبہ
۱۰	ظالم عشاق	۱۴	خضر شباب	۱۴	مستی کا خون	۱۲	بیٹی چھری
۴	جوان بی بی کسین شوہر	۱۴	بوالموس نواب	۱۲	جنت انور دوس	۱۲	احسن الذی
۸	مشق و عذرا و مال بانی	۱۴	ناشا	۱۰	خون ناحق	۱۲	کایا لپٹ
۴	یا قوت کی کان	۱۲	حسن فرنگ	۸	کیز فاطمہ	۱۱	پیار سی
۱۰	غیر بزم گنہ گنہ	۸	وصال	۸	نئے بگڑے	۸	حاجی بعلوں
۸	فصل نظر	۱۲	مار آستین	۸	عقد الجواہر	۸	محبوب محترم دیو پوجن
۸	عیار شہزادہ	۸	افسون	۸	ولستان	۸	روز الیمہٹ
۱۲	محبوب محترم	۱۴	ہم خرم و ہم نواب	۸	مفقود و انحر	۸	دیکھو و نشیدا
۸	ذات شریف	۱۰	رضا و حسینہ	۸	محبوس کشت	۸	نرب حسن (فوسٹ)
۸	شریف زادہ	۸	عشق حسرت	۸	نشر	۸	لعبت فرنگ (برائے بچہ)
۸	جام زہرہ	۶	اورنگ زیب اور چیل کلا	۸	ارمان	۸	فسانہ الدین و دیلی
۸	عروس رزین	۸	رقص سبیل	۱۲	ٹیپو سلطان	۸	(اسرار آن مغللیا)
۸	جنگجو واطر	۶	نئی نوی	۱۰	ہیرے کی کئی	۸	حاجی بابا اصفہانی
۳	کسین	۶	نثر دیات	۸	گناہ بے لذت	۸	شیون عشق (سمیٹیس)
۸				۸	تسخیر	۸	جادوگر
۶				۶	نادل سعید	۸	بہشت برین اپو چلن
۵				۵	نیلوفر	۱۲	سپاہی کی دھن
۵				۵	خون عاشق	۸	مار گیرٹ

ان مذکورہ کتابوں کے علاوہ اور بھی ہر قسم کی کتابیں اس دفتر سے روانہ ہو سکتی ہیں۔ تاجروں کے ساتھ خاص رعایت کی جاتی ہے اور جس قدر زیادہ قیمت کا مال لیا جائے اسی قدر کمیشن بھی زیادہ دیا جاتا ہے۔

المستہرب مہذب تک ایگنی۔ لکھنؤ۔ گڑھ نرن بابا خان

ویدیکیشن

اُس سچی خالص محبت کے لحاظ سے جو میرے مخدوم
کرم فرما جناب حکیم محمد عبدالولی صاحب کو میرے ساتھ ہے
اور نیز اُس سچے علمی مذاق اور قومی جوش کے خیال سے
جو ہر موقع پر حکیم صاحب ممدوح سے ظاہر ہوا کرتا ہے میں
اپنی اس مختصر تاریخ کو اُن کے معزز نام سے معنون اور
بہ کمال ادب اُن کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ امید ہے
کہ میرے محترم دوست قبول فرمائیں گے۔

وفاکیش محمد عبدالحلیم شرر ایڈیٹر دہلی

ضروری التماس

ہم مسلمانوں کو یقین نہ کرتا کہ اپنی ذخیرہ جتنا ہم نے فراہم کیا اور ہمارے پاس ہے کسی کے پاس نہیں۔ یہ بے شک سچ ہے مگر اب تو ہم تاریخ میں بالکل بے بصیرت ہو گئے ہیں۔ ہمارا جو کچھ اصلی ذخیرہ تاریخی ہے عربی میں ہے۔ اور ہندوستان کے مسلمان روز بروز بے بہرہ ہوتے جاتے ہیں۔ قتل نظر ۲۱۔ تھوڑی بہت واقفیت جو اپنے موجودہ لٹریچر سے ہمیں حاصل بھی ہو سکتی ہے وہ زمانہ ۱۰۰۰ ملام تک محدود ہے۔ اسلام سے پیشتر کے حالات سے ہم بالکل ہی نا آشنا ہیں۔ اور سخت ضرورت تھی کہ اردو میں ایک ایسی مختصر اور جامع تاریخ مدون ہو کر سامنے آئے جس میں حضرت رسالت سے پہلے اور قدیم الایام کے حالات و واقعات اسی طرح سلجھا کے بیان کیے گئے ہوں کہ اس کے مطالعہ سے تاریخ قدیم کا صحیح خاکہ اردو و ان طلبہ کے دماغ میں محفوظ ہو جائے۔ اگرچہ یہ کام بہت دشوار تھا مگر میں نے باوجود اپنی علمی بضعاعتی کے اسے اپنے ذمہ لے لیا۔ اور مختصر تاریخ بہ ادب تمام ہونہ ان کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

س۔ با۔ س۔ میں مجھے انگریزی زبان کی "لینڈ مارکس سہٹری" بہت پسند آئی جس میں تخلیق عالم کے آغاز سے لے کر آئٹھ ایلویون مہویون اسیریا اور بابل والوں۔ ایرانیون۔ یونانیون۔ رومیون اور قمر حاجہ والوں کے حالات نہایت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ لمحاظ زمانہ مرتب کر کے اور خوب سلجھا کے بیان کر دیے گئے ہیں۔ لیکن اس کا بغینہ ترجمہ کرونا مناسب نہ تھا کیونکہ اس میں بہت سی باتیں مسلمانوں کے مذاق و معتقدات کے خلاف ہیں۔ چنانچہ میں نے بڑے ترہہ کر دینے کے اس بات کو زیادہ مناسب سمجھا کہ واقعات اپنی زبان میں لے لیے جائیں۔ کتب آسمانی کی تحریف کی وجہ سے جو غلطیاں ہوئی ہیں ان میں مناسب اصلاحات کر دی جائیں۔ مگر ترتیب وہی قائم رکھی جائے۔ میں نے اس میں اتنی اور زیادتی کی کہ نین کا حساب بجا سے اس کے کدوالات میں سے لکھا جائے۔ اور

کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قائم کیا تاکہ ہر واقعہ کی نسبت مسلمانوں کے بخوبی بہن نشین ہو سکے کہ آغاز اسلام سے کتنے دنوں میں پڑھا تھا۔

قدیم الایام کے اشخاص اور بلاد کے نام آج کل عموماً انگریزی سے لیے جاتے ہیں اور ان کے متعلق وہی تلفظ اختیار کیا جاتا ہے جو انگریزوں کا ہے مگر میں نے اس بارے میں عربوں اور عربی فرق کا متبع کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یونانیوں اور رومیوں اور نیز سلف کے تمام ناموں کو جس قدر انگریزی غلط کرتی ہے دنیا کی کوئی زبان نہیں بگاڑتی۔ عرب اس بارے میں زیادہ احتیاط کرتے تھے۔ انگریزی تلفظ کے زیادہ غلط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا موجودہ تلفظ رومیوں کا ہے مگر تلفظ رومیوں کے اصلی تلفظ سے کوسوں دور ہو گیا ہے۔ انگریزی کے مقابل فرانسیسی کا تلفظ قدیم رومی سے زیادہ قریب ہے۔ کیونکہ فریچ ہی فی الحال پڑھنے والی عربی اور رومی زبان کی جانشین تسلیم کی جاتی ہے۔ عربوں نے پڑھنے والے زمانہ میں یونانی اور رومی ناموں کو جن تلفظ سے دیا ہے وہ فرانسیسیوں کے تلفظ سے بہت قریب ہے۔ مثلاً "جورج" اور "جیمز" کا تلفظ انگریز "پلیٹماش" کرتے ہیں فرانسیسی اس کا تلفظ "پلیٹائوس" ہے۔ اور اس سے قریب بلاترین عربوں کو "ٹرائٹماش" لکھنا ہوتا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عربوں نے ناموں کے لینے میں جو احتیاط برتی انگریزی میں نہیں ہے۔ لہذا اس کتاب میں قدما کے جو نام آئے ہیں ان میں جیسے "پ" کی جگہ "پ" اور "ج" کی جگہ "ص" نہ لکھی جائے مگر حرکات کا تلفظ وہی رکھا گیا ہے جو عربوں کا ہے۔

میرا وہ تہا کہ اس تاریخ کو میں ولادت سرور کائنات علیہ السلام کے عمدہ خیراتوں کے آغاز تک پورا کر دوں گراںکار و تردوات نے مملکت نہ رہی اور ولادت مسیح علیہ السلام ختم کر دیا گیا۔ چند روز بعد میں اس کی دوسری جلد شایع کر دوں گا جس میں "زمانہ فترۃ" یعنی اس عہد کے حالات درج ہوں گے جو حضرت مسیح کی ولادت سے شروع ہو کے جناب پیغمبر آخر زمان صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر ختم ہوا۔

یہ تاریخ اس قابل ہے کہ اسلامی مدارس کے سلسلہ نصاب میں داخل کی جائے

کیونکہ قدیم الایام کی تاریخ سے واقف ہونا مسلمان طلبہ کے لیے لازمی ہے۔ اور اردو میں اور کوئی ایسی کتاب نہیں موجود ہے جس میں عصر قدیم کے حالات ایسی وضاحت سے بیان کیے گئے ہوں۔

اس کتاب کی طبع میں جا بجا غلطیاں رہ گئی ہیں۔ لیکن دو ایسی خطرناک غلطیاں ہیں جن کا تبادیلا بہت ضروری ہے۔

(اول) تو پہلے ہی صفحہ میں فصل ۱۰ں کے نیچے "ہادیان دین" کے بعد مسئلہ قبل محمد سے ۲۲۸ قبل محمد چھپ گیا ہے۔ حالانکہ اصل میں (۲۴۹ قبل محمد سے ۲۲۸ قبل محمد تک) ہونا چاہیے (دوسرے) صفحہ ۱۸۷ میں "بارھوان باب" کے عوض گیا رھوان باب درج ہو گیا جو کہ اکر رہے۔ کیونکہ گیا رھوان باب اس سے پہلے صفحہ ۱۶۳ پر شروع ہوا ہے۔ اس لیے صفحہ ۱۸۷ پر بارھوان باب ہونا چاہیے۔

حضرات ناظرین براہ کرم ان غلطیوں کی اصلاح فرمالیں۔

خاکسار محمد عبدالعظیم شتر۔ ایڈیٹر دگلدارز۔ لکھنؤ۔

پہلا باب

- ۱ فصل اول ہادیان دین (۲۲۹۶ء قبل محمد سے ۲۲۷۵ء قبل محمد تک)
 ۵ فصل دوم ملک مصر (۲۲۷۵ء سے ۲۲۷۲ء)
 ۴ فصل سوم فنیقیین (۲۲۲۲ء سے ۱۶۶۷ء)
 ۱۱ فصل چہارم سلطنت بنی اسرائیل (۱۶۶۷ء سے ۱۳۹۴ء)

دوسرا باب

- (۲۸۶۹ء قبل محمد سے ۲۸۲۲ء قبل محمد تک)
 ۱۴ فصل اول نینوا۔ (۲۸۶۹ء قبل محمد سے ۲۸۷۵ء قبل محمد تک)
 ۱۸ فصل دوم بابل۔ (۲۸۱۸ء قبل محمد سے ۲۸۳۲ء قبل محمد تک)

تیسرا باب

- شہنشاہی فارس (۲۸۱۸ء قبل محمد سے ۲۸۹۲ء قبل محمد تک)
 ۲۱ فصل اول۔ کرے سوس کی تباہی (۲۸۰۸ء قبل محمد سے ۲۸۱۹ء قبل محمد تک)
 ۲۴ فصل دوم زوال بابل (۲۸۰۸ء قبل محمد سے ۲۸۱۸ء قبل محمد تک)
 ۲۸ فصل سوم سارس کے جانشین (۲۸۱۸ء قبل محمد سے ۲۸۷۵ء قبل محمد تک)

چوتھا باب

- ملکت یونان (۲۸۱۸ء قبل محمد سے ۲۸۷۵ء قبل محمد تک)
 ۳۱ فصل اول اُن کا مذہب اور اُن کے دیوتا

- فصل دوم شہرہ اول (۵۷۰ قبل محمد) ۳۵
 فصل سوم ... (۵۷۱ قبل محمد) ۳۸
 فصل چارم ... (۵۷۲ قبل محمد) ۴۲
 فصل پنجم ... (۵۷۳ قبل محمد) ۴۶
 فصل ششم ... (۵۷۴ قبل محمد) ۵۰

پانچواں باب

- یونان پر یونان کی چڑھائی (۵۷۵ قبل محمد) ۳۳
 فصل اول ... (۵۷۶ قبل محمد) ۵۴
 فصل دوم ... (۵۷۷ قبل محمد) ۴۰

چھٹا باب

- یاسٹ ہائے یونان (۵۷۸ قبل محمد) ۴۵
 فصل اول ... (۵۷۹ قبل محمد) ۶۱
 فصل دوم ... (۵۸۰ قبل محمد) ۶۶
 فصل سوم ... (۵۸۱ قبل محمد) ۶۹

ساتواں باب

- شاہنشاہی مقدونیہ (۵۸۲ قبل محمد) ۷۳
 فصل اول ... (۵۸۳ قبل محمد) ۸۶
 فصل دوم ... (۵۸۴ قبل محمد) ۸۶

- ۹۱ فصل سوم فلسطین اور مصر کی فتح (۹۰۵ء قبل محمد سے ۹۰۳ء قبل محمد تک)
 ۹۲ فصل چہارم فتح ایران ۹۰۵ء قبل محمد سے ۹۰۳ء قبل محمد تک
 ۹۷ فصل پنجم ہندوستان کی مہم اور سکندر کی وفات (۹۰۱ء قبل محمد سے ۹۰۹ء قبل محمد تک) ۹۷

آٹھواں باب

- چار شاخیں (۹۰۵ء قبل محمد سے ۹۰۲ء قبل محمد تک)
 ۱۰۳ فصل اول سلطنت کی تقسیم ۹۰۲ء قبل محمد سے ۹۰۳ء قبل محمد تک
 ۱۰۸ فصل دوم سلطنت مصر (۹۰۷ء قبل محمد سے ۹۰۶ء قبل محمد تک)
 ۱۱۱ فصل سوم سلطنت تمام (۹۰۲ء قبل محمد سے ۹۰۱ء قبل محمد تک)
 ۱۱۳ فصل چہارم اسیہ چیا والون کی لڑائی (۹۰۳ء قبل محمد سے ۹۰۲ء قبل محمد تک)

نواں باب

- رومیوں کی فتح ایتالیہ میں (۱۲۱ء قبل محمد سے ۱۲۴ء قبل محمد تک)
 ۱۱۷ فصل اول رومیوں کی تادیب مالا
 ۱۲۰ فصل دوم شہر روم کی بنیاد ۱۲۱ء قبل محمد سے ۱۲۲ء قبل محمد تک
 ۱۲۵ فصل سوم تارکوئین لوگ (۱۲۱ء قبل محمد سے ۱۲۰ء قبل محمد تک)
 ۱۲۶ فصل چہارم جمہوریت
 ۱۳۳ فصل پنجم روم کی اگلی لڑائیاں (۱۲۱ء قبل محمد سے ۱۲۰ء قبل محمد تک)
 ۱۳۷ فصل ششم گالیادائے ایتالیہ میں (۱۲۰ء قبل محمد سے ۱۱۹ء قبل محمد تک)
 ۱۴۳ فصل ہفتم اہے ہوس کی چڑھائی (۱۱۹ء قبل محمد سے ۱۱۸ء قبل محمد تک)

دسواں باب

- قرطاجہ کی لڑائیاں کا زمانہ (۹۳۵ء قبل محمد سے ۹۳۳ء قبل محمد تک)
 ۱۴۸ فصل اول قرطاجہ اور سر اقوس (۹۳۵ء قبل محمد سے ۹۳۴ء قبل محمد تک)

- فصل دوم قرطاجہ والوں کی پہلی لڑائی (۳۷۷ء قبل مجھ سے ۱۵۲ء قبل مجھ تک)
 فصل سوم بنی بال ایتالیہ میں (۳۹۷ء قبل مجھ سے ۱۵۵ء قبل مجھ تک)
 فصل چہارم قرطاجہ کی دوسری لڑائی کانیتہ (۳۹۷ء قبل مجھ سے ۱۵۵ء قبل مجھ تک)

گیارہواں باب

- دولت روم کا عروج و اقبال (۳۷۷ء قبل مجھ سے ۱۵۲ء قبل مجھ تک)
 فصل اول دولت و عظمت کی شان داریان (۳۷۷ء قبل مجھ سے ۱۵۲ء قبل مجھ تک)
 فصل دوم اہل مقدونیہ سے لڑائی (۳۷۷ء قبل مجھ سے ۱۵۲ء قبل مجھ تک)
 فصل سوم یود پر جہور و ستم (۳۷۷ء قبل مجھ سے ۱۵۲ء قبل مجھ تک)
 فصل چہارم یونان کا کلیتہً مغتوج ہونا (۳۷۷ء قبل مجھ سے ۱۵۲ء قبل مجھ تک)
 فصل پنجم قرطاجہ کی تیسری لڑائی (۳۷۷ء قبل مجھ سے ۱۵۲ء قبل مجھ تک)

بارہواں باب

- رومیوں کی پولیکل پارٹیان (۳۷۷ء قبل مجھ سے ۱۵۲ء قبل مجھ تک)
 فصل اول گراق چی (۳۷۷ء قبل مجھ سے ۱۵۲ء قبل مجھ تک)
 فصل دوم ماریوس (۳۷۷ء قبل مجھ سے ۱۵۲ء قبل مجھ تک)
 فصل سوم سیلا (۳۷۷ء قبل مجھ سے ۱۵۲ء قبل مجھ تک)
 فصل چہارم پومپے ای (۳۷۷ء قبل مجھ سے ۱۵۲ء قبل مجھ تک)
 فصل پنجم پہلا اتحاد (۳۷۷ء قبل مجھ سے ۱۵۲ء قبل مجھ تک)
 فصل ششم یوبوس قیصر (۳۷۷ء قبل مجھ سے ۱۵۲ء قبل مجھ تک)
 فصل ہفتم دوسرا اتحاد (۳۷۷ء قبل مجھ سے ۱۵۲ء قبل مجھ تک)
 فصل ہشتم انطونی اور قلو بطرد (۳۷۷ء قبل مجھ سے ۱۵۲ء قبل مجھ تک)
 فصل نهم اوغسطوس قیصر (۳۷۷ء قبل مجھ سے ۱۵۲ء قبل مجھ تک)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پہلا باب فصل اول

ہادیان دین (۲۴۹ قبل محمد سے ۲۲۰ قبل محمد تک)

طوفان نوح آیا اور ساری دنیا کو غرق کر کے تھما۔ اس کے بعد پانی اترتے اترتے اتر گیا کشتی نوح کو وہ جو دی پر آکے ٹکی۔ اور نسل آدم جسے اب اولاد نوح کہنا چاہیے دریائے دجلہ و فرات کے کنارے کنارے جو اسی قرب و جوار سے نکلے ہیں بڑھنا پھیلنا اور آباد ہونا شروع ہوئی پھر جب ان میں جمالت بڑھی اور خدا شناسی کا نور و قصہ لا پڑا تو انھیں شوق ہوا کہ کسی تدبیر سے آسمان کے اس رواق نیلگون تک پہنچ جائیں جہاں سے روز شام کو روشن تارے ہمیں اپنا جمال جہاں آرا دکھایا کرتے ہیں چنانچہ ہمیں دریائے فرات کے کنارے والے میدان میں اُنھوں نے ایک اتنا اونچا برج بنانا چاہا جس کی چوٹی آسمان سے جا ملے۔ اور اُس عالم بالا کی کیفیت معلوم کر سکیں۔ مگر خیال کی گند تو نگڑھ فلک تک پہنچتی نہیں انھیں بجلا کیا کامیابی ہوتی ؟

لوگ اسی سر زمین میں تھے کہ حسب بیان تورۃ خدا نے ان کی بولیوں میں تفرقہ ڈالا۔ اور مختلف زبانیں پیدا ہوئیں۔ پھر اس کے بعد سے ایک مدت دراز تک کے حالات ہمیں بالکل نہیں معلوم۔ وہ سلسلہ کہ جو ایران و روم کے درمیان میں جنوب سے شمال کو چلا گیا ہے اُس کے شمالی سر پر جہاں ایران و روم اور روم کی سرحد ملتی ہے ایک قلعہ کوہ ہے جسے عربی میں جودی اور انگریزی میں "ارارات" کہتے ہیں اسی پہاڑ پر کہتے ہیں کہ حضرت نوح کی کشتی طوفان کے بعد آکے ٹکی تھی۔

میان تک کہ ولادت سرور کائنات صلعم سے تقریباً دو ہزار چھ سو برس پہلے خدا نے خاص اس خاندان کو امتیاز دنیا شروع کیا جس سے خود جناب رسالت اب صلعم پیدا ہونے والے تھے۔
 یہ بنی سام تھے جن میں کے چند لوگ دریا سے فرات کے شمال جانب ذرافا صلہ پر رہتے تھے۔ اور بنو سچی توحید ان کو حضرت نوح سے پہونچی تھی اُس کی بعض تعلیموں کی ادب و تعظیم کے ساتھ خفانت کرتے تھے۔ اور ان پر کار بند تھے۔ یہ لوگ ہبرو۔ (عبرانی) کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ اور دنیا میں اکیلے وہی ایک وارث رموز وحدت اور حامل تعلیمات نبوت تھے۔
 انھیں لوگوں میں ایک حضرت ابراہیم تھے جن کو اللہ جل شانہ نے حضرت محمد صلعم سے تقریباً چوبیس سو نوے سال پیشتر ہدایت کی۔ تو اکبر کے غفلت و جلال اور ان کی حکم و ملک سے دھوکے کھا کے اور فسق غلام کر کر کے وہ جوش و خروش سے کہ اُٹھے "یا قوم انی برئی مما تشرکون" (لوگو میں تمھارے شرک سے بری ہوں) یہ سنتے ہی لوگ دشمن ہو گئے۔ حاکم وقت نمرود نے آگ جلوا کے اُس میں ڈلوادیا کہ جل کے خاک ہو جائیں مگر خدا کو ان سے اور ان کی نسل سے ابھی بہت کام لینا تھا۔ لہذا ایک طرف تو آتش نمرود کو حکم دیا کہ "یا ناء کوئی بردا" و سلاماً علی ابراہیم" (اے آگ ابراہیم کے حق میں ٹھنڈی اور اچھی بن جا) دوسری طرف خود ابراہیم کو حکم دیا کہ "اپنے ملک اور اپنے ناناں باپ کے گھر کو چھوڑ گئے اُس نمرین کی راہ لوجو تمھارے لیے مخصوص ہے۔"

ابراہیم نے اس حکم خداوندی پر عمل کیا۔ اور اُس قطعہ زمین پر پہونچے جو صحرا سے شام اور یروروم کے درمیان ایک پتلی سی دھجی کی طرح دور تک چلا گیا ہے۔ وہاں پہاڑوں کی ایک قضا شمالاً و جنوباً فاصلہ تک پھیلی ہوئی ہے جس پر آسمان سے بدلیان اُتر کے برستی۔ صد ہا آبشاروں کو ان کے دامنوں سے اتار تی۔ اور بہت سی نہریں اور چشمہ جاری کرتی ہیں۔ بن بن اب سے بڑی ندی نہر یرون ہے۔

حضرت ابراہیم سے اُس وقت جب کہ ان کے کوئی اولاد نہ تھی خدا نے وعدہ کیا کہ یہ خوش سواد اور سرسبز دشا داب زمین تمھاری نسل سے وابستہ رہے گی۔ مگر جس وقت آپ پہونچے میں اُس وقت وہاں قوم کنگان آباد تھی۔ جو لوگ کہ حام بن نوح کی نسل سے تھے۔

اور اُسے اپنی جانب منسوب کر کے ارض کفنان کہتے تھے۔ اس کی داویون مین اُن لوگوں نے اپنی چھوٹی چھوٹی سلطنت قائم کر لی تھیں۔ شہر دن یا اگر عیون کے ذریعہ سے جد پہاڑ یون کی پوٹیوں پر بڑی بڑی سپانوں سے تعمیر کی گئی تھیں وہ لوگ اپنی سلطنتوں کی حفاظت کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم کے خاندان کے ساتھ آپ کے بھتیجے حضرت لوط بھی یہاں آئے تھے۔ وہ اپنے چچا سے علیحدہ ہو کر دولت مند مگر نالائق و ناپاک شہر سدوم میں جا کے مقیم ہوئے۔ اتفاقاً شاہان شنار اور آرام جنہوں نے ارض مشرق سے آکر دادی یردن کے شہروں پر تسلط کر لیا تھا شہر سدوم پر حملہ کیا۔ اور تمام باشندگان شہر کو اور اُن کے ساتھ خود لوط کو بھی پکڑ لے گئے۔

یہ خبر سُن کے حضرت ابراہیم نے اپنے ملازمون کو مسلح کر کے اُن شاہانوں کا تعاقب کیا اُنہیں شکست دی۔ اور اسیروں اور مال غنیمت کو صحیح و سالم واپس لائے مگر اُس میں سے اپنے لیے کچھ نہیں لیا۔ اور حسب بیان توراۃ ملخی زیدک نام ایک پراسرار راہب اور فرمان روا سے جو کہ سلیم پر رہتا تھا فقط دعا کے خواستگار ہوئے۔ توراۃ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا نام اس سے پہلے ابراہم تھا۔ اب خدائے اُسے بدل کے ابراہام یا ابراہیم کر دیا جس کے معنی ہیں ایک جماعت کثیر کا باپ۔ اور یہ نام بدلنے کے ساتھ ہی انہیں یہ خوشخبری سنائی کہ تمہارے اولاد ہوگی جس سے وہ اس وقت تک مجرّم اور کبر سنی کے باعث مایوس تھے۔

اس خوشخبری کے دوسرے دن شہر سدوم جن میں حضرت لوط رہتے تھے اپنی سب سے کار یون ہی کی وجہ سے مبتلائے غضب آئی ہوا۔ اور عقاب ربانی سے کلیۃً تباہ و برباد ہو گیا۔ اس تباہی و تباہی سے وہ مقام جہاں یہ شہر تباہ تھا۔ ایک آتش فشاں جھیل بن گیا جو کہ آج تک ڈیڈ سی (بحر موت) کے نام سے مشہور ہے اور سب لوگ تو اس عذاب میں مبتلا ہو کے ہلاک ہو گئے۔ اکیلے حضرت لوط اپنے تھے جن کی عقل اُسی بحر موت کے آس پاس آباد اور بنی مُواب اور بنی مُعمون کے نام سے مستور ہوئی۔

اب حسب وعدہ اُسی ابراہیم کے اولاد ہونا شروع ہوئی۔ جن میں سب سے بڑے اور

حامل و عہدہ ربانی حضرت اسمعیل تھے جو ایک مصری خاتون کے بطن سے تھے۔ اور چونکہ وہ دعائے تمجیل و رنشاہی کے خاص حامل تھے اس لیے ابراہیم کو حکم ہوا کہ اولاد اکبر یعنی اسمعیل کو حجاز کی وادی غیر ذی زرع میں دھان کوئی پیداوار نہ ہو سکتی ہو لیجا کے اُن کی قربانی کرو۔ اور وہیں اُس خاص خانہ خدا کو اپنے ہاتھ سے تعمیر کرو جو دنیا میں انوار قدس کا سب سے بڑا سرخسہ قرار پائے گا۔ یہ بڑا نازک امتحان تھا مگر توفیق الہی نے ابراہیم کو ثابت قدم رکھا۔ میدان بنامین انھوں نے اسمعیل کو ٹٹا کے ذبح کرنا شروع کیا تھا کہ ہاتھ ٹک گیا۔ اب خدا انھیں اپنی اطاعت میں پوری طرح ثابت قدم دیکھ چکا تھا۔ لہذا اسمعیل کی جگہ ایک مینڈھا عطا فرمایا۔ اور حکم دیا کہ اسمعیل کے عوض اس کی قربانی کرو۔

الغرض اس طریقہ سے اسمعیل خاص طور پر خدا کی نذر کر دیے گئے۔ پھر مقدس باپ بیٹوں نے مل کے کعبہ کو تعمیر کیا۔ اور تعمیر سے فارغ ہونے کے بعد دونوں نے اُس خانہ خدا کے پاس کھڑے ہو کے دعائے خیر و برکت مانگی۔ اب ابراہیم نے اسمعیل کو تو اس خانہ خدا کا خدا و متکفل بنا کے مع اُن کی والدہ کے بہن چھوڑا۔ اور اپنی بی بی سارہ اور دوسرے چھوٹے بچے اسحق کی خبر گیری کے لیے ارض کنعان میں واپس گئے۔ آخر کار ایک صابرانہ دیانتداری اور مہمان نوازی کی طولانی زندگی بسر کر کے جناب ابراہیم نے دنیا کو رخصت فرمایا۔ اور مقفلہ کے غار میں قیامت تک کے خواب نوشین کا فرہ لینے کے لیے لٹا دیے گئے۔

آپ کے بعد آپ کے بڑے بیٹے اسمعیل ذبیح خاص حرم ربانی نے متکفل اور رسالت محمدی کے حامل بن کے مکہ معظمہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ اور دوسرے بیٹے اسحق جو وطنی بی بی سارہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے خاص ارض کنعان اور اپنے پدر بزرگوار کی موعودہ اور خدا کی دی ہوئی سرزمین میں اقامت گزین رہے۔

اسحق نے بھی اپنی خدا پرست والد کی سی رضا و تسلیم کی زندگی بسر کی۔ اُس وقت تک اُن کا قیام حیمون میں تھا۔ اور ارض موعودہ یعنی ملک کنعان کے جنوبی حصہ میں ادھر ادھر پھرتے رہتے تھے۔ اُن کے دو توام بیٹے ہوئے یعقوب اور یعقوب بڑے یعنی یعقوب نے جنوبی پہاڑیوں میں سکونت اختیار کی جو سرزمین کہ اُدوم (یعنی سرخ) کے لقب سے مشہور تھی۔ یہیں اُن کی نسل بڑھی اور

بھلی جو لوگ کہ اُدومی کہلاتے تھے اور غالباً انھیں میں سے حضرت ایوب پیغمبر بھی تھے جن کی صبر اور جن کے رضا و تسلیم کی دنیا میں شہرت ہے۔ ان اُدومیوں نے اُلوراد وغیرہ کے غاردن کی طرح اپنے شمالی عرب کی بڑی بڑی چٹانوں میں کھود کھود کے اپنے رہنے کے واسطے عجیب و غریب قسم کے غار بنائے تھے جو آج تک حیرت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔

اسی کے چھوٹے بیٹے یعقوب جن کا لقب اسرائیل تھا اپنے دادا کے اصلی وطن میں گئے۔ وہیں شادی کی۔ اور ایک بڑے خاندان کے ساتھ پھر اُسی ارض موعودہ میں آ کے اقامت گزین ہو گئے۔ یہاں اُن کے لاٹے بیٹے یوسف کو حاسد و نامہربان بھائیوں نے بنی اسرائیل کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ جن کا ایک قافلہ اتفاقاً دہان آ گیا تھا۔ وہ اسماعیلی یوسف کو مصر لے گئے۔ جہاں یوسف کو چند روز تک غلامی و مصیبت میں مبتلا رہنے کے بعد اوج و عروج حاصل ہوا۔ اور بادشاہ مصر (فرعون) کے مشیر خاص یعنی وزیر اعظم بن گئے۔ اب عروج حاصل کر کے یوسف نے اپنے والد اور اپنے بے مہر بھائیوں کو مع اُن کے بال بچوں اور تمام متعلقین کے مصر میں بلوایا۔ اور نسل ابراہیم اپنی موعودہ زمین کو چھوڑ کے مصر کے زرخیز و شاداب ترین مقامات میں آباد ہو گئی۔

فصل دوم

ملک مصر (سُورۃ قبل محمد سے سُورۃ قبل محمد تک)

سرزمین مصر جو بزرگ و عظیم افریقہ میں ہے ارض کفان سے ملی ہوئی ہے اور دریاے نیل کے کنارے کنارے دو رنگ بھلتی چلی گئی ہے یہاں کے باشندے جو حام بن نوح کے بیٹے مصر ائم کی نسل سے بنائے جاتے ہیں قدیم الایام میں بڑے قابل اور صاحب علم و فن تھے۔ انھوں نے اس سرزمین کو بویا جو تا۔ اور دریاے نیل نے ہر سال طغیانی پر آ کے اُن کے کھیتوں کی آبیاری کر دی۔ اسی اطمینان و فارغ البالی نے اُن کی نسلیں بڑھائیں۔ اور اُن کے ہاتھوں سے وہ عالیشان اور با عظمت عمارتیں تعمیر کر دیں جو آج تک العجب و روزگار ہیں۔ اور سنین مابعد میں ہمیشہ پُر جلال و پُر اسرار چیزیں سمجھی گئیں۔

اہرام مصر یعنی انسان کے ہاتھ کے بنائے ہوئے سر بہ فلک پہاڑ جن کی بنیاد پر ہے

اور ہر ضلع اور چھوٹے چھوٹے اور گھٹے گھٹے ایک نوک پر ختم ہو گیا ہے اُن کی کاریگری کی یادگار ہیں۔ یہ اہرام بالو کے لت و دق میں ان میں بادشاہوں کے مقبروں کی حیثیت سے تعمیر کئے گئے تھے اور آج تک اُسی طرح سہراٹھا کھائے کھڑے ہیں اہل مصر کے مُردوں کی لاشیں آج بھی بے سڑی گئی۔ مصر کی نفسِ ملل میں لپٹی۔ روغنی صندوقوں کے اندر محفوظ۔ اور پُر تکلف کمروں میں رکھی ہوئی ملتی ہیں جن کمروں میں وہ رکھی ہوئی ہیں اُن میں ایسی عجیب و غریب نقاشی اور رنگ آمیزی کی گئی ہے کہ اتنی مدت گزرنے کے بعد آج بھی اُسی طرح صاف ستھری اور اُسی وقت کی بنی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اُنھیں لاشوں کے ساتھ اُن کے حالات زندگی بھی لکھے ہوئے موجود ہیں۔ جو اُنھیں اُکروں کے دردِ دیوار میں اُن کے پُرانے خط میں جس میں زیادہ تر تصویروں اور علامتوں سے کام لیا گیا ہے پتھروں اور سلون پر کندے ہوئے ہیں۔ اور اس گھر کی تک ویسے ہی صاف و اسخ اور نکمہ بن جیسے کہ پہلے ہوں گے۔

دنیا کی دیگر اقوام کی طرح پُرانے مصری بھی بت پرست تھے۔ اور اُن کے بُت بڑے بڑے قد و قامت کے ہوتے تھے جو اس وقت تک دنیا میں کثرت سے موجود ہیں اُن کی قومی سہیل زبردست مورتوں کے عظیم الشان خط و خال سے نہایت ہی سنجیدگی و متانت ظاہر ہوتی ہے اور کھنے والوں پر بنائے والوں کی عظمت کا بڑا گہرا اثر پڑتا ہے جیسے (دیرِ اُلسلطت مصر جسکے گھنڈے آج دنیا میں نہایت ممتاز ہیں) کے میدان میں تھوڑی ترشی ہوئی مورتوں کی ایک لمبی صف چلی گئی تھی جو برسی بڑی کرسیوں پر بیٹھی ہوئی بنائی گئی تھیں۔ اور ایک بڑی بھاری مورت کا سر جو کہ فی الحال لندن کے برٹش میوزیم میں رکھا ہوا ہے۔ اور ”نیک منواب“ کے انقب سے یاد کیا جاتا ہے اُسے دیکھ کے دل میں خیال گذرتا ہے کہ جب مصر میں یہ سب چیزیں درست کُھس اور اپنی جگہ پر قائم ہوں گی تو دہائی کا منظر کیسا مورت کیسا پُر ہیبت و امرا اور عجیب و غریب ہو گا۔

اہرام مصر میں سے بڑے ہرم کے پاس ایک بہت ہی بڑے قد و قامت کی ہیبت ناک اور عجیب و غریب مورت ہے جو ”ابوالہول“ کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں شیر کے دھڑ پر انسان کا سر لگا دیا گیا ہے۔ اور اتنی بڑی ہے کہ اُس کے دونوں اگلے پنجوں کے درمیان میں ایک شوال بنا ہوا ہے جس کے اندر اُسی ابوالہول کی لیک چھوٹے پیمانے کی پتھر کی ترشی ہوئی مورت موجود ہے۔

جس پر بادشاہان مہر آکے چڑھادے چڑھایا کرتے تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ قدیم اہل مصر و خاص اور متضاد قوتوں کا اعتقاد رکھتے تھے۔ ایک اُسائرس جسے وہ ساری بھلائیوں کا سرشمہ تصور کرتے تھے۔ اور دوسری قوت کا مظہر سیرکاسٹامیفون تھا جو ہر قسم کی بُرائیوں کا باعث خیال کیا جاتا۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ یہ دونوں برابر کی قوتیں ہیں۔ اور ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑتی رہتی ہیں۔ تمام مہولشی اُسائرس کی جانب منسوب تھے۔ خاصہ ایک کلابیل جس پر خاص قسم کے نشان بنے ہوئے تھے اور اُمیس کے نام سے یاد کیا جاتا۔ وہ دارالطشت مٹھس میں رکھا جاتا۔ اور اُسائرس دیوتا کے مظہر کی حیثیت سے اُس کی پستیش کی جاتی۔ کُتے بلان۔ مگر مچھ۔ اور ایک دارجوئی لہجے کہلاتا تھا ان سب کی پستیش کیساں طور پر کی جاتی۔ جن کی میاں (مدبر لاشین) قدیم اہل مصر کی بنائی ہوئی آج تک کثرت سے موجود ہیں۔ برہانوں کی اُن میں بڑی عزت کی جاتی اس لیے کہ اُن کو وہ لوگ ابدی زندگی کا مظہر خیال کرتے۔

ہندوؤں کی طرح مصر والوں میں بھی یہ امر جزو مذہب بن گیا تھا کہ لوگ نہات فوٹون میں بننے ہوئے تھے۔ یعنی ہر شخص اس بات پر مجبور تھا کہ اپنے آبائی پیشہ کو اختیار کرے۔ نمایاں دین کے بیٹے رہنا و مقتدر سپاہی کے بیٹے سپاہی۔ اور کسان کے لڑکے کسان ہوتے تھے۔ اور یہ بھی ممکن نہ تھا کہ اپنے خاندانی لقب کو چھوڑ دین چاہے وہ کچھ ہی اور کسی درجہ کا ہو۔ علم زیادہ تر معتدلوں میں تھا جس سے دوسری مصری محروم تھے۔ خصوصاً جادو کے پراسرار علم و ہنر کے وہ عامل ہوتے تھے۔ اور اُن کا اثر ملک پر اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ بغیر اُن کی رضامندی کے بادشاہ بھی کچھ نہ کر سکتے تھے۔

اُسی قدیم زمانہ میں ایک مرتبہ مہر پر کسی غیر قوم نے چڑھائی کی تھی جو لوگ ہک عوس (گِرِیلے) بتائے گئے ہیں۔ اہل مصر نے اُن کے ہاتھوں سے بڑا نقصان اٹھایا لیکن اس کا پتہ اگاناکہ یہ واقعہ کس زمانہ کا ہے اور وہ کون لوگ تھے دشوار ہے۔ بہت سے لوگوں کا خیال اس جانب گیا ہے اور غالباً یہی صحیح بھی ہو کہ یہ عرب لوگ تھے جن کے بعض گروہ اپنے گائے پراتے پراتے تاج و تخت مہر پر مقرر ہو گئے۔

شامان مصر کی (فرعون کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے) ایک بڑی طولانی فرست موجود ہے۔ لیکن اُن کے ناموں کے سوا اُن کے حالات اور اُن کے عہد کے واقعات کا پتا لگانا نہایت دشوار ہے۔ اور جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ ایسے ہی واقعات ہیں کہ فرعون چوئیس نے ہرم اعظم کو بنایا۔ اور فرعون میریس نے وہ جھیل بنوائی جو اُس کے نام کی جانب منسوب ہے اور اس جھیل کے بنوانے کی غرض یہ تھی کہ جب دریا سے نیل میں طغیانی ہو تو پانی کے اس جھیل میں بہت جانے کی وجہ سے ملک میں سیلاب نہ آنے پائے۔ اس لیے کہ طغیانی نیل کی وجہ سے اکثر ہبسا آ جاتی تھی اور ملک کو اُس سے نقصان پہنچ جایا کرتا تھا۔

اب ملک مصر میں حضرت یعقوب کے بارہ بیٹوں کی نسل بڑھی۔ اور یہ حالت ہو گئی کہ باوجودیکہ ذراعتہ مصر انھیں روز بروز زیادہ دباتے تھے مگر اُن کی تعداد یوں بڑھتی جاتی تھی۔ بیان نکاح کہ وہ وقت آیا جو حضرت رب العزت نے اُن کی آزادی و ترقی کے لیے مقرر فرما رکھا تھا یعنی ۱۲۰ سال قبل ولادت محمدی حضرت موسیٰ آل یعقوب یعنی بنی اسرائیل کو لے کے ارض مصر سے نکلے۔

اسی سال کوہ طور پر جو جبال سینا کی ایک چوٹی ہے اور بحر قلزم کے دونوں شمالی سنگون کے درمیان چھوٹے جزیرہ نماے عقبہ میں واقع ہے حضرت موسیٰ کو وہ احکام خداوندی عطا ہوئے جن پر عمل پیرا ہونا اولاد یعقوب یعنی خدا کی منتخب و محبوب قوم بنی اسرائیل کے لیے لازمی تھا۔ حکمت ربانی کے ان قوانین کے مطابق انھیں بت پرست اقوام سے ملنے جلنے اور اُن سے کسی قسم کے تعلقات پیدا کرنے کی قطعی ممانعت تھی۔ اور اُن سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ نسلاً بعد نسل ہمیشہ اپنے خالق لاشریک لرہ سے وابستہ رہیں گے جس نے اُن کو اپنی ایک مخصوص و منتخب قوم ہونے کا امتیاز عطا فرمایا تھا۔ اس کے ساتھ یہ وعید بھی تھا کہ اگر وہ ان قوانین کی پابندی نہ کر سکے تو وہ تمام لعین اُن پر پڑ جائیں گی جن سے اُس وقت کی ساری مشرک دنیا بھری پڑی تھی۔

خلاصہ یہ کہ بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ کے ذریعہ سے اُس سچی شریعت اور دینداری کی تعلیم دی گئی جو خدا کا سچا فطری دین تھا۔ یعنی فطرۃ اللہ الٰہی فطرت انسان علیہا۔ جس کی تعلیم حضرت آدم سے لے کے اس وقت تک کل انبیائے راف دیتے آئے تھے۔ اور جس کا تکرار اللہ جل شانہ "ایوم

اَکملتُ لَکُم دِیْنَکُم وَاَتَمّتُ عَلَیْکُم نِعْمَتِی“ فرما کے حضرت محمد مصطفیٰ اہلی السّٰلٰۃ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے کرادیا۔

فصل سوم

فینفین (۲۰۲۲ قبل محمد سے ۱۶۶۷ قبل محمد تک)

بنی اسرائیل نے خدا سے جو عہد کیا تھا وہ ہنوز تکمیل کو نہیں پہنچنے پایا تھا کہ انھیں کے ہاتھوں سے ٹوٹ گیا۔ اور سرکش بنی اسرائیل کو یہ سزائی کہ مصر سے نکلنے کے بعد بجائے اپنی موجودہ سرزمین میں پہنچنے کے چالیس برس تک وہ اُس لبق و دوق ریستان میں جو اُدی تہ کہلاتا ہے سرگردان و پریشان رہے۔ اس طوفانی مدت کے ختم ہونے کے بعد جب کہ حضرت موسیٰؑ رو کر اپنے عالم جادوان ہو چکے تھے اُن کے جانشین یوشع بن نون انھیں لیے ہوئے ارض موعودہ میں پہنچے۔ جہاں پہنچنے کے بعد خدا نے اُن کی اتنی مدد کی کہ کفانیوں کو جو اُس زمین کے مالک و حکمران تھے کامل شکست ہوئی۔ اور اُس خدا کی وحی ہوئی زمین پر وہ اطمینان و فارغ البالی سے آباد ہوئے۔ اب حضرت یعقوب کے بارہ بیٹوں کی نسل ہونے کے لحاظ سے اُن کے بارہ گروہ تھے جو بارہ سبط کہلاتے۔ اور جنھوں نے اُس زمین کے مختلف اضلاع کو آپس میں بانٹ لیا۔

مگر ابھی بنی اسرائیل کی تعداد اتنی نہ تھی کہ اُس پوری زمین کو گھیر لیتے۔ لہذا کفانیوں ہی کے بعض گروہوں کو اجازت دی گئی کہ اُن حصوں میں بدستور آباد رہیں جنھیں بنی اسرائیل اپنی کئی تعداد کی وجہ سے نہیں آباد کر سکتے تھے۔ لیکن باوجود اس کے بنی اسرائیل کو اُن سے کسی قسم کے تعلقات رکھنے اور راد و رسم پیدا کرنے کی قطعی ممانعت تھی۔ کیونکہ بت پرست تھے اور بت پرستوں سے ملنا کھانا بنی اسرائیل میں سب سے بڑا قومی اور دینی جرم تھا۔

یہ کفانی قومیں جن کو رہنے کی اجازت دی گئی اُن میں زیادہ متازد و قویں تھیں۔ ایک تو فلسطین جو اُس سرزمین کے (جو اب بجائے ارض کنعان کے ارض یہود کہلاتی تھی) جنوبی حصہ میں رہا کرتے تھے۔ اور دوسرے زردونی جو شمال کی جانب ہند راو کوہ لبنان کو درمیان میں آباد تھے۔ یہی زردونی لوگ ہیں جنہیں فینیقین کہلاتے تھے۔ یہ ایک بڑی دولت مند اور نہایت زبردست قوم تھی۔ اور ان کے دو بڑے شہر طکر اور زردون ہی دنیا کی پہلی بندرگاہیں ہیں۔ جہاں تجارت کا کاروبار

قائم ہوا۔ انھیں لوگوں نے ایک قسم کی سپی سے جو بکروں میں نکلتی تھی پہلے پہل ایک گہرا سرخ ارغوانی رنگ ایجاد کیا تھا جس کی شاہی کپڑوں کے لیے بڑی مانگ تھی۔ کنعان کے علاقہ میں نہایت اعلیٰ درجہ کا ساگون پیدا ہوتا تھا۔ تون کے لیے دنیا میں اس کی کبھی بہت مانگ تھی۔ غرض ان کی تجارتوں سے فنیقی لوگ بڑی دولت پیدا کر لیتے تھے۔ علاوہ ہرین مسالہ اور روغن زیتونی جو چرہ بین کہ ارض کنعان کی پیداوار تھیں ان کا مبادلہ مسردالون کے غلہ اور دمان کی نفیس لہل سے نفع بخش طریقہ سے ہو جایا کرتا تھا۔ جب تجارت کی ضرورتیں وسیع ہوئیں تو ان فنیقی لوگوں نے جو ان دنوں دنیا کے سب سے بڑے تاجر تھے جہاز بنائے۔ اور تاجرانہ سفر اختیار کر کے ممالک دور دراز میں پہنچنے لگے۔ وہ سونا اور چاندی شہتم (یعنی اشیائے کوچک) اور ترشیش (جس سے یقیناً ملک ہسپانیہ مراد ہے) سے لایا کرتے تھے۔ ادھر صحرا نورعربوں کے قافلہ فنیقی سوداگران کے قافلہوں سے آگے ملنے لگے۔ جو اپنے مغرب کی طرف کیڑا زار افریقہ سے جاہلات اور ماہتی دانت اور مشرق کی طرف کسواصل ہند سے سونا تلاش کر کے لایا کرتے تھے۔ چنانچہ اسی تاجرانہ لین دین اور کاروبار نے فنیقی لوگوں کے دولتی شہروں طائر اور زدون کو تجارت کی بہت بڑی بار و بفع منتطیان بنا دیا۔

مگر ان دونوں دولت مند شہروں میں ایک نہایت ہی جاہلانہ بگڑا ہوا اور قابل نفرت مذہب مروج تھا جس کو دیکھ کر حیرت ہوتی تھی کہ اس ابتدائی زمانہ ہی میں نسل حام نے ابلہ سے برحق کی تباہی ہوئے کیش و آئین کو کس قدر جلد ہاتھ سے کھو دیا تھا۔ فنیقیوں میں بدترین قسم کی بت پرستی تھی۔ وہ فصل کو اپنا سب سے بڑا دیوتا مانتے تھے۔ منگل ان کے دیگر دیوتاؤں کے ایک ملوٹ تھا جس کو دنیا میں آسمانی سیارے زحل کی صورت تصور کرتے اور اس پر اپنے دو دھرتیے بچوں کو بھینٹ چڑھایا کرتے۔ سوس دیوتا کی ایک بڑی بھاری برہمنی صورت تھی جس کے آغوش میں دونوں ہاتھوں کے درمیان ایک تو اساتھ اور اس کے نیچے ایک بھٹی تھی جس میں آگ سلگتی رہتی۔ معصوم شیر خواہ بچوں کو وہ اس تو سے پر لیمبا کے رکھ دیتے جس پر سہ ترپ کے وہ نیچے بٹھی میں جا کرتے اور دم بھر میں جل بھن کے خاک ہو جاتے۔ اس ملوٹ کے علاوہ ان کی ایک دیوی اشتوت تھی جس سے ماہتاب عبارت تھا۔ اسے آسمان کی ملکہ کہتے اور اس کی پوجا پڑی۔ دھرم و حام را۔ یہ تھے اس ملک کے عاشق تموز نام ایک اور دیوتا، تباہ جاتا جس کے سامنے فنیقی عورتیں گدبان بکایا کرتے

چڑھاتین موسم خزان میں توڑکی موت کا ماتم کیا جاتا۔ اُس کے سوگ میں عورتیں اپنے سر منڈاتیں اور ہر قسم علامات غم کا اظہار کر کے سوگواری میں پھر اُس کے بعد موسم بہار میں اس اعتقاد کی بنیاد پر کہ تو زرد بارہ زندہ ہو کے اپنی معشرہ سے آملا خوشیاں ہناتیں لگاتیں۔ بجاتیں۔ اذ ناجتیں۔

بنی اسرائیل بعض ضعیف الاعتقاد یاں مصر سے اپنے ساتھ لیتے آئے تھے جو ان میں ایک یہ تک باقی رہیں۔ چنانچہ انہیں کا ایک کرشمہ یہ بھی تھا کہ سامری کے کہنے سے ایک سونے سے بھرتے کی پرستش کر کے گوسالہ پرست بن گئے۔ کیونکہ اُن کا یہ گوسالہ دراصل مصر والوں کے ایسے ماخوذ تھا۔ جس کا شوق اُن کے دلوں سے ہنوز در زمین ہو ا تھا۔ اب یہاں فسق لوگوں کی قربت نے اُن پرست پرستی کا اور اثر ڈالا فسق لوگ ایک ایسی زبان بولتے تھے جو بنی اسرائیل کی زبان سے نہ ملتی تھی۔ اور اُن کی دلتہ ہی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ بنی اسرائیل کے تعلقات لازمی طور پر اُن کے ساتھ زبرد بڑھتے ہی گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خود بنی اسرائیل بھی شرک و بت پرستی میں مبتلا ہو گئے جس سے شریعت موسوی کو قطعی نفرت تھی۔ اور جس سے الگ رہنے کی خدا نے سخت تاکید کر دی تھی

ارض فلسطین میں داخل ہونے کے بعد چار صدیوں تک قہا بل بنی اسرائیل اپنی قوم کے بزرگوں یا قاضیوں کے زیر فرمان تھے۔ اور اُن کا کوئی بادشاہ یا سردار۔ سو اُس حضرت رطلوت اور ذات باری تعالیٰ کے نہ تھا۔ اُن پر خداوند جل و علی کی حکومت استقلال کے ساتھ قائم تھی جس کے موحدانہ احکام انھیں اپنی مقتداؤں اور پیروں کے ذریعہ سے معلوم ہوا کرتے جن کی وہ صدق دل سے تعمیل کرتے۔ کبھی خدا کی مرضی انھیں اُن سرداروں کے ذریعہ سے معلوم ہو جاتی جو شرک و بت پرستی میں مبتلا ہو جانے کی پاداش میں اُن کو ملکہ تین اور کبھی اپنے برگزیدہ بارگاہ الہی پیمبروں کی معجز نمایوں سے۔

فصل چہام

سلطنت بنی اسرائیل (۱۲۹۴ قبل محمد سے ۱۲۹۴ قبل محمد تک)

۱۲۹۵ قبل محمد میں بنی اسرائیل کو اس بات کی تمنا ہوئی کہ قریب و دور کی دیگر اقوام کی طرح وہ بھی کسی بادشاہ کے تابع فرمان بن کے رہیں۔ جس طرح پہلے اُنھوں نے من و مسلہ کی تھی

نعمتین چھوڑ کے کھیتی باڑی اور علم کی آزدگی تھی ویسے ہی اب انھوں نے آزادی کو چھوڑ کے غلامی کی تمنا کی۔ خدا نے اُن کی یہ آرزو پوری کی۔ اور اُس زمانہ کے پیغمبر حضرت سوئیل نے بن یامین کے سبط مین سے ساؤل کو تدبیر کے ذریعہ سے بادشاہ منتخب کیا۔ ساؤل نے خدا کی نافرمانی کی جس کے باعث وہ سلطنت اور تاج و تخت سے محروم کیا گیا فلسطین لوگوں کے مقابل کوہ گلبو کی لڑائی میں جو ولادت سرور کائنات صلم سے ۱۶۲۷ سال پیشتر ہوئی تھی مارا گیا اور اُس کا باہر دیندار بیٹا بھی اُس کے ساتھ ہی قتل ہو گیا۔

اب حضرت داؤد سرور اے سلطنت ہوئے جو خدا رسیدہ پیغمبر اور ساؤل کے داماد تھے اور بنی اسرائیل میں صاحب کین مشہور تھے۔ انھیں تخت پر جلوہ افروز ہوتے ہی بذریعہ دجی آسمانی بتایا گیا کہ تمھاری نسل قائم رہے گی۔ اور تمھاری نسل والے اگر خدا کے عہد کو توڑ دیں گے تو اُن کو لغزش کی سزا چھڑی سے اور گناہ کی سزا تازیانہ سے ملے گی۔

اُن کے بعد ۷۵۰ سال قبل محمد بن حضرت سلیمان تخت پر بیٹھے۔ اور آپ نے اللہ قبل محمد بن بیت المقدس کی مبارک مسجد اقصیٰ کو بنا کے کھڑا کر دیا۔ جس کے لیے بڑے بڑے اہتمام کیے گئے۔ اور جس کا افتتاح بھی عجیب شان و شوکت سے ہوا۔ حضرت سلیمان کے عہد میں اقبال مندی اور دُنیوی سرسبزگی کے جتنے وعدے خدا نے حضرت موسیٰ سے کیے تھے سب پورے ہو گئے۔ انھوں نے فینقی لوگوں کے ملک کو فتح کر کے اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اہل شام و دمشق کو مطیع و باج گزار بنایا۔ بلعین ملکہ سبا آپ کی بی بی اور آپ کی مطیع و منقاد ہوئی۔ الغرض آپ نے اپنی سلطنت کے حدود دریاے فرات سے لے کے سواحل بحیرہ روم اور حدود مصر تک پھیلا دیے۔ آپ کی دولت مندی تمام مابقی بادشاہان ارض سے بڑھ گئی۔ اور آپ کی شان و شوکت اور آپ کے رعب و داب کی یہ کیفیت تھی کہ آپ کی طرف سے جو کوئی نظر اٹھا کے دیکھتا اُس کی نظر خیرہ ہو کے نیچے جھک جاتی۔ علم و حکمت وہ خاص نعمت تھی جو آپ کو بارگاہِ لم یزل سے عطا ہوئی تھی اور جو اُس

عہد میں کے معنی ہیں تیل لگانا۔ بنی اسرائیل میں اُن دنوں یہ بڑا طریقہ عظیم تھا کہ سرزمین تیل لگادین چنانچہ سوئیل نے ساؤل کو بادشاہ منتخب کرتے ہی اُس کے سرزمین تیل لگادیا تھا۔ بلکہ اپنے انتخاب کو اسی طریقہ سے ظاہر کیا تھا۔

زمانے سے آج تک ساری دنیا میں ضرب امثل ہے۔ گاروفات سے پیشتر ہی بذریعہ وحی الہی آپ کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ آپ کے بعد آپ کی سلطنت منقسم ہو جائے گی۔

آپ کی وفات کے بعد ۳۵۸ قبل محمد بن یوہنم اور بنی اسرائیل کے دس سبطوں نے بغاوت کر کے شومرون کی سلطنت قائم کی۔ جسے سامریہ یا ساریہ بھی کہتے ہیں۔ اور جو بنی اسرائیل کی مشرک بت پرست سلطنت تھی۔ یہ تفرقہ پڑتے ہی ارض یہودا کی کمزور سلطنت پر فرعون مصر شیشاک نے چڑھائی کی۔ اس شیشاک کی نسبت بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہی مصر کا فاتح عظیم تھا جو سیسوسطرس کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس کی رتھ کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اُسے صاحب تاج و تخت بادشاہ کھینچا کرتے تھے۔ کیونکہ جو سلاطین و فرمان روا مغلوب و مقہور کیے جانے کے بعد گرفتار کر کے لائے جاتے سونے کی زنجیروں میں باندھ کے اُس کی رتھ میں جوت لیے جاتے۔ اور وہ اُنھیں گھوڑوں کی طرح ہنکاتا۔

مصر کے ایک مقبرے میں ایک کمرہ برآمد ہوا ہے جس کی چھت اور دروازے پر نقش و نگار سے آراستہ ہیں جن کے سلسلہ میں یہ تصویر بنی ہے کہ ایک مصری فاتح نے کسی قوم پر غلبہ حاصل کیا ہے۔ اُس قوم کے چہرے ایسے بنائے گئے ہیں جن سے خیال کیا جاتا ہے کہ یہودی مراد ہیں۔ کیونکہ اہل یہودا کے خط و خال اُس قوم کے چہرے مہرے سے نمایاں ہیں۔ مگر باوجود اس کے سیسوسطرس کی تاریخ اور اُس کا زمانہ بالکل نامعلوم ہے۔ اور ایسی کوئی بات نہیں ملتی جس سے پتہ چلتا ہو کہ اس شیشاک سے وہی سیسوسطرس مراد ہے یا کوئی اور۔

عام طور پر یہ نظر آتا ہے کہ ارض یہودا کی اصلی سلطنت یہود کے مقابل میں سلطنت شومرون کو زیادہ قوت حاصل تھی۔ چنانچہ اُس کے فرمان روا احاب نے فنیقی لوگوں سے ربط و ضبط برپا کیا۔ اور دالون کی ایک شاہزادی جزیل سے شادی کی۔ اور فنیقیوں ہی کی طرح اپنا کاروبار تجارت بھی جاری کیا۔ لیکن اُس کے خاندان کے گناہ ہی اُس کی تباہی کے باعث ہوئے جس کی ایجاب بنی نے پہلے سے جزدے دی تھی۔ چنانچہ اُس خاندان کے سب لوگ بادشاہ جیو کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔

احاب کی بیٹی اثالیہ ارض یہودا کے بادشاہ یورام کی بیوی تھی جب اُس کا بیٹا احازیاہ

احاب کے خاندان والوں کے ساتھ مارا گیا تو اُس نے شاہی نسل کے اور لوگوں کو بھی قتل کر ڈالا۔
صرف ایک یواش زندہ بچا جس سے نسل داؤد دنیا میں باقی رہ گئی۔

اس آئینہ خوبصورت اور شاداب شہنشاہ شوش وائے اہل شام عروج پکڑتے جاتے تھے اور
بنی اسرائیل کی سلطنت شومرون اور سلطنت ارض یہودا دونوں کے خطرناک دشمن بن گئے تھے۔
میں تک کہ دنیا کی جو چار عظیم الشان شہنشاہان ان شہروں کے دیران و مسمار کرنے کے لیے قائم
ہوئی تھیں ان میں سے پہلی سلطنت نے شام والوں کو بالکل پامال کر ڈالا۔

دوسرا باب

۲۸ قبل محمد سے ۳۲ قبل محمد تک

فصل اول

۲۸ قبل محمد سے ۳۲ قبل محمد تک

دونوں عظیم الشان ندیاں حلاہ اور فرات جو آرمینہ کے پہاڑوں سے نکلی ہیں ابتدا میں تو دونوں
ایک دوسرے سے الگ اپنے اپنے راستہ پر بہتی رہتی ہیں۔ پھر رفتہ رفتہ ایک دوسرے سے
قرب ہونے لگی ہیں۔ اور آخر کار ایک میں مل کے اور ایک دھارابن کے خلیج فارس میں گری
جاتی ہیں۔ اور جہاں تک یہ ایک ساتھ مل کے بھی ہیں وہ حصہ شط العرب کے نام سے مشہور ہے۔
جو مسطح اور زرخیز شاداب خطہ زمین ان دونوں ندیوں کے درمیان میں واقع ہے۔ وہی ملک
چاز جرمی شہنشاہوں میں سے پہلی کامرکز حکومت تھا۔

یہ مقام ابتدا میں ان شہنشاہوں کے مملکتوں کا مرکز تھا۔ یہیں سرکش و خدا فراموش بنی آدم کے ہاتھ
سے بابل کا مشہور برج تعمیر ہوا تھا۔ اور یہیں حام بن نوح کے پوتے اور کوش کے بیٹے
نمروڈ نے اپنی سلطنت قائم کی جس کا دار السلطنت شہر بابل تھا۔ اور اُس کے ایک سردار آشور
دریائے دجلہ کے کنارے شہر نینوا بسایا جس علاقہ کا نام اُسی کی نسبت سے آشور یا نینوا گیا۔

۳۲ قبل محمد سے ۲۸ قبل محمد تک اور نینوا کی شہنشاہان مراد ہیں۔

اسی نقطہ اشوریہ کو مغرب والوں نے بدل کے اسیر یا کر دیا ہے۔

فیو ایک بڑا بھاری عظیم الشان شہر تھا۔ اس کا رقبہ اتنا بڑا تھا کہ ایک بہت بڑا قطعہ زمین اس کے اندر آگیا۔ اس کے چاروں طرف ایک ایسی عجیب و غریب شہر بنایا تھی جس کی دیواروں کا آثار قیاس سے باہر بتایا جاتا ہے۔ یہ دیوار ایسی اینٹوں سے بنی تھی جو تارکول میں مٹی گوندھ کر تیار کی گئی تھیں۔ اس لیے کہ اس قرب و جوار میں تارکول کی بہت کثرت تھی۔ اس شہر میں بڑے بڑے قلعہ دیواریں تعمیر ہوئے تھے ان کی دیواروں پر نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ کثرت سے مورتیں کھدی ہوئی تھیں۔ محلوں صحنوں میں جا بجا بڑے بڑے قوی ہیکل بُت اور پر دار شیروں اور بیلوں کی مورتیں قائم تھیں جن کا دیکھنے والوں کے دل پر بڑا رعب پڑتا تھا۔

تورہ کی پوری دو کتابیں اسی شہر فیو کے بیان میں ہیں جن سے اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ خدا سے دھرو لاشریک کے پیغمبر بیان مبعوث ہوئے۔ اور ان کی عزت بھی کی گئی۔ اور اگر اور کبھی نہیں تو حضرت یونس کے عہد میں یہ شان تو حید ضرور نظر آگئی۔

صوبہ بابل۔ اور صوبہ سیدیا (جو فیو سے مشرق کی طرف ذرا ہٹ کے ہے) دونوں فیو کے زیر نگین تھے۔ اور اس کے قبل محمد بن بیان کے فرمان روا شکلا نصر نے بنی اسرائیل کے دس نافرمان سبطوں یعنی ان کی گناہگار مفسرک سلطنت پر یورش کر کے دار السلطنت کا محاصرہ کر لیا۔ اس لیے کہ ان کی نافرمانی کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا۔ اور خدا کو انھیں سزا دینا منظور تھا۔ چنانچہ یہ محاصرہ قائم رہا۔ یہاں تک کہ شکلا نصر کا بیٹا شاہ سرعان ان دسوں سبطوں کو اسیر کر کے کھڑے کیا۔ ان میں سے کچھ تو فیو میں رکھے گئے اور کچھ میدیا میں بھیج دیے گئے۔

اس کے بعد سناخریب بادشاہ ہوا جس نے قرب و جوار کے تمام شہروں کو مغلوب و متہور کر کے اپنا مطیع و منقاد بنا لیا۔ فیثقیں کے چند شہر بھی فتح کر لیے۔ اور آگے بڑھا کہ مصر میں پہنچ و دولت فراغت کو اپنے زیر نگین کرے۔ اسی یہود یعنی بیت المقدس کا علاقہ چونکہ راستہ ہی میں پڑتا تھا اس لیے اس نے اپنے ایلچی "رب شاہ" کو خاص شہر یرشلیم میں بھیجا اور اس کے ذریعہ سے یہود کو حکم دیا کہ "میرے آگے ہتھیار ڈال دو" اور کمال تکبر و دلیری سے یہاں ہاتھ کئے کہ

”جس خدا پر تمہارے بنی جزقیا کو بھروسہ ہے وہ تمہیں میرے ہاتھ سے نہیں بچا سکتا۔“
 یروشلم (بیت المقدس) میں جیسا امن و امان ان دنوں قائم تھا کبھی نہ تھا۔ سنا خرب نے
 جو قراکھی کا ایک منظر تھا اس سے بڑھ کر کوئی کارروائی نہیں کی۔ اور ارض یہود کو
 جھوڑ کے چلے جانے کو تھا کہ خبر آئی بادشاہ حبشہ اہل مصر کی حمایت میں سکے مقابلہ کو آ رہا ہے۔
 یہ سنتے ہی سنا خرب بادشاہ عزت برہم ہوا۔ اور آمادہ ہو گیا کہ حبشیوں سے پہلے یہود سے پٹ
 لے۔ چنانچہ جلد ہی جلدی کوچ کرتا ہوا چلا کہ اہل حبشہ کے آئے سے پیشتر ہی جزقیا پر حملہ کر کے ارض
 مقدس پر قبضہ کر لے۔ مگر اپنی تباہی کے خلاف اسے میدان جنگ کی صورت دیکھنا بھی نصیب
 ہوا۔ اور ایک معجزہ طریقہ سے یہ قدرت اگلی نظر آئی کہ ایک ہی رات میں سنا خرب کے ساتھ
 لشکر کا قطع وقوع ہو گیا۔ اور صبح کو دیکھا تو سب مرے پڑے تھے۔

سنا خرب کا کام دنامراد سہما اور گھرا یا ہوا۔ نینو امین پہنچا تھا کہ خود بھی اپنے دو بیٹوں کے
 ہاتھ سے مار ڈالا گیا۔ اور اُس کا تیسرا بیٹا السیر حدون باپ کی جگہ تخت پر بیٹھا۔ اس تاجدار نینو
 نے اپنے بیٹے کو اس کام پر مامور کیا کہ اس سلطنت کو نینو سے میدیا میں منتقل کر دے۔ کیونکہ اُسے
 یقین تھا کہ نینو پر عذاب انہی نازل ہونے کی پیشین گوئی ان ضرور پوری ہون گی۔ اور جیسا
 اندیشہ تھا ویسا ہوا بھی۔

نینو کا آخری تاجدار یونانی مورخ ہیروڈوٹس کے بیان کے مطابق بادشاہ سہرانا
 پولیس تھا۔ مگر اُس کا اصلی نام سہراقس معلوم ہوتا ہے۔ یہ ایک نہایت ہی عیش پرست بادشاہ
 تھا۔ اُس کی آرام طلبی اور عیش پرستی اس درجہ تک بڑھ گئی تھی کہ اُس کی نظر میں عام قسم
 کی دلچسپیاں بھی کثرت انہماک سے بے مزہ ہو گئی تھیں۔ خوشی کوئی بنا طر فہ عیش بتاتا یا نیا سامان
 عشرت لائے فراہم کر دیتا اُسے بڑے بڑے انعام ملتے۔ مہات سلطنت میں مشغول ہونے
 کے عوض اُس نے اپنی بی بیوں اور حرمون کی صحبت اختیار کی جنہیں ساتھ لے کے وہ
 اپنے محل میں بند ہو کے بیٹھ رہا۔ اور اُن کی صحبت و مذاق کا اُس پر بیان تک اثر ہوا کہ خود بھی
 عورتوں ہی کی سی حرکتیں کرنے لگا۔ اُنہیں کے سے کپڑے پہنتا۔ اُنہیں کی طرح بیٹھ کے چرخا
 کاتا۔ کپڑا بنتا۔ اور کشیدہ کاڑھتا۔

اس غفلت کا لازمی نتیجہ تھا کہ صوبجات میدیا اور صہیل کے ماتحت حکمرانوں نے بغاوت کر دی۔ اور اپنی متحدہ فوجوں کے ساتھ آکے سلطانہ قبل محمد بن شہر نینا کا محاصرہ کر لیا۔ مگر ان دشمنوں کا سربراہ پونچیا بھی سرقس کو خواہ غفلت سے نہ چمکا سکا۔ اس لیے کہ بت پرستوں کی تاریخوں میں جو پیشین گوئی درج تھی کہ ”نینا پراس وقت تک آریخ نہیں آسکتی جب تک دریا اس کی دشمنی پر نہ آمادہ ہو جائے“ اس پر اسے پورا بھروسہ تھا۔ غالباً یہ ناحوم کی پیشین گوئی تھی جو کہتے تھے ”دریا دن کے پچھلک کھل جائیگا“ اور ایوان شہر یاری دھوا دیا جائے گا۔“

سرسقس اسی دھوکے میں پڑے کہ برابر مزے اڑاتا اور شہر امین لٹا دھاتا رہا۔ یکایک خبر پہونچی کہ ”کیجیے دریا سے دجلہ چڑھتا چلا آتا ہے اور شہر نینا کا ایک حصہ منہدم ہو گیا۔“ یہ سننے ہی اس کے ہاتھوں کے توتے اڑ گئے۔ اور اب اسے یقین آیا کہ میرا وقت آکے برابر ہو گیا ہے۔ لیکن ہزار غفلت ہو اس میں ایک شاہی آن ضرور موجود تھی۔ دل میں ٹھان لی کہ میری موت کو بھی دلیا ہی نمایاں ہونا چاہیے جیسی کہ میری زندگی رہی ہے۔ یہ ارادہ کرتے ہی محل میں آگ لگا دی۔ اور اپنی تمام بی بیوں۔ حرموں۔ اور خزانوں کے ساتھ جل جہنم کے خاک ہو گیا۔ اس زمانے کے بعد کچھ بھی اس عظیم الشان شہر کا تذکرہ سننے میں نہیں آتا۔ لوگوں کو بالکل یہ بھی بھول گیا تھا کہ وہ کہاں تھا اور کس جگہ تھا۔ جستجو کرنے والوں کو اس میں بھی شبہ تھا کہ دریا سے دجلہ کے کنارے جو مٹی اور بلے کے ڈھیر پڑے ہوئے ہیں وہ نینا ہی کے ہیں یا کسی اور شہر کے۔ لیکن ادھر آخر زمانہ میں یہ ڈھیر مٹائے گئے اور پراسے آثار کھنڈہ گئے۔ نو عظیم الشان شہر نینا کے پر شوکت کھنڈر نمودار ہوئے۔ جو اس بالوادر مٹی کے انبار کے نیچے دفن تھے جسے ریگستان کی ہواؤں کے جھونکے اور آندھیاں ہزار ہا سال سے جمع کرتی رہی تھیں۔ آگ میں جلنے ہوئے محل۔ شیردن کی مور تین۔ سنے اور پراسے ایوان بن کے درو دیوار پر نقش و نگار بنے ہیں۔ یہ سب چیزیں خاک کے نیچے دبئی پڑی ہیں تاکہ اس آخر زمانہ میں آشکارا ہوں۔ اور توراتہ کے تاریخی بیانوں کی تصدیق کریں جو وحی والہا نے فرامیہ سے انبیاء سے سلف کو بتائے گئے تھے۔

فصل دوم

بابل (۳۳۰ قبل محمد سے ۳۳۰ قبل محمد تک)

ہنوا کے زوال کے بعد شہنشاہی اسیر یا کامرگر فرمان روائی شہر بابل قرار پایا۔ دریاے فرات اُس شہر کے اندر سے ہو کر گزرا تھا۔ اور یہ اتنا بڑا شہر تھا کہ معلوم ہوتا گویا شہر نہیں بلکہ پورا ایک ضلع ہے جس کے گرد شہر نہاہ کھنچ کے قلعہ بندی کر دی گئی ہے۔ نصف سے زیادہ حصہ شہر میں میدان اور باغ تھے۔ اور اُن قب کے مجموعہ یعنی پورے رقبہ کے گرد ایسے چوڑے آثار کی دیوار تھی کہ اُس پر تین رشتیں برابر برابر نہایت سہولت کے ساتھ دوڑ سکتی تھیں۔ شہر میں داخل ہونے کے لیے برابر کے فضل سے فصیل میں ایک سو برنجی بچھا ملک لگے ہوئے تھے جن سے اس سلطنت کی دولت و شوکت کا عجیب اندازہ ہوتا تھا۔ اور بڑے بڑے ٹوٹ کے پھاٹک دریا کی جانب بھی قائم تھے۔ جو دن بھر کھلے رہتے اور رات کو بند کر دیے جاتے۔

اس شہر کے ممتاز ترین عجائبات میں وہ عوض اور نہرین تھیں جو اس غرض سے بنائی گئی تھیں کہ پہاڑوں کی برف کے گھٹنے سے جب دریاے فرات میں طغیانی ہو تو ان نہروں اور حوضوں کے ذریعہ سے پانی تقسیم ہو کے سیلاب کا زور ٹوٹ جائے۔ شہر کے عین وسط میں بعل کا مندر اور عالی شان شاہی محل تھا۔ یہی بعل کا مندر برج بابل کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس عالی شان محل سے متصل اُس کے باغ اور چمن تھے یہیں بابل کے ایک قدیم تاجدار نے اپنی چاہتی ملکہ کی دلچسپی اور سیر کے لیے ایک مصنوعی پہاڑی بنوائی تھی۔ یہ ملکہ چونکہ میدیا کی شاہزادی تھی اور اپنے وطن کی پہاڑیوں کی یاد میں کھلی جاتی تھی۔ لہذا اُس کی دلداری کے لیے یہ پہاڑی بنوائی گئی۔ جو آج تک دنیا میں باوجود اتنی تر تریوں اور ایسے ایسے کمالات انجینیری کے نہایت حیرت انگیز چیز تصور کی جاتی ہے۔ اس کے پہلوؤں پر منتخب قسم کے درخت اور جھاڑیاں لگائی گئی تھیں۔ چمن درجہ بدرجہ ایک دوسرے سے بلند ہوتے گئے تھے یہاں تک کہ آخری چمن نہایت ہی اونچا اور گویا پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہوا تھا۔ یہی باغ ہے جو بابل کا ہوائی باغ کہلاتا ہے۔

اس شہر کے عظمت و جلال کے متعلق اسی طرح کی اور بھی بہت سی باتیں جہن معلوم ہو سکی ہیں جن کی بنیاد پر اگلے دنوں گویا شہر بابل کو دعویٰ تھا کہ میں ساری دنیا کے شہروں کا سترج ہوں اور جسے تو رزمین نیز بہ اعتبار دولت و ثروت اور نیز بہ لحاظ زوال و تباہی اس دنیا کا ایک مکمل نمونہ قرار دے کے اُس کی حالت نمایان طور پر دکھائی گئی ہے۔

خیال کیا جاتا ہے کہ کلدانی لوگ جو نینہ کی تباہی کے وقت بابل پر مصروف تھے قدیم قوم اسیر یا سب سے تعلق نہ رکھتے تھے۔ بلکہ شمال کی اُن خانہ بدوش قوموں میں سے تھے جنہوں نے پہلی قوم کو فتح کیا۔ اور سلسلہ قبل محمدین شہر بابل کو اپنا مستقر سلطنت قرار دیا۔ نینوس اور زبوست فاتح ملکہ سمیرامیس کے متعلق بہت سے قصہ بیان کیے جاتے ہیں۔ مگر یہود کے بادشاہ خرقیا سے پیشتر کے شاہان بابل کے متعلق جہن کوئی امر بتین طور پر نہیں معلوم ہو سکتا۔ خرقیا کے پاس شاہ بابل میرودارخ بلادن اُس وقت پہنچا جب کہ خرقیا بیماری کے بعد بھت یاب ہو ا تھا۔ کلدانی لوگ بڑے ستارہ شناس تھے۔ اور غالباً جاند کے مینوں کے خلاف آفتاب کی رفتار میں حیرت انگیز تغیر ہوتے دیکھ کر اُنھیں اجرام فلکی پر غور کرنے اور اُن کے جدا جدا حرکات کا تہ لکائے کی طرف توجہ ہوئی۔

خرقیا کا نریر بنیا منسہ سلسلہ قبل محمدین گرفتار کر کے بابل میں لایا گیا۔ اس اسیر کی سبب وہ اپنے اعمال پر بچھتا یا اور زبام ہو تو پھر اپنی سلطنت پر بحال کر دیا گیا۔ اگرچہ بظاہر اُس کو اپنی سلطنت پھر مل گئی تھی۔ مگر ارض یہود کے خلاف قسمت کا فیصلہ ہو چکا تھا چنانچہ اس صدمہ کے بعد سلطنت ارض یہود کو پھر بنیامین نصیب ہوا۔ اس زمانہ میں خیال کیا جاتا ہے کہ خود نے ہو لو فریس کو قتل کر کے علاقہ بھتولیا کو اُس کے دشمنوں کے پنجے سے چھڑایا تھا۔ منسہ کے بعد آمون شاہ یہود کے جہلم نے سلطنت ارض یہود کا پیمانہ لبریز کر دیا۔ اور حق پرست یوشع کو جو اُس زمانہ کے پیغمبر تھے پوری طرح یقین تھا کہ تم یہود کے خلاف تقدیر کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اُس عہد کے واقعات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی بادشاہ آمون کلدانیوں کا خراج گزار ہو چکا تھا۔ اور اُنھیں کی طرف سے غالباً شومرون کے اُس منصہ پر بھی قابض تھا۔ جہاں کہ یرد بعام کی قربان گاہ یعنی اُس کا

معبداً کیا جا چکا تھا۔ بنی اسرائیل میں ان دنوں جو پیغمبر تھے وہ عموماً ہی مشورہ دیا کرتے تھے کہ یہودی کلدانیوں کی اطاعت کریں۔ اور مصر والے آگے بڑھیں تو ان کے مزاحم ہوں۔ اور جب شاہ مصر فرعون بنو نے ارض یہود میں سے گزر کے شنشنا ہی اسیر یا یعنی بابل والوں پر حملہ کرنا چاہا تو آمون نے اپنی فوجیں جمع کیں۔ مقدو کے میدان میں مصریوں سے مقابلہ کیا۔ اور ان کے ہاتھ سے مارا گیا۔ جو شکستہ قبل مجر کا واقعہ ہے۔ قوم کی جانب سے اتنی بڑی قربانی چڑھانے کے باعث سردست بلا ٹل گئی۔

آمون کا بیٹا یہو اھاز باپ کی جگہ سر پرسلطنت پر بیٹھا ہی تھا کہ تخت سے اتارا گیا۔ اور فرعون نیو اسے پابز بخیر کر کے مصر لے گیا۔ اور اس کی جگہ یہو اکیم کو ارض یہود کے تخت پر بٹھا دیا۔ فرعون کے واپس جاتے ہی تخت نصر نے یورش کر کے یرشلیم پر قبضہ کر لیا۔ اور بہت سے یہودیوں کو پھڑ لے گیا۔ سخت نصر کے جانے کے بعد یہو اکیم نے غالباً فرعون کی مدد کے بڑے پر پھر بغاوت کر دی جس پر یکڑ کے اہل بابل نے پھر یرشلیم کا محاصرہ کیا۔ بیت المقدس محصور ہی تھا کہ یہو اکیم مر گیا اور اس کا بیٹا یہو اشیم جو باپ کے تخت و تاج کا وارث ہوتا مع اپنے بہت سے امرا اور مغربی قوم کے گردنار ہو کے بابل پہنچا۔ اور اسی یورش میں مہمل سلیمانی یا معبد رتبانی کی بہت سی دولتیں لوٹ لی گئی۔

یہودیوں کے پچھلے بادشاہ صدقیہ نے باوجودیکہ ارمیا نبی بہت متنبہ کرتے رہے ایک نہ سنی۔ اور مصر والوں کے وعدوں پر بھڑسا کر کے بابل والوں سے پھر بغاوت کر دی۔ اس کے نتیجہ میں بابل والوں نے اس کے پھر بیت المقدس پر حملہ کیا۔ بابل کا بادشاہ نبخت نصر مشہور ظالموں میں سے جس کے مظالم جریرہ عالم پر خون کے حرفوں سے شرت میں وہ مسلسل بارہ مہینہ تک اس محترم شہر کا محاصرہ کیے پڑا۔ جس زمانہ میں کہ قحط کی بدولت شہر والوں نے سخت مصیبتیں برداشت کیں۔ آخر کار نبخت نصر فتحیاب ہوا۔ اس کے لوگوں نے یورش کر کے شہر کو فتح کر لیا۔ قبرست تا حصار یہود صدقیہ کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا کہ پہلے اس کے بیٹے اس کی آنکھوں کے سامنے جان سے مارے گئے۔ پھر اس کی آنکھیں نکال لی گئیں۔ اس کے بعد پٹیا گیا۔ اور پھر اسیر کر کے شہر قبل محمد میں پابز بخیر بابل روانہ کیا گیا۔

بیت المقدس کے بعد بخت نصر نے شہر طائر کا نام دیا جس کی تباہی کی خبر خرقیل نے
چمکے تھے۔ یہ ایسا زبردست شہر تھا کہ بابل والے تیرہ برس تک محاصرہ کیے پڑے۔ اور
کلدانی لشکر نے سیم بہت سے عداوت بھی اٹھائے۔ لیکن آخر کار کامیاب ہوئے اور ایسے
جلے ہوئے تھے کہ کھج پاتے ہی سارے شہر کو ڈھا کے مسمار اور بالکل تباہ ویران کر دیا۔ شہر کے
باشندوں میں سے اکثر جو جان بچا کے بھاگے انھوں نے ساحل کے قریب ایک چھوٹے سے
جزیرہ میں جا کے پناہ لی۔ وہاں انھوں نے ایک نیا شہر بسالیا جو تھوڑے ہی دنوں میں دولت
اور سامان عیش کے اعتبار سے پہلے تباہ شدہ طائر کا ہم رتبہ ہو گیا۔

اب طائر کی مہم سے بھی فراغت کر کے بخت نصر نے مصر پر چڑھائی کر دی۔ جہاں بے بہت
سے کشتیوں نے پناہ لی تھی باوجودیکہ ارمیا بنی بابا اور اخیان و ہان جانے سے منع کرتے رہے
تھے۔ بابل والوں نے چند ہی روز میں ساری مملکت مصر پر قبضہ کر لیا۔ اور یہی زمانہ ہے جس کے بعد
مصر کو پھر بھی کوئی وطنی حکمران نہیں نصیب ہوا۔

ان دنوں جبکہ بابل کا ستارہ اقبال نہایت اوج پر تھا وہاں کا مشیر اعظم ایک ایسے
اسرائیلی غلام تھا جو شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ حضرت دانیال بنی مائے خیمین ایک
معجز نما امام کے ذریعہ سے دنیا کی آئندہ قسمت بتا دی گئی تھی۔ تورات میں جو کتاب ان کی جانب
منسوب ہے اُس میں بخت نصر کے کبر و نخوت اور اس کے بعد اُس کی تباہی کی کیفیت درج
ہے۔ اقبال محمد بن بخت نصر نے دارالبحر کی راہ لی۔ اور اُس کا پوتا بیل شمر بابل کا فرمان روا
ہوا جو کہ وہاں کا پچھلا تاجدار تھا۔

تیسرا باب

شہنشاہی فارس۔ (۳۰۰ قبل مجری سے ۸۲ قبل مجری تک)

فصل اول

کرے سوس کی تباہی۔ (۳۰۰ قبل مجری سے ۱۹ قبل مجری تک)

سلطنت نینوا سے بغاوت کرنے کے بعد میدیا والے ایک آزاد اور زبردست قوم بن گئے تھے۔

اُن کا پہلا بادشاہ ڈیوسیس تھا جس کا خاندان مدیٹھ اُن لوگوں پر حکومت کرتا رہا۔ ایرانی لوگ خواہ اُن لوگوں سے تعلقات دوستی رکھتے ہوں یا اُن کے زیر فرمان ہوں اُن پہاڑوں میں آباد تھے جو بحر خزر اور خلیج فارس کے درمیان میں واقع ہیں۔ اور اُن قدیم الایام میں وہ میدیا والوں سے بہت متماثر تھے۔ اس لیے کہ میدیا والوں نے اسیریا کے سامان عیش و عشرت اور اُن کے تمدن کو کُلیتہً اختیار کر لیا تھا۔ بغلات اُن کے ایرانیوں کی قوم ایک جفاکش اور جنگجو قوم تھی۔

یہ لوگ اپنی اولاد کو ساری زندگی کی تعلیم و تربیت دیتے۔ اور اُنھیں بڑے ضبط و تحمل کے ساتھ لڑائی کی تختیاں برواشت کرنے کا عادی بناتے۔ یہ عام طور پر شہور تھا کہ اُن کی تعلیم میں یہ باتیں شامل تھیں کہ کمانوں کے چلنے میں کھڑے رہنا، دیر پر سوار ہونا۔ اور سرج بولین۔ اُن کا مذہب بھی اس قدر زیادہ غارت نہیں ہوا تھا جتنا کہ قرب و جوار کی دیگر اقوام کا تھا۔ اگرچہ وہ بت پرستوں ہی کی طرح طلوع ہونے والے سورج اور آگ کی پرستش کرتے مگر اس طرح نہیں کہ ان چیزوں کو خدا ماننے ہوں۔ بلکہ اُن چیزوں کو اُس مجبور اور نورانی ذات وحدہ لا شریک کے علامات تصور کرتے تھے۔ اُن کے مقتدیایان دین "ماجی" کہلاتے۔ اور اُنھیں کے تعلقات کی بنا پر اُن کا لقب مجوس پڑ گیا تھا۔ یہ مذہب چند ممتاز لوگوں کے ذم سے آج تک زندہ موجود ہے۔ اور اس کا بانی اور سب سے بڑا اور پہلا ہادی زرتشت تھا۔

اس قوم میں پہلا زبردست نامور سائس تھا جس کا صحیح نام کیمر ہے۔ یہ نام ایک پڑا ہے۔ فارسی لفظ سے ماخوذ ہے جس کے معنی، آفتاب کے ہیں۔ وہ ایک فارسی فرمان ردا کا بیٹا تھا۔ اور میدیا کے بادشاہ اسٹیاغیس کی بیٹی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ اُسے اپنے قومی مذاق کے مطابق جماعتی اور مستعدی کی زندگی بسر کرنے کی تعلیم ہوئی تھی۔ غنچوان شباب ہی میں وہ میاکی دارالسلطنت شہر اقباطنہ میں چلا آیا۔ باہا میدیا والوں اور نیز اپنی قوم کے لوگوں یعنی ذاریوں کی حکومت حاصل کر کے اُس نے شمال و مغرب کی تمام چھوٹی چھوٹی قوموں کو مغلوب کر دیا۔ اور یہاں تک عظمت حاصل کی کہ اُس کی رعایاں دیکھ کے بادشاہ گری سوس کو اُس پر حسد کیا جو چھ زمین ایشیا ماغر سے نام سے منسوب ہے اُس میں لیڈیا ایک نہایت ہی زرخیز صوبہ تھا۔ اُس کے پہاڑوں میں کئی جگہ سونے کی کانیں تھیں اور دریائے "پگ" تو اُس کی ریتی میں

اکثر مقامات میں سونا پیا جاتا تھا۔ انھیں اسباب سے یہاں کے فرمان بردار گئے عس کو اپنی دولت مندی پر ناز تھا۔ اور شان و شوکت کے اظہار کو پسند بھی کرتا تھا۔ لیکن اس اخلاقی کمزوری کے ساتھ وہ ایک شریف نفس قابل عزت اور علم دوست فرمان روا تھا۔ کہتے ہیں کہ اسے سب (یوزاسن) نے جو ایک ہوشیار غلام تھا اور جس کی صورت بگاڑ دی گئی تھی اسی بادشاہ کو نفع پہنچانے کے لیے بہت سے قصہ ملا کے تالیف کیے تھے جو اُس کے بعد سے ہمیشہ کے لیے ضرب اہل بن گئے۔

دوسرا نامور شخص جو اُس کے دربار میں آیا وہ سولن تھا جو یونان کے سات مستند عطا میں شمار کیا گیا ہے۔ کرمی سوس نے سولن کے سامنے اپنے خزانہ کی تمام زرق برق چیزیں پیش کیں اور اس کے بعد یہ سوال کیا کہ ”آپ کے نزدیک سارے آدمیوں میں کس شخص کو زیادہ مسرت حاصل ہے؟“ اس کے جواب میں سولن نے ایک یونانی شخص کا نام لیا جو ایک خاموش بکا رکھ اور امن و امان کی زندگی بسر کر کے اپنے ملک کی حمایت میں مارا گیا تھا۔ کرمی سوس کو تو یہ خیال تھا کہ سولن جو اب میں میرا نام لے گا۔ یہ خلاف توقع جواب پا کے پوچھنے لگا ”اچھا تو بتائیے کہ اُس شخص کے بعد سب سے زیادہ مسرت کسے حاصل ہے؟“ اب کی سولن نے دو نوجوانوں کے نام لیے جنھوں نے اپنی امان کے ساتھ ایسی خالص محبت کا برتاؤ کیا تھا کہ اُس نے انھیں دعا دی تھی کہ جنت اپنی جتنی نعمتیں دے سکتی ہو وہ سب تمھیں اُس کے عوض میں ملیں۔ مان یہ دعا ملے ہی رہی تھی کہ وہ دونوں لیٹ کے سو گئے۔ اور اُن کی یہی بنید ایک پُر امن موت ثابت ہوئی۔ یہ جواب سُن کے کرمی سوس دل میں بہت کراہا کہ یہ عقلمند شخص میری دولت کی کچھ وقعت نہیں کرتا۔ آخر عاجز ہو کے پوچھا ”تو کیا آپ کے نزدیک مجھے مسرت نہیں حاصل ہے؟“ اِس پر سولن بولا ”افسوس! جو شخص دنیا میں ہنوز زندہ موجود ہو اُسے مسرت کیونکر کیا جاسکتا ہے؟“ اِس واقعہ کے دو سال بعد کرمی سوس کو سولن کے اِس جواب کی سچائی مجبوراً مانی پڑی جبکہ اُس کا بڑا بیٹا ایک حادثے کی نذر ہوا۔ اور اُس کے تھوڑے ہی دنوں بعد اسے میدیا والون اور فارسیوں کے مقابلہ پر جا کے میدان جنگ گرم کرنا پڑا۔ میدان تمبر میں اُسے فارسیوں نے سخت شکست دی۔ اور بڑھ کر اُس کے دار السلطنت شہر سارڈیس کا محاصرہ کر لیا۔ تھوڑے ہی زمانہ کے محاصرہ میں لیڈیا اور اُسے مقابلہ کی تاپ نہ لاسکے۔ اور

سائرس نے یورش کر کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ اور گریسوس کو گرفتار کر کے حکم دیا کہ وہ آگ میں زندہ جلا دیا جائے۔ اس حکم کی تعمیل کے لیے لکڑیوں کی تپاتیاں رکی گئیں۔ اور گریسوس زنجیروں میں جکڑ کے اُس پر بٹھا دیا گیا۔ اس نازک گھڑی میں ایک بہک اسے بولنے کا قول یاد آیا کہ جو نبیا میں زندہ موجود ہے سرور نہیں ہو سکتا۔ فوراً دنیوی شان و شوکت کی بے ثباتی کی تصویر اُس کی آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ اور بے تحاشا زور و شور سے چلا اٹھا "ارے سالن! سالن! سالن! سالن!"

یہ آواز سائرس کے کان میں گئی تو لوگوں سے پوچھا یہ کیا کہتا ہے؟ اور جب کسی سے یہ نہ حل ہوا تو حکم دیا کہ اس قیدی کو میرے سامنے لاؤ تاکہ پوچھوں کہ یہ اُس نے کیا کہا۔ لوگ اُسے چارپے اُٹھائے سائرس کے سامنے لے گئے اور جب اُس نے اپنا اور سالن کو قہقہہ بھانپا کیا تو سائرس پر بڑا اثر پڑا۔ دنیاوی عظمت و شوکت خود اُس کی نظر میں حیر ہو گئی فوراً گریسوس کا تصور معاف کر دیا۔ اور اتنے ہی پر کفایت نہیں کی۔ بلکہ اسے اپنا مور و عنایت اور منہ خاس بنا لیا۔ اور دل میں خیال کیا کہ اُس کی مصیبت مجھے اس بات کا سبق ملے گی کہ اپنی موجودہ قوت و عظمت پر زیادہ بھروسہ نہ کروں۔

فصل دوم

زال بابل (من قبل محمد سے قبل ۱۰۰۰ سال قبل از ہجرت)

اس فتح کے بعد سائرس نے شہنشاہی اسیریا کی طرف توجہ کی۔ اور شہر بابل کا محاصرہ کر لیا۔ اہل بابل کو اپنے شہر تباہ کی مضبوطی پر اس قدر غرور اور ناز اور شہر کے اندر والے کھانوں کی پیداوار پر اس قدر بھروسہ اور اطمینان تھا کہ سائرس کی اس اہم العزمی کو آنکھوں نے تارت کی نظر سے دیکھا۔ اور مستحضر کی راہ سے اور زیادہ عیش و عشرت میں مشغول ہو گئے۔ اللہ جل شانہ کی جانب سے بابل کی تباہی کی خبر بہت پہلی ہی پہنچی گئی تھی اور سائرس جس کا نام دوسو برس پیشتر سے اس اہم العزمی کے کام کے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ اُسے ان خود پرست لوگوں پر غالب آنے کے لیے مناسب تدبیریں بھی بتادی گئیں۔ اُس نے اپنے آدمیوں سے نالباں اور نہرین کھدوائیں جن میں دریا کا پانی بٹھ آیا۔ اور وہ زمین نکل آئی جس پر دریا بہ رہا تھا۔ لیکن اب بھی

وہ برہنہ پھاٹک اُس کے سدرہ تھے جن کے ذریعہ سے دیا کی روک کی گئی تھی۔ مگر قبسمی سے شہر الے عیش و عشرت کی ضیافتوں اور دھوم دھام کو جلسوں میں اس قدر مصروف تھے کہ ان پھاٹکوں کے بند کرنے کا کسی کو خیال بھی نہ آیا۔ اور وہ کھلے پڑے رہ گئے۔ حضرت اشعیا بنی کی زبان سے یہ خوفناک پیشین گوئی ظاہر ہو چکی تھی کہ ”میں دو بیٹوں والے پھاٹکوں کو کھول دوں گا اور بادشاہوں کے شیروں کو چھوڑ دوں گا!“

جس رات کو فارسی لوگ دھادے کی تجویزین کر رہے تھے شہنشاہ بابل بلشئیر کا جشن طرب منہ بے پر تھا۔ اور بنی اسرائیل کے معبد یعنی ہیکل سلیمانی کے مقدس ظرف و دعوت کی ضرورتوں کے لیے منگوائے گئے تھے اُس کے عیش کو پہلے تو اس بات سے منع فرمایا کہ ناگمانی اور پر ایک از غیبی تحریر نظر آتی جس کا خوفناک مضمون حضرت دانیال پیغمبر نے بلشئیر کو پڑھ کر سنایا اس لیے کہ وہ اُس کے شیر سلطنت تھے۔ اس کو چند ہی گھنٹہ گزرے نہون گئے کہ ناگمان سائرس اپنی اُلوالغرم دین مندوج کے ساتھ شہر کے بیچ بیچ میں نمایاں ہوا۔ شہر میں گھستے ہی اُس نے یوریش کر کے بلشئیر کو قتل کر ڈالا۔ اور اہل شہر پر تلوار بلند ہو گئی۔ دم بھر میں وہ عظیم الشان شہر جس کے عظمت و جبروت کے افسانے آج تک حیرت کے الفاظ میں بیان کیے جاتے ہیں مغلوب و مقہور ہو گیا۔ اور اُس کے مغلوب ہوتے ہی ساری ساری قلعہ سائرس کی زیر نگین تھی۔ ایک آنا خانائین زمانہ کا رنگ بدل گیا۔ اور وہ پر شوکت عظمت شہنشاہی مع اپنے تمام صوبوں کے جس میں ممالک شام۔ فینیقیہ۔ اور فلسطین شامل تھے سائرس کے قبضہ میں آ گئی۔ یون سائرس نے فتحیاب ہو کے اللہ قبل محمد میں مشیت ربانی کی وہ خدمت ادا کر دی جس کے لیے وہ منتخب کیا گیا تھا۔ یعنی یہود کو آزادی عطا کی۔ اور بنی اسرائیل کو اجازت دی کہ اپنے اصلی وطن ارض یہودا میں جا کے اپنے قدیم معبد اُنہی کو پھر تعمیر کریں۔

یہ قرین قیاس ہے کہ حضرت دانیال نے سائرس کو حضرت اشعیا کی قدیم پیشین گوئیوں بتادی تھیں جن میں اُس کا نام ان الفاظ میں لیا گیا تھا کہ ”وہ گڑھ یا جسے خداے برتر نے مامور کیا ہے۔“ یہ الفاظ اُن کے خود سائرس نے بھی اپنے گڑھے ہونے کا اعتراف کیا۔ اور کہا کہ ”بادشاہ کو اپنی قوم کا گڑھ یا ہی ہونا چاہیے۔“ چنانچہ بعد کے زمانوں میں یہ اصطلاح

بادشاہوں کے لیے اکثر استعمال کی گئی جو بنی غلب انبیا کی پیشین گوئیوں ہی سے ماخوذ ہے۔
 آزاد می ملنے کے بعد ارض یہودا کے شاہی خاندان کا سرگردہ زرو بابل اور
 اُن کے متذرا سے اعظم یوشع اپنی قوم کو لے کے ارض مقدس میں واپس آئے۔ مگر کبھی
 اُنھیں کسی قسم کے اختیارِ حکومت نہیں ملے تھے۔ کیونکہ اُس وقت سے ارض یہودا دولت
 ایران کا ایک صوبہ تصور کی جاتی تھی۔

فتح بابل کے بعد سائرس کا مامون کیا کر اس جو مید یا دالون میں سے تھا بابل
 میں اقامت گزین ہوا۔ اور گرد و نواح کے ملک پر حکومت کرنے لگا۔ اُس نے بابل دالون
 کے مذہب کو نہایت ضرر پہنچایا۔ اُن کے مندر مسما کر دیے۔ اور بہت بابلی بھاگ بھاگ
 کے ارض عرب میں پناہ گزین ہوئے۔ جن کی نسلیں مدت ہا سے دراز تک قائم رہیں۔ چنانچہ
 یہی لوگ تھے جو وہاں صابئین کہلاتے تھے۔ اور حضرت رسالت کے عمار خیر القرون تک جو تھے۔
 کیا کر اس کی نسبت یقین کیا جاتا ہے کہ یہی وہ بادشاہ ہے جو کتاب الہامی تورۃ میں
 ڈیر یوس (دارا) کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ اُس نے اپنے شہر پارس دربار یون اور شیرین
 کے قریب اُس کے حکم دے دیا تھا کہ حضرت دانیال سینمیر شیرین کے بھٹ میں ڈال دیے جائیں
 فارسی زبان میں لفظ "دارا" کے معنی حاکم اور بادشاہ تھے ہیں۔ یہ اُس کا نام نہ تھا بلکہ ایک
 شاہی لقب تھا مگر یونانیوں کی غلطی سے اُس کے اصلی نام کی حیثیت سے استعمال کیا جانے لگا
 سائرس کے باقی ماندہ حالات نہایت یقین ہیں۔ کیونکہ وہ ہمیں دیونانی مورخین ڈیوڈو
 اور زونین سے ملے ہیں۔ ان دونوں میں سے پہلے کو بچے واقعات کا پتہ لگانے کا موقع ہی نہیں
 حاصل تھا۔ اور دوسرے نے اس کا ارادہ ہی نہیں کیا کہ ایک ایسی تاریخ لکھے جس میں سائرس
 کو ولہا ہی دکھائے جیسا کہ وہ تھا۔ اور اُس کے حالات اُس طرح بیان کرے جس طرح کہ
 کسی بادشاہ کے حالات بیان کیے جانے چاہیے۔ اُس کی تحریک سے ظاہر ہوتا ہے کہ سائرس
 ایک اچھی عمر تک جیا۔ اور نہایت امن و امان اور اطمینان اور فارغ المالی سے اپنے بچوں
 کو عائدانہ نصیحتیں کرتا ہوا مرا۔ بخلاف اس کے ہر د و دوس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس
 سے سید یا دالون یعنی اہل خطا کی ملکہ طوے ریس سے ایک بڑی بھائی لڑائی ہوئی اور اُس

لڑائی میں وہ مارا گیا۔ طومیرس ملکہ نے اُس کا سر کاٹ لیا۔ اور اُسے ایک خون سے بریز
 نچیلے میں ڈال دیا۔ مگر سر کاٹنے سے پہلے اُسے اجازت دے دی تھی کہ تین جن چیزوں کی
 تمنا دہوس ہو پوری کر لو۔

پُرانی فارسی نظموں میں یہ بتایا گیا ہے کہ کچھ بڑی عظمت و جلال اور شان و شوکت
 کے ساتھ نوے برس تک زندہ رہا۔ اس عمر کو پہونچ کے اس نے ارادہ کیا کہ تاج و تخت کو
 چھوڑ دے۔ اور زندگی کے باقی ماندہ ایام خاموشی و بے فکری میں بسر کرے۔ چنانچہ اُس نے
 دوستوں اور رفیقوں کو لے کے پانی کے ایک خوشگوار چشمہ کے پاس گیا۔ اور سب سے نصحت
 ہو کے کہیں چلا گیا۔ جس گھڑی کے بعد سے پھر تہ نہ چلا کہ وہ کیا ہوا اور کہاں گیا۔ اُس کے دوست
 اور وابستگان و اسن اس واقعہ کے بعد ایک مدت تک منتظر رہے کہ وہ بڑی عظمت و جبروت
 کے ساتھ پھر نمودار ہوگا۔ اور مدتوں بادشاہی کرے گا۔ مگر ایسے جانے والے کو ان کا بہت
 انتظار ہوتا رہا کبھی نہیں آئے ہیں۔ فارسی لوگ ایک محترم باپ یا ایک خداوند پیغمبر کی طرح اُس
 کی عظمت کرتے تھے۔ اور مہین بھی اُس کے نام کی عزت ہی کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ اُس کا نام بھی
 اگرچہ اُن بادشاہوں کی فہرست میں ہے جو خدا کی مقبول و منتخب قوم سے نہ تھے۔ مگر اُس نے
 خدا شناس و موحد قوم بنی اسرائیل کو مدت ہمارے دراز کی غلامی کے بعد آزادی دی۔ ارض
 یہود کا خانہ خدا یعنی بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ اُس کی رحم دلی کی بدولت پھر تعمیر ہو کے
 خدا پرستوں کا مرجع و مادی بنی۔ اور یہی سبب ہے کہ تورات کی الہامی کتابوں میں اُسکی
 نسبت اچھے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

مگر باوجود اس کے اُس کا یہ فعل قابل ملامت ضرور ہے کہ بابل کے سے عجیب و غریب
 اور عظیم الشان شہر کو فتح کر کے اُس نے اُس طرح تباہ و برباد کر دیا کہ اُس شہر کا اور اُس کے
 ساتھ فلسفہ اشراق کے پہلے دقیقہ برس ماہر دن یعنی صلیب کا نام ہمیشہ کے لیے دنیا سے مٹ
 گیا۔ سچ یہ ہے کہ بابل کی تباہی سے قدما کی علمی کمائی اور مشرقی الہیات کے علم کو بہت بڑا
 نقصان پہونچ گیا۔ خصوصاً علم ہیأت کو تو نہایت ہی حد تک پہونچ گیا جس کے دنیا میں وہی
 مروجہ تھے۔

فصل سوم

سائرس کے جانشین (سلسلہ قبل محمد سے سلسلہ قبل محمد تک)

اسیر پاکے فتح کرنے کے چند ہی روز بعد ایرانیوں نے اپنی اگلی سادگی اور جفاکشی کی وضع ہاتھ سے کھودی۔ اور وہ عشرت پرستیاں سیکھ لیں جن سے ابتدا سے عہد میں انھیں نفرت تھی۔ اب بادشاہوں کے قصور و ایوان دولت و حشمت اور شان و شوکت کے سامانوں سے بھر گئے۔ اُن میں ہزار ہا نوڈیاں اور بے شمار غلام بھرے ہوئے تھے جن کا محض یہ کام تھا کہ عیش و طرب کی جو نئی صورت خیال میں آئے اُسے بادشاہ کے لیے موجود کریں۔ اُن کی حرم ہزاروں میں محلات شاہی اور خوبصورت نوڈیوں کا بڑا بھاری ہجوم تھا جن کے چہرے پر لگسی غیر کی نظر بھی پڑ جاتی تو وہ فوراً قتل کر ڈالا جاتا۔ اُن کے بیٹوں کی تعلیم و تربیت کا ہلی اور عیاشی کے آغوش میں ہوتی۔ جس کی وجہ سے وہ کمزور۔ مغرور۔ منکبر نفس پرست خود غرض۔ اور آشفہ مزاج ہو گئے۔ دنیا میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ بانی خاندان چاہے کیسا ہی قابل اور جفاکش شخص ہو مگر اُس کی اولاد امارت میں پرورش پانے کے باعث اکثر بہت ہی جلد غارت ہو جایا کرتی ہے۔

اب فارسیوں میں بادشاہ کو امراے ملک سے یہ امتیاز تھا کہ اُس کے سر پر تاج رہا کرتا جس سے مراد ایک قسم کی ٹوپی تھی جس کی نوک سیدھی اوپر کی طرف اٹھی ہوتی اُس کے مقابل دیگر امرا مجبور تھے کہ ایسی ٹوپیاں پہنیں جن کی نوکیں پیچھے کی طرف جھکی ہو، قلمرو سلطنت صوبجات پر مبنی ہوئی تھی جن کے والی ”سترپ“ کہلاتے۔ یہ لقب ایک فارسی لفظ سے ماخوذ تھا جس کے معنی چتر کے ہیں دغالباً ”ستر“ اور ہندوستان کا ”چتر“ ایک ہی لفظ ہیں۔ اور کیا عجب کہ ”سترپ“ یہاں کے ”چترپ“ کا مرادف ہو۔ اگرچہ یہاں یہ لقب خاص راجاؤں کے لیے مخصوص تھا۔ اسلامی دور میں یہاں بھی اکثر امرا کو چتر کا اعزاز دیا جاتا تھا۔ مگر یہ نہیں معلوم کہ اسلامی سلطنت سے پیشتر بھی امرا کو یہ عزت دی جاتی تھی یا نہیں، اور وہ یہ بھی کہ تمام دایمان ملک کا خاص طور پر یہ اعزاز کیا جاتا کہ وہ صاحب چتر قرار دیے جاتے۔ اور جب برآمد ہوتے تو چتر اُن کے سر پر سیاہ انگن رہا کرتا۔ ہر صوبہ دار خراج اور محاصل ملک ادا کرتا جس کی

رقم پر سی پولیس (محضر) اقباطہ۔ بابل۔ سوسا (شوستر) کے خزانوں میں جمع کی جاتی۔ خاندان شاہی کے مصارف چند خاص شہروں سے وصول کیے جاتے جو صرف خاص کے علاقہ ہوتے۔ اور ان میں سے ہر ایک کے ذمہ بجائے نقد روپے کے کسی خاص چیز کا فراہم کرنا تھا۔ مثلاً کمین سے غذا کے لیے غلہ لیا جاتا۔ اور کمین سے کپڑے لیے جاتے۔

سائرس کا بیٹا کم بی سیس ایک ظالم اور جھکی بادشاہ تھا۔ اُس نے مصر پر چڑھائی کی۔ اور وہاں سے قدم آگے بڑھ کر ارض حبشہ پر چڑھ گیا۔ جہاں اُس کی فوج رسد کا بند و بست نہ ہونے کے باعث مارے بھوک اور فاقوں کے تباہ ہو گئی۔ وہاں سے ناکام و نامراد واپس آیا تو اپنے بھائی سمیر دیس کی جو روپریا فریفتہ ہو کر رقابت کے مجنونانہ جوش میں بھائی کو قتل کر ڈالا۔ اور اپنی بہن آتوسا سے اصرار کرنے لگا کہ مجھ سے شادی کر لو۔ ازراہ حماقت اہل مصر کے متعدد و محترم نبیل امیس کے زوال پر ایک ایسی تلوار ماردی کہ سارے مصر والے ہر ہم ہو گئے۔ اور رعایا کے ہر طبقہ اور ہر گروہ سے ناراضی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد ایک ناگہانی اُفتاد سے اُس نے خود اپنی ہی تلوار سے اپنے آپ کو بھی نہجی کر لیا۔ اور ایسا زخمی کہ جان بر نہ ہو سکا۔ انصر من جب ۹۲^{۹۲} قبل محمد میں وہ مرا ہے تو لوگوں میں علیٰ اہم خوشیاں منائی گئیں۔ اور ہر جگہ خوشی کے چہچہے تھے۔

کئی سیس کے بعد ایک مکار مجوسی نے ازراہ فریب دعویٰ کیا کہ میں ہی بادشاہ متونی کا بھائی سمیر دیس ہوں جس کی موت کی خبر غلط مشہور ہو گئی تھی۔ دھوکے ہی دھوکے میں وہ تقریباً ایک سال تک ایرانوں کا بادشاہ بنا رہا۔ لیکن آخر کار اُس کا فریب کھل گیا۔ اس مجوسی کی بہت لوگوں میں مشہور تھا کہ کسی جرم کی سزا میں اُس کے کان کاٹ ڈالے گئے تھے۔ اُس کی تحقیق کر کے اُمرائے فارس میں سے ایک نے اپنی بیٹی کے پاس جو ایوان شہریاری کے اندر رہا کرتی تھی کھلی کھلا بھیجا کہ ”تم ذرا غور سے دیکھو تو بادشاہ کے کان بھی بہن یا نہیں“ لڑکی کے پاس سے جواب آیا کہ بادشاہ کے کان کٹے ہوئے ہیں۔ یہ حال معلوم ہوتے ہی لوگوں کو اُس کی مکاری کا پتہ چل گیا۔ اور اُس لڑکی کے باپ اور چچہ اور اُمرائے فارس نے محل میں گھس کے اُسے قتل کر ڈالا۔ اب چونکہ سائرس کے خاندان میں صرف اُس کی بیٹی آتوسا باقی رہ گئی تھی اس لیے

تمام اُمرانے باہم مشورہ کر کے یہ رائے قرار دی کہ امرائے ملک میں کوئی اُتو سا کے ساتھ نکاح کرے اور وہی اُس کا شوہر بن کے ملک پر حکومت کرے۔ رہا یہ امر کہ کون سا امیر اس عزت کے لیے منتخب ہو اس کے واسطے یہ قرار پایا کہ سورج سے مدد لی جائے۔ یعنی وہ ساتون امیر جنھوں نے نکاح چوسی کو قتل کیا تھا طلوع آفتاب کے ساتھ ہی گھوڑوں پر سوار ہو کے شہر سوسا (شومتر) سے روانہ ہوں۔ جس کا گھوڑا سب سے پہلے پہنچائے وہی شہزادی اُتو سا کے شوہر ہو کرے۔ اور وہی ملک کا فرمان روا بنایا جائے۔ دارا ابن گشتاسپ جسے یونانی دارا پہا ہستاسپس کے نام سے یاد کرتے ہیں اُس کا گھوڑا سائیس کی سازش سے پہلے پہنچا۔ اور اسی تقدیری فیصلہ کے مطابق سہیلہ قبل محمد بن دہی اُتو سا کا دھوا اور سلطنت کا مالک قرار دے دیا گیا۔ وہ ایک عقلمند اور لائق بادشاہ تھا۔ اُس کی سلطنت دریائے اُنگ کے کنارے سے لے کے سواحل بحر اسود تک پھیلی ہوئی تھی۔ سارا ایشیائے کوچک اُس کے زیر نگین تھا۔ اور اپنی فتوحات کو اُس نے بحر اُج کے جزیروں یعنی مجمع الجزائر یونان تک پہنچا دیا۔ اُس کی اولوالعزمی یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ یورپ کے زیر فرمان کرنے کی بھی کوشش کرنے لگا۔ جس کی ابتدا سیٹھیادون سے کی جو کہ ایک وحشی قوم تھی۔ یہ لوگ یوزائن (بحر اسود) کے شمالی مغزادون میں اپنے گلہ چرایا کرتے۔ ہمیشہ گھوڑوں کی بیچ پر رہا کرتے۔ تیر اندازی میں کمال رکھتے۔ اور خانہ بدوش ہونے کی وجہ سے اپنے جنھوں اور خاندان کو ساتھ لے ہوئے ادھر ادھر بھرا کرتے۔ ان لوگوں کے مغلوب کرنے کے لیے وہ ہسپانٹ (آبنائے ڈارڈنیلز) کے پار اُترا اور دریائے ڈینیوب پر کشتیوں کا پل باندھ کے اُن کی سرزمین میں داخل ہوا۔ مگر وہاں پہنچ کے نظرایا گرد زمین اور سرخسٹ و بگیاہ ہے۔ غذا کہیں ملتی نہیں اور نہ کہیں دشمنوں کا پتہ ہے کہ انھیں مغلوب و مفتوح کیا جائے۔ کیونکہ سیٹھیادولے ہمیشہ اُس سے بھاگتے رہے۔ نہ کبھی اُس کے سامنے آئے اور نہ کبھی اُس کے لئے کاموقع دیا۔ کسی کسی جگہ جو تھوڑی بہت روئیدگی تھی اُسے بھی اُن لوگوں نے اُس کے پریشان کرنے کے لیے فاکر دیا۔ اور آخر بے وقوف بنانے کے لیے اُس کے پاس ایک ہزار بھیجا جس میں ایک چوہیا۔ ایک چڑیا۔ ایک میڈک۔ اور پانچ تیرتھے جس سے پانچ اشارہ تھا کہ جب تک آپ ایک چوہیا کی طرح زمین کے اندر نہ جاسکیں۔ ایک چڑیا کی طرح ہوا میں

نہ اُسکیں۔ ایک میڈک کی طرح پانی میں پیرسکیں آپ ہمارے تیرون سے بچ کے نہیں جاسکتے۔
 آخر کار وہ داسپی پر مجبور ہوا۔ مگر حاکم دشمن اُس کے تعاقب میں لگے ہوئے تھے۔
 ہمیشہ قریب ہی رہتے۔ دشمنوں کا آ آ کر پڑنا۔ پھر اُس کے ساتھ تخط و فاقہ زدگی کی منیست۔
 عرصہ اسی مہم کے انجام میں وہ ایک ایسی آفت میں مبتلا ہو گیا جس سے جان بری دشوار نظر
 آتی تھی۔ چنانچہ وہ خود کہا کرتا کہ اس موقع پر میں صرف اپنے ایک وفادار اونٹ کی بدولت
 جان بچا کے واپس آیا۔ اُس اونٹ کی پیٹھ پر کھانے کا سامان لدا ہوا تھا۔ اور وہ ہمیشہ میرے
 پیچھے رہا کرتا۔ اس اونٹ کا وہ اس قدر زیر بار احسان تھا کہ اپنے وطن مالوف سوس میں
 پہنچتے ہی اُس نے اس اونٹ کی داشت اور خبر گیری کے لیے ایک پورا ضلع جاگیر میں بے دیا۔
 گو یادہ اونٹ بھی خاندان شہریاری کا ایک رکن تھا۔ کیونکہ جاگیر میں اُس وقت صرف اہل
 اور شاہزادوں کے لیے مخصوص تھیں۔

داریوس نے اور کئی دشمنوں پر بھی حملہ کیے مگر اُن کے حالات بیان کرنے کے لیے ہمیں
 کتاب کو زیادہ طول دینا پڑے گا۔

چومکھ باب

ملکت یونان۔ (۱۹۱۰ قبل مسیح سے سنہ قبل محمد تک)

فصل اول

اُن کا مذہب اور اُن کے دیوتا

ارض شام اور ایشیائے کوچک کے مغرب جانب جو سمندر واقع ہے اُسے اہل عرب عموماً
 بحیرہ روم کہتے تھے۔ اور انگریزی جغرافیوں میں وہ مے ڈی ٹرے ن یی سی کے نام سے یاد
 کیا جاتا ہے۔ اس میں بہت سے سنگستانی جزیرے پھیلے ہوئے ہیں۔ بہت سے جزیرہ
 اُس کے پانی کے اندر گھس آئے ہیں جن کے باعث اس میں بہت سے خلیج اور چھوٹے چھوٹے
 سمندر بن گئے ہیں۔ یہ جزیرے جن کو توراہ و انجیل میں جن ٹائل کا لقب دیا گیا ہے تاریخی دنیا
 کے بعض خاص واقعات کے منشاء و مصدر رہے ہو چکے ہیں۔ اسی قدر نہیں۔ بہت سے خیالات

جو اُس وقت سے آج تک سمندرون کی لہروں کے ساتھ دو در و در تک پہنچتے اور طبائع انسانی پر
نسلاً بعد نسل تصرف کرتے رہے ہیں اُن کا سرچشمہ اُس زمانہ سے اس گھڑی تک یہی جزیرے
اور ممالک رہے ہیں۔

وہ جزیرہ نما جو مجمع الجزائر اور بحر ائذریا ملک کے فیما بین واقع ہے اُس چھوٹے
جزیرہ نما کے جسے خاکناے کارنٹھ اس بڑے جزیرہ نما سے وابستہ کرتی ہے عموماً یونان کے نام سے
مشہور تھا۔ اور اس میں ایسے لوگ بستے تھے جو ایک ہی زبان بولتے تھے ایک مذہب کے پابند
تھے اور بہت سی باتوں میں اپنے آپ کو باہم یکساں اور متحد تصور کرتے تھے۔ بلند سلسلہ ہارے کو وہ
اور گہرے نیلج اس سرزمین کو اس طرح قطع کرتے ہیں کہ بہت سی قدرتی تقسیمیں ہو گئی ہیں۔
چنانچہ بیان کی ہلایک وادی جو سپاٹون اور سمندرمین گھری ہوئی ہے ایک چھوٹی ریاست
بنی ہوئی تھی۔ جس کی سلطنت اور اُس کے باشندوں کے جذبات اور مقاصد و اغراض سب
جدا گانہ تھے۔ جو واقعات ان میں پیش آئے وہ ایسے ممتاز ہیں اور اس تفصیل سے بتائے
گئے ہیں کہ مشکل سے باور ہوتا ہے کہ ایسے چھوٹے قطعہ زمین میں ایسے واقعات پیش آئے ہوں گے۔
یہ یونانی لوگ یافت بن نوح کی نسل سے تھے۔ اور تمدن و تہذیب کو انھوں نے مصر والوں
اور فنیقی لوگوں سے حاصل کیا تھا۔ اُن کے اوج و عروج کی ابتدا کے متعلق بس اسی قدر بیان کیا
جاسکتا ہے جو کمال گیا۔ کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی بات قابل اعتبار نہیں۔ اُن کی تاریخ قدیم
کہانیوں کا ایک مجموعہ ہے۔ جن میں سے بعض اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ بعض لغو ہیں۔ اور بعض میں
بدعات کی بو آتی ہے۔ لیکن انھیں داستانوں میں سے چند جن پر شعرائے طبع آزمایان کی تھیں
علی العموم بہت مشہور ہو گئی ہیں۔ اور دنیا کی مذہب اقوام پر اُن کا اتنا اثر پڑا ہے کہ چند محدود الفاظ
میں اُن کو مختصر طور پر ظاہر کر دینا نہایت ضروری ہے۔

یونانیوں کی ضعیف الاعتقادیان یا بدعتیہ گمان مشرق کی بدعتیہ گمان سے زیادہ بدتر لغو
اور قابل الزام تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مشرقی توہمیں انوار قدس کے سرچشمہ سے زیادہ قربت
رکھتی تھیں۔ اور اُن سے اُن لوگوں سے اکثر خلا ملتا تھا جن میں وحی الہام کا سلسلہ جاری تھا۔
اور جن کے انبیاء و رسل حامل انوار توحید تھے۔ اہل یونان نے علم آسمانی کے متعلق سلف صالح

کی تمام روائتوں کو تلف کر دیا تھا۔ ہر کام کا پھل جو دنیا ہی میں ملا کرتا ہے۔ جیسے ٹکڑا کو کار کو اپنی نیکی کا پھل ملنا اور بدکار کو اپنی بُرائی کی پاداش بھگتنا۔ بس اسی قسم کی باتوں سے جو کچھ ناسخ اخذ کیے جاسکتے ہوں وہی اُن کے ہاتھوں میں تھے اور فقط انھیں سے وہ روحانی فائدہ اُٹھانا چاہتے تھے۔ اُن کے شعرا اور فلسفیوں نے حق کا پتہ لگانے اور آخر کار جہالت و بت پرستی کے اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مار کے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے نور کی چند شعاعیں پالینے کی بے انتہا کوشش کی۔

اُن کی دیو مالا یعنی اُن زہد مذہب کی کسانوں کے مطابق تمام دیوتاؤں اور کل آدمیوں کا باپ زیوس جو ”جیوئی ٹر“ کے نام سے زیادہ شہرت رکھتا ہے ایک ایسے مقام میں رہتا تھا جس کا بیرونی دیوانخانہ علاقہ تھیسلی میں ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر تھا جو کہ اُلیمپس کہلاتا ہے۔ بجلی اُس کی تلوار تھی جس سے وہ اپنے دشمنوں پر حملہ اور حربہ کیا کرتا۔ اور سارے آسمان وزمین پر اُس کی حکومت قائم تھی۔ مگر باوجود اس حکومت کے اُسے فیصلہ تقدیر سے معذور تھا۔ یہ تقدیر ایک ایسی پراسرار قوت تھی جس کے عنوان سے غالباً وہ اُس حضرت رب العزت جل جلالہ کی مشیت کا اعتراف اپنی جہالت و کفر میں بھی کرتے تھے۔

زیوس کا بھائی نب چوون سمندر کا حکمران تھا۔ اور پلٹو تخت الشری کے ہندھ صلیک میں مقیم تھا جہاں شہر یروبد کار لوگوں پر ابد الابد تک عذاب ہوتا رہے گا۔ بہادر دار اچھے لوگوں کو اُن کے خیال میں اگرچہ یکساں درجہ کی مسرت نہیں حاصل تھی مگر اُن کی نسبت اعتقاد تھا کہ خیالی سایوں کی طرح سے جھاڑیوں کے قریب رہ کے وہ اپنی گزشتہ زندگی پر ہمیشہ انوس کرتے رہتے ہیں۔ مابعد الموت کے متعلق اُن کی کمائیاں اسی قسم کی تھیں مگر یونانی فلسفیوں کو اس قسم کی ایک بے لطف و بے مزہ عشرت گاہ کی موجودگی کے ثبوت میں کوئی اطمینان بخش دلیل نہ مل سکی تھی۔

زیوس کی آتش مزاج جو رو رہے رہ آسمانوں کی ملکہ تھی۔ اور دوسرے دیوتا اُس کے بچے تھے۔ ”پلٹ لائس اسے فی نہ“ ابدی دانائی کی کنوار سی دیوی پورے اسلحہ سے مسلح ہیرو کے سر سے نیکی تاکر وہ شیطانوں سے مقابلہ کرنے اور اُن کے روکنے کے لیے جنموں نے آسمانوں پر

دھوا کر دھاتھا اور چڑھتے آتے تھے اپنی مان کی مدد کرے۔

اُس کتہہ اریمی دیوی کی ڈھال میں گاڑ گئے کی صورت بنی تھی۔ جس کا یہ اثر تھا کہ جو کوئی معاملہ کے لیے سامنے آتا اسے وہ پتھر کا بنا دیتی۔ اُس لڑائی کا دیوتا تھا۔ ہرمن فصاحت اور چال بازی کا۔ اور اُن رُود و تاحسن و معش کی دیوی تھی جو سمندر کے بھین سے پیدا ہوئی تھی۔ یونانیوں کی یہ دیوی غالباً فنیقی لوگوں کی دیوی آتن تارتہ سے ماخوذ ہے (یونانیوں کے دو اور تو اُم دیوتا آپا لو اور آرتہ فنیس بھی تھے۔ چاند کی نسبت کہا جاتا کہ آرتہ کی رتھ ہے۔ اور آپا لو سورج پر حکمران تھا۔ جس کی شعلہ بار رتھ روز ایک پھاٹک سے نکل کے آتی۔ بننے خوبصورت دیوی اُٹوس اپنی گلابی انگلیوں سے کھولتی۔ اور پھاٹک سے نکلے ہی وہ رتھ آسمان کی منزل میں سٹ کر ناشروع کر دیتی۔ یہ دورہ ختم کرنے کے بعد آپا لو سمندر کی لہروں میں جا کے سورتا۔ بہا، اپا لو اُن کے وہاں شعرو سخن کا بھی دیوتا تھا۔ وہ مومن نام نوہنوں کا رہنما تھا جو کہ پارس سس پر رہتے۔ اور خیال آفرینی کی تمام باتیں لوگوں کے دلوں میں اٹھایا کرتے تھے۔

انھیں دیورن سے نغمہ سرائی کے فن کو بھی تعلیق تھا۔ اور انھیں کے نام سے اخذ ہو کر مشرقی زبانوں میں موسیقی اور مغرب میں میوزک کے الفاظ بنے ہیں۔ یہ تریزانیوں کے بڑے دیوتا تھے۔ مگر انھیں کے ساتھ اور بہت سے چھوٹے چھوٹے دیوتاؤں کی پرستش کی جاتی۔ چرخیک کا ایک خاص نیا دیوتا تھا اور چرخیمہ کی نگہبان و محافظ ایک خاص ہی تھی۔ ان دیوتاؤں کے علاوہ یونانیوں میں بہت سے ”ہیرو“ تھے۔ یعنی وہ انسان جو اپنے اچھے کاموں کے صلہ میں زمین سے اٹھا کے آسمان پر چڑھا دیے گئے یا انسانیت سے ترقی کر کے دیوتاؤں میں شامل ہو گئے۔ ڈیو اونی سس جس نے اُن کے خیال میں ہندوستان میں کیا تھا شراب کا دیوتا تھا۔ ہرکیولس (ہرستل) جس کو یونانیوں نے یقیناً بنی اسرائیل کے اسم سون کی کہانیوں سے جو فنیقی لوگوں میں بہت مشہور تھیں اخذ کر لیا تھا اُس کی نسبت یہ روایت بیان کی جاتی تھی کہ دنیا کو موزیوں کے دست برد سے بچانے میں

یہ یونانی دیوتا میں ایک نہایت ہی بُرے بصورت اور سبب راکشس سے مراد ہے جن کی صورت ایسی ڈراؤنی تھی کہ جو دیکھتا پتھر کا ہو جاتا۔

بارہ مرتبہ اپنی زور آور سی کے کمالات دکھا کے دیوتاؤں میں جلا گیا اور اُن میں اپنی غیر کی کمال اور عرصے ہوئے آہام کو رہا ہے اور جب کبھی دنیا میں زور آزمائی یا تہیل کی ضرورت پیش آتی ہے تو منقص ہو کے جاگ اُٹھتا ہے کس تو اور لوگوں کے نام۔ پنج جن میں سے پہلا شسوار اور دوسرا پہلوان تھا اُن کی نسبت یقین تھا کہ زنا و آسمان پر اٹھالے گئے اور ستاروں کے مقبول یعنی کچھوں میں سے ایک عقد جو بونٹھلاتا ہے اُس کے دور روشن تارے آج تک اُنہیں کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ یہ تھے یونانیوں کے دیوتا اور یہ تھے اُن کے عقائد جن سے واقف ہونے کے بعد اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ عقل انسانی چاہے کتنی ہی ترقی کر جائے لکن حقیقت اور رسوم پرانی کے سمجھنے میں کتنا تک قاصر رہے بس ہے۔

فصل دوم

شہر ٹرائے کا محاصرہ (۸۸۰ قبل مسیح)

تہا۔ یونانی مورخین اپنی تاریخوں کو اُس عہد سے شروع کرتے ہیں جو اُن میں ہیردولن کا عہد کہلاتا ہے۔ یعنی جبکہ مذکورہ بالا ہیردولن پر نہیں گئے تھے بلکہ زمین کے اوپر نہ وجود تھے۔ اور اُن کی کہانیوں کے بموجب خود دیوتا بے تکلف آ کے انسانوں کے کاروبار میں شریک ہوتے اور اُن کے معاملات میں دخل دیا کرتے تھے۔

ان داستان آمیز واقعات میں سب سے زیادہ مشہور واقعہ شہر ٹرائے کے محاصرہ کا ہے۔ جسے یونانی شاعر ہومر کی منظوم اِسی لیڈ نے ساری دنیا میں مشہور کر دیا ہے۔ اُس کا اصل واقعہ یہ ہے کہ یونان کے شہر اُس پارٹاک کی سین ورجین ملکہ یونان کے شہر لائڈز کو چھوڑ کے اپنے بس کے ساتھ بھاگ گئی جو بادشاہ ٹرائے پر بھی کیم کے چاس بیٹوں میں سے ایک تھا۔ شہر ٹرائے کا نام اسی یوم بھی تھا جو کہ ایشیائے کوچک میں واقع تھا۔ ملین جب پیرس کے ساتھ بھاگ کے ٹرائے میں پہنچی تو تمام شاہان یونان برہم ہو کے نئے لاؤں کے بھائی آکاؤم ٹرائے کے بندھے کے نیچے جمع ہوئے جو تھی کے نہ کا بادشاہ تھا۔ یہ مجموعی لشکر جازون پر سوار ہو کے روانہ ہوا۔ اور ٹرائے کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ دس

سال سے کم زمانہ تک نہیں قائم رہا جس میں پری ایم کے بیٹے ہکت تور نے بڑی شجاعت سے یونانیوں کے حملوں کو روکا۔ اور اس کے مقابل یونانیوں کا سب سے بڑا سوراہا پیلوان اور مرد میدان اچل لیس تھا جو ایک سمندر کی پری کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ وہ بہادر تھا اور سب سے زیادہ کمالات اس کی ذات میں جمع تھے۔ لیکن تقدیر نے یہ فیصلہ کر دیا تھا جس کی اسے خبر بھی مل چکی تھی کہ محاصرہ اور لڑائی کے ختم ہونے سے پہلے ہی اس کی زندگی ختم ہو جائے گی۔

محاصرے کے دسویں سال ٹراے کا پیلوان ہکت تور یونانی سوراہا اچل لیس کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور اس کے بعد ہی پریس کی کمان کے ایک تیر سے جو کمان غلابازی کے ساتھ بھینکا گیا تھا اچل لیس کا کام بھی تمام ہو گیا۔ آخر کار اٹین سینس کے عقلمند بادشاہ اٹنا کا نے شہر ٹراے میں داخل ہونے کی ایک تدبیر نکالی۔ وہ یہ کہ لکڑی کا ایک بڑا بھاری گھوڑا بنایا گیا جو اندر سے خالی تھا۔ اس کے اندر بہت سے مسلح یونانی بھر دیے گئے۔ اس کے بعد تمام یونانی لوگ بہ ظاہر تو لشکر گاہ کو جو ٹراے کے سامنے تھی ویران اور اُجاڑ چھوڑ کے جہازوں پر سوار ہوئے اور لشکر اٹھا دیا۔ مگر دراصل ادھر ادھر اُدھر قلعہ ٹراے کے اس پاس چھپے رہے۔ مگر اس وقت ایک یونانی جاسوس بھی چھوڑ دیا گیا۔ جس نے اپنے آپ کو ٹراے والوں کے ہاتھ میں گرفتار کر دیا۔ اور ان لوگوں سے جا کے بیان کیا کہ ایک جرے بالکال یونانی کاہن نے خبر دی ہے کہ یونانیوں۔ اگر اس گھوڑے کے اپنے ساتھ بچاؤ کی کوشش کی تو تباہ ہو جائیں گے۔ مگر اس کے ساتھ وہ کہتا تھا کہ اس کے برعکس بڑے والوں کی سلامتی اسی میں ہے کہ اس گھوڑے کو اپنے شہر کے اندر اٹھا لجائیں۔

ٹراے والے اس کے فقرے میں آکے اس گھوڑے یا اس عجیب المخلقت جانور کو اپنے شہر کے اندر اٹھائے گئے۔ یونانی جو اس گھوڑے کے پیٹ میں بھرے ہوئے تھے اسی رات کو ہر طرف خاموشی اور سنناٹا پائے نکل پڑے۔ اور پچھلک کھول کے یونانیوں کے باقی ماندہ لشکر کو بھی اندر داخل کر لیا جو قلعہ کے اس پاس چھپا اور ادھر ادھر لگا ہوا تھا۔ یونان موقع پاتے ہی یونانیوں نے شہر میں آگ لگا دی۔ اور قتل و خون کا بازار گرم کر دیا۔ پری ایم اور اس کے باقی ماندہ بیٹے مارے گئے۔

ٹراے کے اور بھی بہت سے لوگ قتل ہوئے۔ اور سوا اُن چند لوگوں کے جو ٹراے کے ایک شاہزادے آسے نیاس کے ساتھ جس کا ذکر بعد آئے گا، بھاگ گئے تھے یونانیوں نے کل اہل ٹراے کو غلام بنالیا۔ یہ نمایاں اور یادگار زمانہ فتح حاصل کر کے اہل یونان اپنے ملک کی طرف واپس روانہ ہوئے۔ لیکن واپسی میں تمام یونانیوں کو سخت مصیبتیں پیش آئیں۔ اور کہا جاتا تھا کہ یہ صرف اس بات کا نتیجہ تھا کہ ان لوگوں کے ہاتھوں سے ٹراے کے مندرون اور اُن کے دیوتاؤں کی نہایت بے ادبی بڑے حرمتی ہوئی تھی۔

آگامہ نون کو اُس کی جو دُکلی تم بنی ترا نے مار ڈالا۔ اور اس شوہر کشی کی پاداش میں وہ خود اپنے بیٹے اُدیسس ٹرس کے ہاتھ سے قتل ہوئی۔ اور اس خاندان کی تباہیان جو اپنے سورٹوں اُتاری اُدیس اور بھی اسی ٹرس کی شرارتوں اور برکاریوں کا نتیجہ سمجھی جاتی تھیں اہل یونان میں ضرب اشل ہو گئیں۔ اُس سس اپنے جزیرہ اِنی تھا کہ اس پر پہنچنے سے پہلے دس سال ادھر ادھر مارا مارا پھرتا رہا۔ اور اسی تباہی کے سفر میں اپنا تاج تخت حاصل کرنے کے لیے اُسے بڑی بڑی دشواریوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اُس کے سوار کو جس اہل ٹرس کے غضب اور کھٹ تو رکے زداں کی داستان مراد ہے یونان کا سورو اس (اندھا گویا) ہومر یونانیوں کے سامنے گایا کرتا تھا۔ جو دنیا کے تمام شاعروں میں سب سے پہلا ہے ان داستانوں کے یہودوں گیت جو چنگ کے نغمہ پر گائے جاتے تھے سالہا سال تک زبانی کہانیوں کی طرح لوگوں اور نسلوں میں منتقل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ ایشیا (ایتھنز) کے بادشاہ پیس تراترس نے انھیں دو نظموں یا مثنویوں میں جمع کر دیا جو اِنی ٹیڈ اور اُدیس سے کے نام سے مشہور ہوئیں۔ ان میں سے پہلا نام اِنی ٹیڈ سے ماخوذ ہے جو کہ شہر ٹراے کا لقب تھا۔ اوڈمیل نام اُدیسس سوس سے جو کہ اُدیسس کا یونانی نام تھا۔ اُس زمانہ کے بعد تین نظموں ایک نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی شاعری کی حیثیت سے لوگوں میں پھیلیں اور بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھی گئیں۔

ٹراے کا واقعہ ارض مغرب میں بعینہ ہندوستان کی راماین کا جواب ہے۔ اور

اور دونوں کا زمانہ بھی قریب ہی معلوم ہوتا ہے۔ وہاں یونانی مین اِنی لیڈ لکھی گئی۔ اور یہاں راماین۔ مگر ہندوستان کی عفت شعار شوہر پرست اور اعلیٰ درجہ کی منظر عصمت و حرمت رانی سیتا جی کے مقابلہ میں بدکار اور بے وفاہلین کا نام لینا درحقیقت ایک بڑا بھاری اخلاقی جرم ہے اور اُن دونوں رانیوں کے کیر کڑی سے پتہ چل جاتا ہے کہ قدیم الایام میں مغرب و مشرق میں کیا اور کتنا فرق تھا۔

فصل سوم

اہل یونان کے عادات و اطوار

پڑنے یونان کا ٹھیک اور محض نام ہل لاس تھا۔ اور کل اہل یونان اپنے آپ کو ایک ہی داد اہل لُج کی نسل سے بتاتے تھے جس کی جانب منسوب ہوتے سے اس سرزمین کا نام ہل لاس مشہور ہوا۔ اسی ہل لاس سے اُن کی مختلف قومیں نکلیں جو اُس کے بیٹوں اور پوتوں کے نام سے مشہور ہوئیں جن میں زیادہ ممتاز۔ ایوونی یُن۔ ڈورین۔ ایوونی یُن اور اچائی اُن لوگ تھے۔ تیسری قوم ایوونی یُن ہی سے یونان کا لفظ نکلا ہے جو عربوں میں اور اُن کی تقلید سے ساری مشرقی دنیا میں اس ملک کا عام نام قرار پا گیا۔ بعض اور قومیں بھی تھیں جو مذکورہ بالا قوموں سے کم شہرت رکھتی تھیں۔ ہر سب قومیں ایک ہی زبان بولتیں گو کسی قدر اختلاف لغات ضرور تھا۔ اور سب میں ایک قسم کی یکسان ذیگرنگی تھی گو ہر ایک قوم اپنے جداگانہ خصائص بھی رکھتی تھی۔

اُن کے ہیردوں کے عہد کی روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں ان سب گروہوں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم تھیں جن کی حکومت کسی ایک شخصی فرماں روا کے ہاتھ میں تھی۔ لیکن جب وہ زمانہ شروع ہوا جس عہد کے واقعات کو تاریخ معنون میں تاریخ کہا جاسکتا ہے تو ہر چیز کی حالت بدل گئی۔ اب تقریباً اُن سب ریاستوں میں جمہوری حکومت تھی۔ اور اگر کسی ریاست میں کوئی خود مختار حکمران ہوتا تو ابائی ہٹ کہا جاتا۔ اس لفظ سے یونانیوں میں اُن دنوں یہ فہم یہ مقصد ہوتا کہ اُس نے اپنے ہاتھ میں ایسے اقتدارات لیے

ہیں جن کے حاصل کرنے کا وہ مجاز دستِ حق نہیں۔ یہ مطلب نہ تھا کہ وہ لازمی طور پر ظالم و جابر بھی ہو جیسا کہ ٹائٹل کے معنوں سے اب سمجھا جاتا ہے۔

مگر اُن کی جمہوریت میں بھی عام باشندگانِ شہر اور رعایا کو ملکی معاملات میں کسی قسم کا دخل نہ تھا۔ کیونکہ اُن کی وہ پُرانی جمہوریت ایک قسم کی حکومتِ امراتھی جس میں صرف وہ لوگ دخل رکھتے جو آزاد تھے اور امرامین شمار کیے جاتے۔ باقی ماندہ لوگوں میں زیادہ حصہ غلاموں کا تھا جو کسی قانون کے تابع نہ تھے۔ بلکہ اپنے مالکوں کے زیرِ فرمان اور اُن کے ہنرمند کے احکام بجالانے پر مجبور تھے۔

مگر ان سب ریاستوں پر ایک اور کونسل حکومت کرتی تھی جو اِنیم فلک ٹی یون کی کونسل کہلاتی تھی۔ اُس کے ارکان انھیں قوموں میں سے منتخب ہوتے۔ اور سال میں دو بار اُس کونسل کے اجلاس ہوتے۔ ایک بار دسے دسے ہر کے مندر میں جو مقرر ہو پڑتی تھیں کے قریب تھا۔ اور ایک بار اُن کے مندر میں جو ڈل فائی میں تھا۔

یہ کونسل ان مقامات میں اجلاس کر کے ریاست ہا سے یونان کی باہمی نزاعوں کا فیصلہ کرتی۔ ملک کی عام حفاظت کی تدبیریں سوچتی۔ اور دیوتاؤں پر قربانیاں چڑھانے کے احکام نافذ کرتی۔ ڈل فائی کا مندر اُس کونسل کے اجلاس کے لیے بہ ظن غالب اُس لیے مقرر کیا گیا تھا کہ ملک میں اور کوئی ایسا مقام نہ تھا جو عام اہل یونان کی نظر میں اُس قدر تبرک اور محترم ہو۔ اس مقام کی نسبت مشہور تھا کہ یہاں اپولو نے پیٹھوں اُتر دے کو مارا تھا اور یہیں وہ اپنی پوجا رازوں کے منہ سے تمام لوگوں کو جو اپنی آرزو میں مرادیں اور تمنائیں دل میں لیے ہوئے دور دور سے آتے اور طرح طرح کے سوالات کرتے الہامی جواب دیا کرتا۔ جو اُن میں جو الفاظ پوجا رازوں کی زبان سے نکلتے ”اُوریکل“ (فال) کی لفظ سے تعبیر کیے جاتے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض اوقات وہ پورے اُترتے۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ ایسی معنی بند زبان میں اور ایسے پیچیدہ ہوتے کہ اُن میں آسانی سے بیسیوں طرح کے معنی چھپا جاسکتے۔ اور دشوار نہ تھا کہ ہر صورت میں پورے اُتریں۔ مثلاً گرے سوس نے جب اپنی اور ایرانیوں کی لڑائی کے متعلق سوال کیا تو اُسے یہ جواب ملا کہ اگر تو نے سائرس (دشمن شاہ ایران)

سہاڑائی چھڑی تو ایک بڑی شنشاہی کی بنیاد مندم ہو جائے گی۔ وہ تو یہ جواب سن کے خوش ہو گیا کہ شنشاہی سے مراد ایرانیوں کی سلطنت ہے مگر بعد کو یہ کھلا کہ نہیں خود اُسی کی سلطنت مراد تھی۔ لیکن بعض معاملات میں یہاں کی پیشین گوئیاں ایسی نمایاں طور پر سچی ثابت ہوئیں کہ ہمیں تعجب ہو کے کہنا پڑتا ہے کہ خدا جانے وہ کون سی قوت تھی جو ان پور جا رہنوں کی زبان سے ایسے سچے الفاظ نکلے نکلے ادا کرتی تھی۔

وہ کھیل جو یونانی لوگ ہر چوتھے سال اُلُم پامین کھیلا کرتے ان کے مذہبی کھیل تصور کیے جاتے تھے۔ اُلُم پامین ایک چھوٹا میدان تھا جہاں تمام یونانی جمیع ہوتے۔ اور دیکھتے کہ ان کے نوجوانوں نے سنسہاری رتھر ہنکالے۔ پندل ڈرلے۔ کشتی لڑتے۔ مُشت زنی کرنے۔ اور جھکر (ایک قسم کا ہتھیار جو ٹکڑیوں کے پاس ہوا کرتا ہے) پھینکنے میں کیا کیا کمالات حاصل کیے ہیں۔ ان کھیلوں کے شروع ہونے سے پہلے دیوتاؤں کے سامنے عاجزی سے دعا کی جاتی۔ اور ان کے خاتمہ پر جیتنے والے برنجی تباہیوں میں بٹھائے جاتے۔ زیتون کا درخت ان کے اعتقاد میں متبرک و محترم تھا اس کے پتوں کے ہاروں کے تاج بنائے ان کے سروں پر پہنائے جاتے۔ جو سند کے طور پر حفاظت سے رکھ چھوڑے جاتے۔ اور یہ مڑھائے ہوئے سوکھے ہار اتنی بڑی اعلیٰ ترین عزت تصور کیے جاتے جس کی کسی شخص کے دل میں آرزو ہوتی۔ مرور ایام کا اندازہ انھیں کھیلوں سے کیا جاتا۔ مثلاً کہا جاتا کہ پہلی اُلُم پیاڈ اور دوسری اُلُم پیاڈ اور اسی طرح تیسری اور چوتھی۔ پہلی اُلُم پیاڈ ۱۲۷۷ قبل محمد میں یعنی آج سے ۲۶ برس پہلے ہوئی تھی۔ ان کے علاوہ اس تھر مئی اُن کھیل تھے۔ چونکہ یونانی خاکناے کو اس تھرموس کہتے تھے اور یہ کھیل خاکناے کو رن تھرمین کھیلے جاتے اس لیے اس نام سے مشہور تھے۔ اُن میں بھی لوگ کثرت سے شریک ہوئے مگر اُن کا درجہ اُلُم پیا کے کھیلوں سے کم سمجھا جاتا۔

یونانیوں کے اکثر شہروں کے گرد شہر بناہ تھی۔ اور ہر ایک میں ایک گڑھی بھی ہوتی جو اس دیوتا کی نذر سمجھی جاتی جسے شہر کا دیوتا خیال کرتے۔ اور وہی شہر کی سلامتی کا ذمہ دار اور اس محافظ مانا جاتا۔ ان گڑھیوں کی قلعہ بندی بڑی مضبوطی سے کی جاتی تاکہ اگر کبھی لُبتستی پر کسی حریف کا قبضہ ہو جائے تو اہل شہر اس گڑھی کے اندر بھاگ کے پناہ لے سکیں۔ آزاد باشندوں کے

مکان ہوگا شہر میں بھی ہوتے اور دیہات میں بھی۔ اس طبقہ کے لوگ اپنے آپ کو سچی جڑی کہتے۔ شہر ان کی زبان میں پولس کہلاتا۔ اور اسی لفظ سے انگریزی کا لفظ پالی نکلا ہے جس طرح انھیں معنوں میں ہماری زبان میں ”مدینہ“ کے لفظ سے جس کے معنی شہر کے ہیں ”تھن“ کا لفظ بنا ہے۔ ان کے مکان گرمیوں کے موسم کے لیے زیادہ مناسب ہوتے۔ کیونکہ گرد و آلودگی ہوئی عمارت ہوتی۔ درمیان میں ایک فوارہ ہوتا۔ اور دونوں جانب باہر کی آمد و رفت کے لیے دو دروازے ہوتے۔ ان کے خاندانوں کی زندگی انھیں مکانات میں بسر ہوتی۔ اور اندرونی کمرے زیادہ تر شب باندھی کے کام آتے۔ صحنوں میں ملی العموم کی دیوتا کی قربان گاہ بھی بنی ہوتی۔ جو اگر دیوتا کی طرف نہیں تو خاندان کے کسی پیرائے مورت کی جانب منسوب ہوتی۔ کھانے کی دعوت یا محبت شراب شروع ہوتے وقت ہمیشہ عموں تھا کہ قہوڑا سا کھانا یا قہوڑی سی شراب دیوتا کی بھینٹ کیے جانے کی غرض سے اس قربان گاہ پر چڑھا دی جاتی۔

ان کا لباس ایک سفید لمبا ڈھیلّا ڈھالا کرتا تھا جس کے اوپر کمر کے پاس ایک پٹی کس کے باندھ لی جاتی۔ ہتھیار لگانے کی غرض سے اس کرتے کے دونوں جانب چاک ہوتے۔ اور شانوں کے اوپر دو گرتا آہنی اپنیڈوں کے ذریعہ سے اٹکا دیا جاتا۔ یہی لباس عورتوں کا بھی تھا۔ گرتا فرق تھا کہ عورتوں کے کرتے بے درپاؤ من تک لگتے ہوتے۔ بخلاف اس کے مردوں کے کرتے گھٹنوں کے اوپر ہی تک ہوتے۔

ان کے سنان جنگ اور اسلحہ میں ایک تو خود تھا جس میں گھوڑے کے بانوں کی کلغی لگی ہوتی۔ ایک چارائینہ یعنی سینہ پر لگانے کی فولادی چادر تھی جس میں نیچے کی طرف چمکے کی برکت تھیں، لگے ہوتے جو گھٹنوں کے نیچے تک جھال کی طرح ٹٹکتے رہتے تاکہ راؤن کو حریف کے حربے سے بچائیں پنڈلیوں کی حفاظت کے لیے کبھی تو وہ ایک آہنی چادر کا خول چڑھا لیتے اور کبھی ایک اونچا چرمی موزہ پہن لیتے۔ جو توں کی جگہ وہ لوگ علی العموم کھڑاؤن یا تھن چمکے کے تلے (تعلین) پہنتے جو کہ چمکے کے تھنوں سے پاؤں میں بندھے اور کسے رہتے۔ نیزے اور تلواریں ان کے حربے تھے اور نیزوں کو وہ بجائے ان سے دار کرنے کے کبھی دشمن پر پھینکے بھی مارتے۔

اُن کے جازمبت ہی چھوٹے چھوٹے ہوتے جن کو کشتیوں سے کچھ تھوڑا ہی امتیاز حاصل تھا۔ کشتیوں کے ذریعہ سے وہ کھینے جاتے۔ اور کھینے والوں کے لیے اُن پر جہاز کی حالت و حیثیت کے مطابق کبھی ایک ایک کبھی دو دو کبھی چار چار اور کبھی پانچ پانچ نشستیں بنی ہوتی۔ بادبانوں کا استعمال شاذ و نادر ہی کیا جاتا تھا اور چونکہ قطب نما کا اُس وقت تک پتہ نہیں لگا تھا اس لیے اپنے جہازوں کو وہ خشکی سے اتنی دور کبھی نہ لے جاتے تھے کہ کنارہ نظر سے غائب ہو جائے۔ جہازوں کے آگے ایک بڑی سی لمبی نوکدار دھنی رہتی جس کی نوک پر لوہا چڑھا ہوتا۔ یہ جہاز کی چوخی کھلائی سمندر کی لڑائی میں اپنے جہازوں کی یہ چوخی زور سے مار کے حریف کے جہازوں کو وہ اکثر توڑ ڈالتے اور ڈبو دیتے۔

یونانیوں میں زیادہ تر مردوں کے جلانے کا رواج تھا۔ جہازوں کو لیجا کے لکڑیوں کی ایک چتا پر رکھ دیتے۔ اُن کے ساتھ بعض مسالے بھی رکھ لیے جاتے اور بڑی مہانت کے ساتھ آگ لگا دی جاتی۔ جل چکنے کے بعد اُن کی خاک ایک طرف میں بھر کے رکھ چھڑی جاتی۔ اور اُس کی نہایت ہی حفاظت اور تعظیم و کرم کی جاتی۔

تقریباً تمام یونانی تعلیم یافتہ تھے جو لکھنا پڑھنا بخوبی جانتے ہوتے۔ تحریر میں چڑے پر ہوتی۔ یا پائرس پر فلسفیوں کے ہاں اُس میں وہ تعلیم پاتے۔ اور مذاق کی اصلاح۔ اور دل کا تزئین کرنے کی اُن میں بڑی قدر تھی۔ اسی تعلیم نے وہ یونان قدیم بنایا تھا جس کی علمی ترقیوں کو دیکھ کے ہم شرمش کر جاتے ہیں۔ اور ہمیں نظر آتا ہے کہ انسان تعلیم کے ذریعہ سے کس درجہ کمال کو پہنچ سکتا ہے۔ انھوں نے دنیائی میں بید ترقی کی۔ اور تھوڑے ہی زمانہ میں اس چھوٹے ملک میں مصنفین بہت تراشوں۔ فن تعمیر جانتے والوں۔ ضحیٰ البیانوں۔ اور سپاہیوں کی اتنی بڑی جماعت موجود ہو گئی تھی جو اُس وقت سے آج تک دنیا میں ترقی و تکمیل کا ایک بے مثل نمونہ تصور کی جاتی۔ یہ مختلف کمالات میں اس زمانہ تک کوئی اُن سے آگے نہیں بڑھ سکا۔ بلکہ بہت ہی کم لوگ ہیں جو

ع۔ ایک درخت ہے جو مہر کی مرطوب زمین میں ہوتا ہے اس کا تنہ گول ہوتا ہے وہ پتے نہیں ہوتے اُس کے تنہ کے پتلے پتلے ورق اُتار کے سہی نے ہونے کے قابل بنائے جاتے۔ اُس کو معدنوں نے ایجاد کیا تھا اور یونانیوں میں بھی اُس کا عروج تھا۔

اُن کے قریب بھی پہنچ سکے ہوں۔ اُن کے ٹوٹے چھوٹے آسمان ہمارے عہد تک باقی ہیں جن کی خوبی اور عظمت دیکھ کے ہم مہموت اور حیاتِ زودہ ہو جاتے ہیں۔ ہمارا کام ہے کہ اُن کے ظاہری احسان پر بہت گہری نظر ڈالیں اور اُس اصلی جوہر کا پتہ لگائیں جو اُس قدیم زمانہ کے ان عظیم اشیا اور باکمال لوگوں میں تھا۔ دراصل وہ خدائے عز و جل کا بر غنمت ہاتھ تھا جو اُن کی رہبری کرتا۔ اور اُن کے کھلونے اپنی خوبیوں اپنی برکتوں اور اپنی عظمت و جلال کی شعا عوں کو چمکاتا اور نمایاں کرتا تھا۔

فصل چہارم

اسپارٹا (۱۷۷۵ء قبل مسیح سے ۳۷۰ء قبل مسیح)

یونان کے دو بڑے شہروں میں سے ایک تو ایونیائی اُن لوگوں یعنی خاص یونانیوں کا شہر اٹینہ (اتینز) تھا۔ اور دوسرا علاقہ ڈوریا کا شہر اسپارٹا۔ جو لاتے دے مومن بھی کہلاتا تھا۔ اول الذکر شہر کی نسبت اعتقاد تھا کہ اس پر لاس اسٹے نادیوتا کی مہربانی ہے۔ یہ اپنی مختصر قلدانی کا کے وسط میں واقع تھا۔ خلیج سلاونیک میں سانسے نمایاں نظر آتا تھا یونان کے تمام شہروں سے زیادہ خوبصورت تھا۔ اور یونان کے کل شہروں سے بڑھ کے خدا کی رحمتی اور برکتوں کا سرچشمہ اور منشا و منبع تھا۔ کیونکہ یہاں علم و فضل اور اخلاق و کمالات انتہائی درجہ ترقی کو پہنچے ہوئے تھے۔ بہ لحاظ مذاق و عادات یہ شہر اسپارٹا کے بالکل مخالف تھا جو کہ ہستانی علاقہ اُن قون یا کامستقر اور صدر مقام تھا۔ بان کا مذاق یہ تھا کہ ہر چیز جس میں ذرا بھی نرمی ملائت۔ نفاست اور لطافت تھی نکال ڈالی گئی تھی۔ اور ایسی کوئی چیز بھی نہیں باقی رکھی گئی تھی جس کو عیش پرستی سے کچھ بھی لگاؤ ہو۔ وہ تمام چیزیں جو منظرِ باوق کو بھلی معلوم ہوں اور انسان کو اپنی طرف متوجہ کر سکیں۔ کلیتہً شہر سے دُور کر دی گئی تھیں۔ اور ہر باشندے کا جسم۔ اُس کے خصائل اور اُس کے جذبات سب لڑائی و نبرد آزمائی کے لیے تھے اور محض نبرد آزمائی کے لیے۔ اہل اسپارٹا کو دعویٰ تھا کہ ہم لوگ اپنے قومی آئین ہر قیوٹیس (ہرقل) کی نسل سے ہیں ہر قیوٹیس کے دو توام بیٹے بنائے جاتے تھے۔ اور انہیں کے لحاظ سے ہمیشہ اُن کے دو بادشاہ رہا کرتے۔ جن میں سے ایک ایک کی نسل سے ہوتا اور دوسرا دوسرے کی نسل سے۔ یہ دونوں

بادشاہ برابر کے اقتدارات رکھتے۔ دونوں کی حکومت یکساں ہوتی۔ لیکن اتنی تقسیم ضروری تھی کہ ایک ہمیشہ اور ہر موقع پر فوج کی سپہ سالاری کرتا اور دوسرا شہر میں عطر کے نظم و نسق سلطنت کا کام چلاتا۔ مگر باوجود اس کے سچ یہ ہے کہ شہر کے اندر ان دونوں حکمرانوں کے اختیارات بہت ہی محدود رہے۔ کیونکہ غنان حکومت دراصل چند خاص قاضیوں کو ہاتھ میں تھی۔ جو انورس کہلاتے تھے۔ ان کا طرز حکمرانی ادنیٰ گارڈ کی یا ارس ٹوکر رٹے سنی کے لقبوں سے یاد کیا جاتا۔ پہلا لقب یونانی لفظ اور لی گوئی سے نکلا ہے جس کے معنی ”چنڈ“ کے ہیں۔ اور دوسرا یونانی لفظ ارس ٹوس سے جس کے معنی ”بہترین“ کے ہیں۔ اور ان لقبوں سے صرف وہ ریاستیں یاد کی جاتی تھیں جن کی حکومت چند بہترین اشخاص کے ہاتھ میں ہوتی۔ یا جان انتظام سلطنت میں دخل دینے کا حق صرف چند اعلیٰ درجہ کے لوگوں کو حاصل ہوتا۔

اسپارٹا اسے ابتدائے نہایت کاہل زمانہ مزاج اور عیش پرست ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ اس کے قبل محمد بن لی تورغوس نام ایک شاہزادہ جو ہرقولیس کی نسل سے تھا اپنے نابالغ بھتیجے چارنی لاؤس کی جانب سے سلطنت کے سیاہ و سفید کا دم دار قرار پایا۔ چارنی لاؤس کو اُس کی شہر ریاض مان مار ڈالنا چاہتی تھی۔ مگر لی تورغوس نے اُسے بچا لیا۔ اور اُس کی پوری حفاظت اور نگہبانی کی۔ اب لی تورغوس نے ارادہ کیا کہ اسپارٹا کے لوگوں میں ایک بڑی بھاری صلاح کر کے اُن کی کاہلی و زمانہ نشئی کو بالکل دور کرے اور ایک ایسی تعلیم جاری کرے جس کے اثر سے اُس کے ہم وطن ساری دنیا کے لوگوں سے زیادہ جفاکش بہادر اور اپنی جگہ سے قدم نہ ہٹانے والے سپاہی بن جائیں۔

اس اصلاح کی طرف متوجہ ہوتے ہی اُس نے قلمرو کی ساری زمین لوگوں میں بانٹ دی۔ سوئے چاندی کی قسم سے جو کوئی چیز کسی کے پاس پائی لے لی۔ تاکہ کسی جگہ سے سامان پیش فراہم کرنے کے ذرائع ہی اُن کے ہاتھ میں نہ باقی رہیں اور رد پٹ پیسہ کے عوض لوہے کے بھاری اور کم قیمت ٹکڑے اُن کے ہاتھ میں رہے دیے جن کو کوئی سوداگر پوچھتا ہی نہ تھا۔ اور اُن کے معاوضہ میں کوئی چیز نہ دیتا تھا۔

مردوں کو اپنے گھروں میں رہنے کی مطلقاً اجازت نہ تھی بلکہ کچن سے لے کے بڑھاؤ تک

اُن کی ساری زندگی سپرگری کے کھیلوں - زور آزمائیوں - اور ورزشوں میں بسر ہوتی - صبح سے شام تک دن بھر بغیر سستانے یا دم لینے کے وہ انہیں مشغول میں مصروف رہتے - برسے برسے کروں میں ایک ساتھ بیٹھ کے کھانا کھاتے - جہاں اُن کو نہایت ہی سادی غذا دی جاتی اس میں ایک کالا شوربا ہوتا جسے اُن کے پڑوسی یعنی دوسرے شہروں کے یونانی نہایت ہی ناپسند کرتے - نفرت کی نگاہ سے دیکھتے - اور اُس کے کھانے میں اپنی توہین تصور کرتے - اُس کی بیوگی کی یہ حالت تھی کہ اسپارٹا کے نوجوان بھی اُس کو اُسی وقت کھا سکتے جب خوب بھوک لگی ہوتی - جب کوئی بچہ پہلے پہل ان لوگوں میں لاس کے شریک کیا جاتا اور اُن کے عام دسترخوان پر بیٹھا تو بڑے لوگ اُسے ڈراتے کہ ”یہ ان فضول باتیں کرنا نہایت ممنوع ہے“ اور دروازہ کی طرف اشارہ کر کے کہتے کہ ”کوئی فضول بات منہ سے نکلی اور تم اس کے باہر کر دیے گئے“ یہ لوگ جہاں تک ممکن ہوتا بہت ہی کم الفاظ استعمال کرتے - چنانچہ ان لوگوں کی خاموشی ہی کی وجہ سے مختصر بیانی کا نام ہی ”لی تو نی گفتگو“ یعنی اسپارٹا کی گفتگو مشہور ہو گیا -

اُن میں کوئی چیز اتنی اہمیت نہ رکھتی تھی جتنا کہ اسلحہ کا استعمال کرنا اور ضبط و تحمل کی قوت بڑھاتا تھا - اس بارہ خاص میں اہل اسپارٹا کو جو تعلیم دی جاتی تھی - وہ اس قدر سخت تھی کہ اُن لوگوں کے لیے لڑائی کا زمانہ بمقابل اُس زمانہ کے جبکہ وہ اپنے شہر اور اپنے گھر میں رہتے ہوئے زیادہ آرام و آسائش کا زمانہ نظر آتا - درود - چوٹ یا تکلیف پر اُن کا نام بزدلی کی کوئی علامت ظاہر کرنا اس قدر شرمناک تصور کیا جاتا کہ ایک لڑکا جو کسی بھڑیے کو اپنے کرتے کے اندر چھپائے ہوتا اس بات کو گوہر اگر لیتا کہ مجھے سڑیا ہو یا میں نوبچ نہ ہو اور جسم کو چیر بھاڑ کے اُسے مار ڈالے مگر یہ نہ ہو سکتا کہ زبان سے اُنٹ کرے اس اذیت سے بچنے کے لیے اُسے چھوڑ ہی دے - لڑکے آرتھر میں کی مورت کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے پیٹے جاتے - اُن کی مائیں سامنے کھڑی ہو گئے اُن کے پیٹنے کا تراشا دیکھتیں - ایک آدھڑ کا پیٹتے پیٹتے گرنے لگتے مگر کسی کی زبان سے آہ یا اُن کا لفظ نہ نکلتا - اُن کی ریت تھی کہ اسپارٹا والوں کی مائیں اپنے بیٹوں کو میدان جنگ میں بھیجتے اور خود بہت کھڑے وقت تھڑکے طریق کے ایک ڈھال دیتیں اور کہتیں کہ ”اس نے ساتھ یا اس کے اوپر اُمتطلب یہ کہ یا تو اسے موت

ناموری کے ساتھ گھر پر لانا اور یا اس پر پڑکے آنا۔ یعنی تمھاری لاش اس پر ڈال کے گھر لائی جائے ایسا نہ ہو کہ تم اسے ہاتھ سے کھو کے ناکام و نامراد آؤ۔ اہل یونان کی دو تین مشرقی دھماکوں کی طرح گولی نہیں بلکہ لمبی لمبی ہوتی تھیں جن پر انسان کی لاش ڈال کے اٹھائی جاسکتی تھی ضروری فنون اور صنعت و حرفت کے کام یا زمین کو پلوتا جوتا و لوٹ لوگوں کا کام تھا۔ جس سے بے نصیب غلاموں کی قوم مراد تھی۔ ان کے ساتھ ذرا بھی رحم کا سلوک نہ کیا جاتا۔ بلکہ بہت ہی بڑا برتاؤ ہوتا۔ اور ان کی سخت توہین کی جاتی۔ وہ شراب پلا کے بدست بھی بنائے جاتے۔ تاکہ ان کی بدستی کی ذیل حالت دکھا کے نوجوانان اسپارٹا کے دل میں ملکیتی کی طرف سے سخت نفرت پیدا کی جائے۔ ان غلاموں کی تعداد جب کبھی بڑھ جاتی۔ اور اندیشہ ہوتا کہ ایسا نہ ہو اپنی کثرت کے باعث یہ اپنے مالکوں کے حق میں خطرناک بن جائیں اس وقت وہ فوراً قتل کر کے تھوڑے کر دیے جاتے۔

ہمارے یہاں بعض چٹانوں کی مسمیوں کا مذاق اسپارٹا والوں سے بہت ملتا جلتا ہے۔ خوشی اور امن و امان کی زندگی کو وہ بالطبع ناپسند کرتے بلکہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور کوئی لڑنے بھڑنے کو نہیں ملتا تو خود آپ ہی لڑ بھڑایا کرتے ہیں ان کے لیے بجائے ان بے نتیجہ جنگاں اور انہوں کے زیادہ بلکہ بہت زیادہ مناسب ہو گا کہ گورنمنٹ سے درخواست کریں کہ ان کو اپنے محدود حلقوں میں اسپارٹا والوں کا طریقہ اور لی فور غوس کے فوجی قوانین جاری کرنے کی اجازت مرحمت کی جائے۔ ممکن ہے کہ گورنمنٹ حیدت طرازی کے خیال سے یا ایک پُرانے طریقہ کی تجدید کے لحاظ سے انہیں اس کی اجازت دے دے۔ اجازت کے ساتھ ہی ان سے معاہدہ لے لیا جائے کہ کبھی بغاوت نہ کریں گے۔ اور اپنی جنگ آزمائی کے کمالات سے ضرورت کے اوقات میں ہمیشہ سرکار کی خدمت بجالا یا کریں گے اور اگر ایسا ہوا تو ایک طرف ان بہادر جوانوں کو اپنے مذاق کے مطابق ہر وقت لڑنے بھڑتنے مشق و زور آزمائی کرنے اور یونان کو سہا ہی اس جدید عہد میں سرکار کے لیے پیدا کرنے کا موقع ملے گا۔ اور دوسری طرف سرکار کو بھی ایک اچھی جاننا ز فوج ملے گی حفاظت کے لیے ضرورت کے وقت مل جائیگا۔ بہر تقدیر ہمارے خانہ صاحبوں کے لیے بجائے قانون کی خلاف

۱۷۷۹ء قبل محمد سے شہ قتل محمد تک)

اثینہ جسے انگریزی میں اسے تھینز کہتے ہیں اور جس کا کچھ ذکر چوتھی فصل کے شروع میں آچکا ہے ساحل پر سے تھوڑے فاصلہ پر کوہ ایک روپو لیس کے دامن میں واقع ہے اس پہاڑی کے اوپر ایک گڑھی بنی تھی اور ایک مندر تھا جس کے صحن میں زیتون کا ایک تہرک درخت لگا ہوا تھا۔ اور لوگوں کو عقیدت تھی کہ یہ مدخت اس شہر کی محافظ دیوی اسے نبی کے حکم سے اُگا ہے۔ اسی پہاڑی کے ایک دوسرے قلعہ پر ایک دوسری دیوی کا مندر تھا جو بازار قونون یعنی کنواری دیوی کا مندر کہلاتا۔ اس مندر کی عمارت میں سے سنگ مرمر کے ستونوں کی ایک خوبصورت قطار آج تک موجود ہے۔

شہر کے دو سرے جانب آریو پانغوس یعنی اُرس دیوی کی پہاڑی ہے جو یہاں کا آبِ حیات
مٹی۔ ایشیہ کی قلعہ بندی خوب مضبوطی سے کی گئی تھی۔ اور مارا شہر خوبصورت کارتون ہے
بھرا ہوا تھا۔ جن کے آس پاس حجازی ایل۔ فوارے۔ دھنوں۔ دھنوں۔ دھنوں۔ دھنوں۔ اور
نازک خیال شاعر دن کی نشست کاہن بنی ہوئی تھیں۔ اس کی بند گاہ۔ پلے اُرس کے نام
سے مشہور تھی۔ اور اُرس کی خوب قلعہ بندی کی گئی تھی۔ اور یہاں جہازوں کی اس قدر تعداد کثیر ہو گئی
موجود رہا کرتی کہ اتنے جہاز کسی دوسری یونانی ریاست کے قبضہ میں نہ آتے۔

اثنیہ ریونی اُن یعنی خاص یونانیوں کا شہر تھا۔ اور قدیم الایام میں یہاں بھی بادشاہوں کی حکومت رہا کرتی تھی۔ جن میں سے تھے ہی یوس نام ایک بادشاہ کو زیادہ ماموری حاصل ہوئی۔ اُسے ہیریکا درجہ مل گیا اور دیوتاؤں میں جا ملا۔ یہاں کے شاہی خاندان کا نام تسمہ خود دوس نام ایک فرمان ہوا۔ اُس کی نسبت پہلو کی فال میں یوجاری کی زبان سے

یہ الفاظ نکالے کہ "ملک کی بھلائی کے لیے پادشاہ کی ہلاکت ضروری ہے" اس حکم کی بجا آوری کے لیے وہ فوراً کمال شریف انجمنی سے مستعد ہو گیا۔ اور خود ہی اپنی جان دے دی۔

مسئلہ قبل محمد تک یہاں کی سلطنت کے کچھ ہی حالات نہیں معلوم ہیں۔ مگر سنہ مذکور میں دراقونام یہاں کے ایک حکم نے ملک کے لیے ایک قانون مدون کیا جو اس قدر سخت تھا کہ اُس پر عمل درآمد غیر ممکن تھا۔ کیونکہ ادنیٰ سے ادنیٰ قصور اور خفیف سے خفیف جرم کی سزا قتل رکھی گئی تھی۔ مسئلہ قبل محمد میں سولوں سے بنویں مان کے سات عطا میں شمار کیا جاتا تھا، ایک دوسرا قانون مرتب کیا اور اُس کی نسبت خود ہی یہ کہا کہ جیسے قوانین میں مرتب کر سکتا ہوں اُن کے لحاظ سے تو میں اسے بہترین قانون نہ کہوں گا۔ ہاں اس لحاظ سے البتہ اس کو تمام قوانین پر فوقیت حاصل ہے کہ اثنیہ واسے اس کے متحمل ہو سکیں گے۔ اس قانون کی رو سے حکمرانی کی باگ توجیف مجسٹریٹوں (قاضیوں) کے ہاتھ میں دی گئی تھی جو اُن کے لقب سے یاد کیے جاتے۔ یہ نوڈن قاضی قرعہ اندازی کے ذریعہ سے آزاد اہل شہر میں سے منتخب کر لیے جاتے۔ لیکن کسی کو معرض انتخاب میں آنے کا موقع اُس وقت تک نہ مل سکتا۔ جب تک شہر والوں کی غالب جماعت اُس کی نسبت اچھے خیالات نہ رکھتی یا اُس پر اپنی رضامندی نہ ظاہر کر دے۔ اس قسم کی سلطنت جس کو خود اہل ملک چلاتے اُن لوگوں میں ڈیٹا کی کہلاتی تھی۔ لیکن آزاد اہل شہر میں شہر کی ساری رعایا نہیں شامل تھی۔ اثنیہ میں بہت سے ایسے لوگ بھی رہتے تھے جو باہر کی پیدائش تھے یا اپنے آپ کو وہاں کے کسی مغز خاندان کا رکن نہ ثابت کر سکتے۔ ایسے لوگوں کی رائے کو معاملات ریاست سلطنت میں کسی قسم کا دخل نہ تھا۔ اثنیہ میں بہت سے غلام بھی تھے جو اسپارٹا کے غلاموں سے لوٹ کے دیکھے اچھی حالت میں تھے۔ کیونکہ اُن پر اتنا رحم کیا گیا تھا کہ یہاں کے قانون نے اُن کی جان میں چھوٹی تھیں۔ اہل شہر کی تعلیم و تربیت کے لیے یہاں کوئی ایسے غیر معمولی قانون نہیں جاری تھے جیسے کہ اسپارٹا میں تھے۔ مگر باوجود اس کے اہل اثنیہ بہادری اور معرکہ آرائی کے اعتبار سے لائق دئے مونیاجینی اسپارٹا والوں سے کسی بات میں کم نہ تھے۔ اور شجاعت کے علاوہ تمام دوسرے کمالات میں تو بدرجہا زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔ سولوں کے قانون دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے اجرائی میں سب سے بڑی یہ غرض پیش نظر رکھی گئی تھی کہ کوئی شخص بذات

واحد سے زیادہ قوت نہ پکڑنے پائے۔ اور اسی بنیاد پر قانون نے اہل شہر کو یہ حق دیا تھا کہ جس شخص کو ریاست کے حق میں مضر یا خطرناک تصور کریں گو اس کے ذمہ کوئی جرم عائد نہ کیا جاسکتا ہو اسے اپنے شہر سے نکال کے جلاوطن کریں۔ عام مجموعوں کے مقامات پر ایک ظرف رکھا رہتا تھا۔ ہر شہر والا اس شخص کا نام جسے جلاوطن کرنا ہوتا کسی سیسی یا اینٹ کے ٹکڑے پر لکھ کے اس ظرف میں ڈال دیتا۔ یہ ٹکڑے اگرچہ ہزار کی تعداد کو پہنچ جاتے تو اس شخص کا جلاوطن کیا جانا لازمی تھا۔ اور چاہے وہ کتنا ہی بڑا شخص ہو چند عین برسوں کے لیے واجب تھا کہ علاقہ الٹی کا کچھوڑ دے۔

مگر ایسا سخت قانون اور اس قسم کی پیش بندیاں بھی اس جمہوری سلطنت کو اس کے قیام کے تھوڑے ہی زمانہ بعد ایک عظیم الشان خطرے سے نہ بچا سکیں۔ بی سینس تراؤس نام ایک قابل شخص نے جو لوگوں میں نہایت ہر دلعزیز تھا اپنے آپ کو خود ہی زحمتی کر لیا اور لوگوں سے بیان کیا کہ میرے دشمنوں نے میرے مار ڈالنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر میں زحمتی ہو کے ان کے ہاتھ سے بچ گیا۔ اور چونکہ وہ لوگ میری جان کے درپے ہیں لہذا آئندہ کے لیے مجھے اس کی اجازت دی جائے کہ اپنی حفاظت کی غرض سے سپاہیوں کا ایک گارڈ رکھ لوں۔ لوگوں نے فقرے میں آ کے اجازت دے دی۔ اور وہ چند روز میں ایک بڑا بد دست شخص اور سب سے بڑا رئیس بن کے اٹینہ پر حکومت کرنے لگا۔ ایک بار وہ جلاوطن بھی کیا گیا۔ مگر جلاوطنی کی مدت گزرنے کے بعد ایک شان دار رتھ میں سوار ہو کر اٹینہ میں داخل ہوا اور اس شان سے کہ اسی رتھ پر اس کے پہلو میں ایک کشیدہ قامت حسین و نازنین عورت جلوہ افروز تھی جو اٹینہ کی دیوی اٹین کے روپ میں تھی۔ اسی دیوی نے آبادی میں داخل ہوتے ہی اہل شہر کو جو اس کے سامنے تعظیم کے لیے جھک رہے تھے حکم دیا کہ اس شخص کی فرمان برداری کرو۔ کیونکہ یہ میرا پسندیدہ خادم ہے۔ اور اسی کی رضا مندی میں میری رضا مندی ہے۔“

اٹینہ والوں میں سے جو لوگ جاہل تھے اس فریب میں آ گئے۔ اور بڑی مسرت اور دھوم دھام سے اس کا استقبال کیا مگر باوجود اس کے یہ شخص پھر جلاوطن کیا گیا۔ لیکن اب کی جودا پس آیا تو اٹینہ کا ایک خود سر بادشاہ بن کے اس نے ایسے قدم چا دیے کہ اس پر کسی کا زور نہ چل سکتا تھا۔ یہ ظالم تھا۔ بلکہ ایک رحم دل فرمان روا تھا۔ اور اسے یہ شہرت و ناموری حاصل ہے کہ

وہ خوبصورت بارخ جو بی تھے اُم (یسیم) کلاتا تھا اسی کا بنوایا ہوا تھا۔ وہاں فلسفی لوگ بیٹھ کے تعلیم دیتے تھے اور نوجوان جمع ہو کر ہر قسم کی جسمانی و روحانی ورزشیں اور ریاضتیں کیا کرتے تھے اور یہی شخص ہے جس نے پہلے پہل ہوم کی نظموں کو جمع کر کے مرتب کرایا۔

۹۰ قبل مسیح میں جب وہ مرا ہے تو اُس کے دو بیٹے ہپ پی اُس اور ہپ پاڑ چوس اُس کے جانشین ہوئے۔ جنھوں نے سختی کے ساتھ حکومت کی۔ اور لوگوں میں اُن کی اطاعت کے متعلق بدولی اور ناراضی پیدا ہوئی۔ چنانچہ اثنیہ کے دونوں جوان بھائیوں نے جن میں سے ایک کا نام ہارمودیوس اور دوسرے کا ارس توغی توں تھا چونکہ اُن کے خاندان کی ان دونوں حکمرانوں کے ہاتھوں سے بے غرتی ہوئی تھی ارادہ کیا کہ ایک دعوت کے موقع پر ان دونوں کو مارڈالیں۔ مگر صرف ہپ پاڑ چوس کے قتل میں اُنھیں کامیابی ہوئی اور دوسرے بھائی بچ گیا جس کے بچ رہنے کے باعث ان دونوں بھائیوں کو قتل کی سزا ہوئی اور اکیلا ہپ پی اُس حکومت کرنے لگا۔ مگر بھائی کے قتل نے اُسے ایک ایک سے بدگمان اور ظالم بنا دیا تھا۔ اُس کی جنائشی روز بروز بڑھتی ہی گئی۔ یہاں تک کہ اہل اثنیہ نے اُسے دھمکی دی کہ اگر تم ان بے اعتدالیوں سے باز نہ آؤ گے تو ہم کو مارڈالیں گے۔ اور اُس سے سوا اس کے کوئی بات نہ بن پڑی کہ ایک دن سب سے چھپ کے بھاگ کھڑا ہوا۔ اور چند سال کی صحرا نوردی کے بعد داریوس یعنی دارا سے ایران کے ہارمین پہونچ کے اُسے پناہ ملی۔ ہپ پی اُس اثنیہ قبل محمدین اثنیہ سے بھاگا تھا جس کے جاتے ہی پھر وہاں جمہوری سلطنت قائم ہو گئی۔ اور مقتول بھائیوں ہارمودیوس اور ارس توغی توں کی مورتیں بنا کے شہر میں نصب کی گئیں۔ اس لیے کہ وہ اپنی اپنے ملک کو بچاتے اور اُسے غلامی کے مذاب سے چھڑانے والے تسلیم کیے گئے۔

فصل ششم

یونان کی اور ریاستیں اور نو آبادیان۔ ۹۱ قبل مسیح سے ۸۰ قبل مسیح تک

یونان کا جنوبی جزیرہ ناپلے لوپون نے سوس یعنی پلے لوپون کا جزیرہ کلاتا تھا۔ قدیم شاہان می تھے نہ میں سے ایک کا نام پلے لوپ تھا اور اُسی کی جانب یہ لوگ منسوب تھے۔ اس جزیرہ کا

میں ایک تو لاقون یا کی ریاست تھی اور اس کے علاوہ اور بھی کئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں۔
 خاکسے کو رتھ اور آئی کا کے شمال میں بیوت یا یا بیوشن یا کی سرزمین تھی جہاں کئی
 شہر باہم متحد تھے۔ اور اپنے حکمران کی حیثیت سے ایک جڑیٹ منتخب کر لیا کرتے تھے جو یونان
 کے لقب سے یاد کیا جاتا۔ ان شہروں میں سب سے زیادہ اہم تھے بس تھا۔ اہل تھے بس کو
 دعویٰ تھا کہ ہمارے شہر کا بانی قدّموس نام ایک شخص تھا جو مجملہ ان لوگوں کے تھا جو پہلے
 پہل آ کے ارض یونان میں آباد ہوئے تھے۔ اُس کی تاریخ یونان کی کمائیون میں سے لغو
 ترین کمائی ہے۔ چنانچہ اُس کی نسبت کہا جاتا تھا کہ اپنی بہن اُردیا کی تلاش میں یونان چلا آیا۔
 اس لیے کہ جو پٹر ایک ہل کے روپ میں جا کے اُسے اقرطیش (کریٹ) سے بھگالایا تھا جس
 جگہ تھے بس آباد ہے بیان پونچ کے ایک اژدہ سے اُس کا سامنا ہو گیا۔ جو پٹر نے اُس
 اژدہ کو مار ڈالا۔ اور اُس کے دانت زمین میں بودیے کیونکہ اُسے دانٹوں کے بونے میں
 مہارت حاصل تھی۔ وہ اژدہ کے دانت اُگے۔ اور بڑھ کے مسلح سپاہی بن گئے۔ اور اُپس
 میں اُس قدر لڑے کہ آخر سب کٹ کے مر گئے۔ اُن میں سے صرف پانچ سپاہی بچ رہے تھے۔
 انھیں پانچون نے شہر تھے بس کی بنیاد ڈالنے میں قدّموس کی مدد کی۔ اور یقین کیا جاتا تھا کہ مغز
 باشندگان تھے بس کی مورث اعلیٰ وہی تھے۔ قدّموس ڈوئی سوس کا دادا تھا۔ اور اسی قدّموس
 کی نسبت لوگوں کو یقین تھا کہ آدمی کا روپ چھوڑ کے سانپ بن گیا تھا۔

تھے بس کے آخری فرمان روا اُسے ڈی پوس نے ناداستگی سے اپنے باپ کو مار ڈالا۔
 اور اس جرم میں جلا وطن کیا گیا۔ اُس کے بڑھاپے اور اندھے پن کے زمانے میں اُس کی وفادار
 بیٹی اُن فی غونہ نے تو اُس کی بڑی خدمت کی۔ مگر اُس کے دبٹے ایک دوسرے سے لڑے۔
 چنانچہ اس ناشاد گھرانے کے جرائم اور اُن کے نتیجہ میں اُس کی بھتیجان خاندان اگام لون کی
 تباہی کے واقعات میں دوسرے درجہ پر شعراے یونان کی طبع آزمائی کے لیے ایک بچسپانہ
 تھیں تاریخ کے زمانہ میں جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے حکومت انتخابی یا جمہوری تھی۔ بے اوش یا
 والون کو دوسرے علاقوں کے یونانی بلید اور گنڈہن خیال کر کے اُن کی تحقیر کرتے تھے
 اگرچہ پندار جو یونان کے اعلیٰ ترین شعرا میں شمار کیا جاتا ہے اسی قوم کا تھا۔

یونان کی سب سے زیادہ شمالی ریاست تھس سالی (تھسلی) تھی۔ اور آئی رُوس (یعنی ایپائرس) مقدونہ اور اُسے ٹوٹی آجو علاقہ کہ اُس کی سرحد سے باہر تھے وحشی علاقہ تصور کیے جاتے تھے۔ مگر اس تعصب کے ساتھ ہی عام یونانیوں کا یہ حال تھا کہ اپنے ملک کی تنگ سرزمین میں بند نہ رہتے تھے۔ اُن کی مغرور قوموں کی بہت سی نوآبادیان اُن کے قرب و جوار کے جزائر اور نیز ایشیائین قائم ہو گئی تھیں۔ ایویادالون نے ایشیائے کوچک کے شمال و مغربی حصہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ ایورینا والے دریائے ہبے موسوں اور نئے اُن ڈر کے درمیان میں جاکر بس گئے تھے۔ جان کا صدر مقام شہر اٹ موسوں تھا۔ اس شہر کا عالیشان مندر جس میں آرتے میس یعنی ڈیانا دیوی کی مورت تھی دُور دور مشہور تھا۔ یہ ایک کالی مورت تھی اور اس کی نسبت لوگوں کو دعویٰ تھا کہ آسمان سے گرمی ہے۔ بحر اے جی اُن میں بھی اُن کے بہت سے جزیرے تھے۔ اور یونان کے مغربی جانب بھی چند جزیرے تھے جو اب تک جزائر یونان کہلاتے ہیں۔ ایشیائے کوچک کے جنوب میں ڈوریادالون کے بھی کئی شہر تھے۔ لیکن اُن کی خاص نوآبادیان جزیرہ صقلیہ میں تھیں جس کا سب سے بڑا شہر سراقوس تھا۔ اور اُس کے گرد اور کئی شہر تھے اِطالیا (اٹلی) میں اس کثرت سے یونانی جا کے بس گئے اور رہ پڑے تھے کہ اُس کا جنوبی حصہ مدت دراز تک تنگ ناگرے قبا۔ یعنی بڑا یونان کہلاتا رہا۔ اور یہیں شہر سی بارینس تھا جس کی کاہلی اور عشرت پسندی ضرب المثل ہو رہی تھی۔ حتیٰ کہ کہا جاتا تھا کہ وہاں کے باشندوں نے اپنے مرغون کو اس لیے پکڑ کر پکڑنے کو کڑا لاکہ یہ ہیں سونے نہیں دیتے اور صبح سویرے جگا دیتے ہیں۔

یہ تمام نوآبادیان یونان کی اصلی ریاست سے تعلقات قائم رکھتی تھیں۔ اور یونان کی عظمت و فلاح کو خود اپنی عظمت و فلاح تصور کرتی تھیں۔ ہومر شاعر یا تو ایشیائین پیدا ہوا تھا یا جزائر یونان میں سے کسی میں لیکن سات مقامات سے کم نہ تھے جو اس دعوے کے ساتھ لڑ جھگڑ رہے تھے کہ اُس کا وطن ہونے کی عزت ہم ہی کو حاصل ہے۔

لی ڈیایکی فنج کے بعد کچھ روئے یونان کی بہت سی نوآبادیان اپنے قبضہ میں کر لیں۔ اور دارے عجم گشتا سب نے اُس کے بعد اور تھیں حاصل کیں۔ میان تنگ کہ پورا جزیرہ غا اُس کے زیر فرمان اور اُس کے مالک محروسہ میں شامل ہو گیا تھا۔ اب اُس نے چند جزیروں پر

بھی قبضہ کیا۔ اور اس کی تدبیریں کرنے لگا کہ خود یونان کو بھی فتح کرے۔ ان کوششوں پر اُسے سب سے زیادہ ہپ پی اُس نے اُبھارا۔ یعنی اِثنیہ کے اُسی ظالم و دغا بار فرمان روا لے جس نے یہاں سے بھاگ کے دربار ایران میں پناہ لی تھی۔ اور جس کی سب سے بڑی تمنا یہی تھی کہ اِثنیہ والوں سے انتقام لے۔ اور اُن کی تباہی سے اپنے غصہ کی آگ فرو کرے۔ ایران کی ملکہ آتوس نے کو اِثنیہ اور اسپارٹا کی کینزدن کا بید شوق تھا۔ اور خود اُسے گشتاسب ایک کشیدہ قامت حسین و مہجین یونانی دشمنہ کی صورت دیکھ کے مبہوت رہ گیا تھا۔ جو اس وضع و حالت سے جا رہی تھی کہ سر پر بانی کا گھڑا تھا۔ سوت بٹی جاتی تھی اور ساتھ ہی ساتھ ایک گھڑے کو بھی لیے جاتی تھی جس کی نگام اُس کی نازک کلائی میں اُٹکی ہوئی تھی۔ اِس حسینہ کو دیکھ کے گشتاسب اِس قدر محو حیرت ہوا کہ یونان کے حسن و جمال کا دلدادہ ہو گیا۔ اور یہ چیز اُس کے لیے فتح یونان کی اور محرک ہوئی۔ پھر جب اُسے یہ خبر ہو چکی کہ سئلہ قبل محمدین اِثنیہ کے یونانیوں کے برتے پر ایشیائے کوچک کے یونانی اُس کے سرداروں کے خلاف بغاوت کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے اور شہر سارڈیس میں آگ لگا دی تو وہ اِس مہم کے لیے بلا تامل اُٹھ ہی کھڑا ہوا۔

پانچواں باب

یونان پر ایرانیوں کی چڑھائی (سئلہ قبل محمد سے ۳۶۰ قبل محمد تک)

فصل اول

معرکہ ماراٹھون (سئلہ قبل محمد)

سئلہ قبل محمد میں داراے ایران نے یونان پر چڑھائی کرنے کی پوری تیاریاں کر لیں۔ اور اپنے وائیوں و ارتیس اور ارتائے رڈنیس (اردفرن) کے زیر علم ایک معتد بہ لشکر اور جہازوں کا ایک بڑا روانہ کر دیا۔ چونکہ ان لوگوں کو خاص اِثنیہ پر حملہ کرنے کا حکم تھا لہذا یہ بڑا اُسے رٹی گا کی طرف روانہ ہوا۔ اور ہپ پی اُس کی رہبری سے

جاکے خلیج مراٹھون میں لنگر انداز ہوا۔ جہاں اثنیہ کے اور اُن کے درمیان میں حرت پہاڑیوں کا ایک سلسلہ حائل تھا۔

اس یورش کی خبر سنتے ہی اثنیہ والوں نے گرد کی تمام ریاستوں میں آدمی دوڑا کر ملک طلب کی۔ مگر اسپارٹا داسے وقت پر نہ پہنچ سکے۔ اور جو لوگ اُن کی مدد کو آ سکے وہ ریاست پلاٹیا کا ایک چھوٹا گروہ تھا۔ اثنیہ والے ایرانی غنیمت سے تعداد میں بہت کم تھے۔ لیکن انھوں نے اس کی پروا نہ کی لڑائی کے لیے بہادری سے تیار ہو گئے اور اپنے تمام سپاہیوں کو بندہ آزمائی کے لیے جمع کیا۔ وہاں کے مزدجہ قانون کے مطابق فوج دس سہ سالاروں کے ماتحت تھی۔ اور دسوں کے اقتدارات یکساں تھے جس کی بنا پر ہر سہ سالار کو باری باری ایک ن فوج کی سپہ سالاری کا حق حاصل تھا۔ لیکن ان سون میں سے ایک کو جس کا نام آرس تی دے س (ارسطائی ڈیز) تھا یہ خیال گزرا کہ اس طرح مقابلہ کیا گیا تو کامیابی دشوار ہے۔ اس لیے اُس نے اپنی باری بل تی آدے س (دل شیا دیز) کو دے دی۔ اور اپنی ایک نظیر قائم کر کے دوسرے سپہ سالاروں کو بھی آمادہ کیا کہ اپنی باری چھوڑ دیں۔ اس طرح بل تی آدے س لڑائی ختم ہونے تک کے لیے لشکر یونان کا سپہ سالار بنا جو اُن دنوں اُن میں قابل ترین شخص تھا۔

بل تیادیس اپنی چھوٹی فوج لے کر مقابلہ کو روانہ ہوا۔ اور پہاڑیوں کے اس پار آیا۔ جہاں ایرانیوں کے لشکر کا عظیم نشان سمندر میں مار رہا تھا۔ یہاں یہ یونانی ایرانیوں کے سامنے صف آرا ہوئے۔ ایرانی لشکر کی صفیں میدان مراٹھون میں اس سرے سے اُس سرے تک پھیلی ہوئی تھیں۔ دونوں حریفوں کا سامنا ہوتے ہی لڑائی چھڑ گئی مگر تھوڑی ہی دیر میں میدان جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ کیونکہ یونانی اس قدر جوش میں بھرے ہوئے تھے۔ کہ بغیر اس کے کہ اپنے بیرون یا بیرون کو جنھیں اکثر چھپکے مارا کرتے تھے کام میں لائیں یا یکایک ایرانیوں پر ٹوٹ پڑے اور دست بدست لڑائی ہونے لگی۔ قلب فوج میں یونانیوں کو شکست ہو گئی۔ لیکن اُن کے جناح یعنی دونوں بازوؤں کے لشکر نے لڑ بھڑ کے فتح حاصل کر لی۔ اور یہ دونوں جناح اپنے سامنے والے ایرانیوں کو پسپا کر کے جب قلب فوج کی طرف جھکے تو وہاں

بھی ایرانیوں کا قدم اُکھڑ گیا۔ اور اُنھیں پوری شکست ہو گئی۔ اب ایرانی نہایت ہی بے ترتیبی و بدحواسی سے بھاگے اور اُن کا ہر شخص اسی کوشش میں تھا کہ کسی طرح بھاگ کے جہازوں پر پہنچ جائے۔ لیکن تعاقب کرنے والے پیچھے ہی لگے ہوئے اور اس قدر قریب تھے کہ ایران کے ساحل جہازوں پر ایرانیوں نے قبضہ کر لیا۔ اور جو ایرانی فوج کنارے پر رہ گئی تھی کثرت سے ماری گئی۔ بیڑے کا باقی ماندہ حصہ اپنی جان لے کے بھاگا۔ اور خلیج میں چکر کھا کے اثنیہ کے قریب نمودار ہوا تاکہ فتح یاب یونانیوں کے پہونچنے سے پہلے ہی اثنیہ پر قبضہ کر لے۔ لیکن مل تیا دس شاید اُن کے ارادہ سے واقف ہو گیا تھا۔ کہ تھبٹ پٹ کوچ کر کے اثنیہ میں آگیا۔ اور جس محلّت سے ایرانی آئے تھے ویسی ہی پھرتی دکھا کے وہ بھی آ پہونچا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایرانیوں کے بنائے کچھ نہ بنی۔ اُنھیں یورش کی جرأت ہی نہ ہوئی۔ اور ناکام و نامراد گھروں کو واپس چلے کہ اپنی شکست کی داستان جا کے اہل وطن کو سنائیں۔

اثنیہ میں اس فتح پر بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ اور مل تیا دس کی بھی بڑی عزت کی گئی۔ مگر وہ اگرچہ ایک بے مثل سپہ سالار تھا مگر اچھے اخلاق کا آدمی نہ تھا۔ تھوڑے ہی زمانہ میں اس پر دغل فضل اور وفضل کی کارروائیوں کی بدگمانی کی جانے لگی۔ اُس پر یہ بدگمانیاں ہو ہی رہی تھیں کہ وہ لشکر کے جزیرہ پاروس کے فتح کرنے کو روانہ ہوا۔ وہاں لڑائی میں زخمی ہوا۔ اور اثنیہ میں مجبوراً واپس آیا۔ لیکن یہاں آتے ہی اُس پر یہ الزام لگا کے کہ اس لشکر کشی میں وہ معات باطن اور نیک نیت نہ تھا ایک مقدمہ قائم کر دیا گیا۔ اور جرم کے ثابت ہو جانے کے بعد عدالت نے اُسے قتل کی سزا دی۔ باوجود اس کے محض اُس کے کارناموں اور قومی خدمات کا لحاظ کر کے یہ سزا پکاس ٹلینٹ کے جُمانے سے بدل دی گئی۔ مگر وہ اس رقم کو ادانہ کر سکا جس کے باعث قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ اور وہیں تھوڑے دنوں بعد اُن زخموں کی وجہ سے جو اسے میدان جنگ سے واپس لائے تھے مر گیا۔

ان دنوں اہل اثنیہ پر اپنے شہر کے دو معزز لوگوں کا اثر تھا جن پر اُنھیں بھروسہ تھا۔ ایک تو ارس تے دیس (ارسطائیز) اور دوسرا تھے مرس توق لے س (تھسا کلینز) ارس تی دیس عادل کے لقب سے مشہور تھا۔ اس لیے کہ راست بازی اور بے غرضی

کے میدان میں اُس کے قدم کو کبھی نعرش نہیں ہونی تھی۔ اُسے فقط اپنے ملک کی فلاح و بہبود اور اُس کی سچی عزت کی رائی تھی اور بس۔ ذاتی و دنیوی و ترقی کا اُسے بہت ہی کم خیال آتا۔ اس کے مقابل تحس تو قلیس زیادہ سیانا اور چالاک تھا۔ اُسے اثنیہ سے بڑی محبت تھی۔ مگر اُس کی خدمت محض اپنی عظمت اور اپنے اقتدار کے خیال سے کرتا۔ لوگوں میں ہر دلعزیز بننے کے لیے راست بازی اور شریف انفسی کا جو ہر دکھانے کے عوض وہ اُن کے پاس تحفہ اور ہدیہ بھیجتا اور اُن کی خوشامین کرتا۔ ایک زمانہ تک وہ ایسی ہی تدبیروں سے لوگوں کے موافق بنانے کی کوششیں کرتا رہا۔ مگر جب دیکھا کہ اس کی دیس بے کچھ صرف کیے اور بغیر خوشامد دن اور سازشوں کے ہر دلعزیز بنا ہوا ہے اور میرے اخراج و مقاصد میں مداخلت تو اُس عادل شخص کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ اور اُس کے خلاف ایک بدست پارٹی قائم کئے اُسے جماعت سے باہر اور شہر سے جلا وطن کر دیا۔ کہتے ہیں کہ ایک دن یونان کا ایک شریف آدمی جسے معاملات سلطنت میں رائے دینے کا حق حاصل تھا اور کسی دہات سے آرہا تھا راستہ میں اُس کی دیس کو ملا۔ اس کی دیس کو وہ پہچانتا تھا اور چونکہ پڑھا لکھا نہ تھا۔ اس لیے اُس سے التجا کر کے کہا ”اس سپی کے حکمرے پر تجھے اُس شخص کا نام تو لکھ دو جسے میں خارج البلد کرانا چاہتا ہوں اور جب اس کی دیس نے سپی ہاتھ میں لے کے نام پوچھا تو اس کی دیس ہی کا نام معنی اُسی کا نام بتایا۔ اس کی دیس نے بے تکلف نام لکھ دیا اور وہ سپی اُس کے حوالے کر کے پوچھا۔ اس کی دیس کو لوگ کیوں جلا وطن کرتے ہیں؟“ اُس نے کہا ”میں اس بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن مجھے سچی پوچھو تو یہ کہ اُسے عادل سمجھتے ہیں۔“ اُٹھ آیا اور تنگ آ گیا ہوں چاہتا ہوں کہ اُس سے کسی طرح بچھا چھوٹ جائے۔“

الفرض کثرت آ۔ ا کی بنا پر جو غالباً کسی صحیح اصول پر نہ ہو گی اس کی دیس اثنیہ سے جلا وطن کیا گیا اور اُس کے خارج البلد ہوتے ہی تحس تو قلیس سلطنت میں سب سے بڑا صاحب اثر شخص ہو گیا۔ ایں شی لوس جو سب سے بڑا مصنف ٹریجڈیوں یعنی حسرت ناک ناٹکوں کا گذر ہے انہیں دلوں اثنیہ میں رہتا تھا۔ شراب کے دیوتا ڈیونی سوس یعنی بچ چوس کی جاترا میں مہول تھا کہ اُس دیوتا کی عزت کی یادگار میں ہمیشہ ناچ گانا ہوا کرتا۔ اور لوگ دیوتاؤں یا معزز زمامور یا ہر دلوں کے ہر دلوں میں آ کے تقریریں کیا کرتے۔ ان تقریروں نے چند روز کے اندر مکالمہ کی

تاہم اس میں شک نہیں کہ اب عشرت پرستی نے ایرانیوں کو بہت عیش طلب اور کاہل بنا دیا تھا۔ اور کینخسرو کے بعد پھر ان میں سوا خاہری شان و شوکت اور تزک و احتشام کو فتنہ سی اور الوالعزمی کے واقعات بہت ہی کم نظر آتے ہیں۔ عالیشان محلون اور حرم سراؤں کی نازک مزاجیوں کی وجہ سے اب ان کا جوش مردہ ہو گیا تھا۔ اسی کے ساتھ اپنی بے روک طبیعت اور اپنے غلیظ و غصب کی وجہ سے وہ سخت بے رحمی کے مظالم کرنے لگے تھے۔ اور ان کی حالت روز بروز زیادہ خطرناک ہوتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ انتقام کا وقت آ گیا۔ اور ان کی سلطنت تباہ ہوئی۔ اور ان کی حالت کے اس انقلاب نے ہوا کا ایسا رُخ پلٹا کہ بجائے اس کے کہ تاجداران فارس اُٹی نہ پر فوج کشی کریں ایک یونانی حکمران کے دل میں بابل پر حملہ کرنے کا حوصلہ پیدا ہو گیا۔

بہشتاباب

ریاست ہاسے یونان۔ (۳۲۰ قبل مسیح سے ۹۳۲ قبل مسیح تک)

فصل اول

پے لوپون نے شہ وាលون کی لڑائی (۳۲۰ قبل مسیح سے ۹۴۵ قبل مسیح تک) ایرانیوں کی حملہ آوری کی تاریخ میں یونان جیسا نظر آتا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر یونانی لوگ باہم متحد ہو جاتے تو پھر انھیں دنیا کی کوئی قوت مغلوب نہ کر سکتی۔ لیکن وہ متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹے ہوئے تھے۔ اور ان ریاستوں میں بھی خلیف پارٹیوں کی خلل اندازی کی وجہ سے آئے دن چھوٹ پڑتی رہتی۔ نہ کوئی ایسا ایک شخص تھا جو سب کی رہبری کرتا۔ اور نہ کوئی ایسا ایک اصول تھا جس پر سب کا عمل درآمد ہوتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے اپنی قوتیں ان نزاعوں میں ضائع کر دیں۔ اور کوئی ایسا کام نہ کر سکے جو ان کے بڑے بڑے کارہائے نمایاں کے شایان ہوتا۔ اور آخر کار رتنزل میں پڑ کے غیروں کے ماتحت اور مطیع فرمان ہو گئے۔ درکشیر کے ناکام واپس جانے کے بعد کا زمانہ اسے فی نیا دوالون کی تاریخ کا روشن ترین زمانہ تھا۔ تین بڑے یڑیکدی (پڑچسرت نظمین) لکھے وائے مصنفین۔ آئیں چی ٹوٹس سوفوقلیس اور

ایسی بی بی دس نے اسی زمانہ میں اپنی نظمیں تصنیف کیں۔ بے رود دطوس نے عین اسی عہد میں اپنی تاریخ نکیل کو بی بی
محمود دبی دس خین نوں اپنی تصنیف کا آغاز کر رہا تھا۔ بی بی دبی آس اسی وقت اپنی بے مثل بت تراشی کا کمال
دیکھا رہا تھا۔ اور بی بی تلیس جو دنیا کے قابل ترین اشخاص میں شمار کیا جاتا ہی اسی دور میں عام ملکی معاملات میں
لوگوں کی رہنمائی کر رہا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اُس میں الو الغری تھی اور عظمت و شوکت کا شوق رکھتا تھا لیکن
اُس کے ساتھ ہی اپنے شہر اور ملک یونان کے ساتھ سچی محبت رکھتا تھا۔ اور اُس میں اسے ثنیہ
زاتوں کے دل اپنے ہاتھ میں لے لینے اور ان کو اپنا فریضہ کر لینے کی ایسی اچھی قوت تھی کہ درمیان
میں جو بھڑاسا فرق پڑ گیا تھا اُس کے سوا چالیس سال تک برابر وہی اُن کی کونسلوں کو چلاتا رہا۔
تسے فی نیا اور اسپارٹا والوں میں مدت سے ایک رقابت پیدا ہو گئی تھی۔ یہ فقط اُس
فی دس اور اُس کے سے دیگر عقلمند اہل اسے فی نیا کے محل دبردباری کا نتیجہ تھا کہ اس باسے
سے ہاتھ کڑا نہیں پیش آیا کہ دونوں شہروں میں سے کس کو فوقیت حاصل ہے۔ اور کس کی عظمت
زیادہ مانی جائے۔ لیکن آخر کار مسئلہ قبل محمد بن کورنتھر اور یونانی جزیرہ کورسی رابین جسے فی الحال
کوئو کہتے ہیں ایک نزاع پیدا ہوئی۔ اسپارٹا والوں نے کورنتھر والوں کی طرفداری کی اور
پے رسی تلیس کے اُبھارنے سے اسے فی نیا دالے اُس جزیرے والوں کے حمایتی بن گئے۔
اس بنا پر جو لڑائی شروع ہوئی وہ مسلسل ستائیس برس تک قائم رہی جو کہ تاریخ یونان
میں جنگ پے لوپون نے ہی اُن کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ پے رسی تلیس لڑائی کے
اختتام تک زندہ نہیں رہا کہ جس تباہی کا وہ باعث ہوا تھا اُسے خود اپنی آنکھ سے بھی دیکھتا۔ اُن
دونوں اتفاقاً اسے فی نیا میں ایک ہیبت ناک طاعون پیدا ہوا۔ اور یہ حالت ہو گئی کہ مکانات
ہی نہیں مٹر گئے اور بتجانے تک لاشوں سے پٹے پڑے تھے۔ اسی طاعون میں پے رسی تلیس کا
سارا خاندان ختم ہو گیا۔ اور جب گھر میں اور کوئی نہ رہا تو خود متبلا ہوا۔ اور معمول سے زیادہ
تکلیفیں برداشت کر کے نذر اجل ہو گیا۔ مرنے سے چند روز پیشتر اُس کے چند احباب اُس کے
بستر مرگ کے گرد جمع ہوئے۔ اور اُس کے کارنامے بیان کرنے لگے۔ وہ بتا رہے تھے کہ اُسے
کیسی کسی فقیہ حاصل ہوئیں۔ اور اُس کی ذات سے اسے فی نیا والوں کو کیا فائدے پہنچے۔
اتنا سے کلام میں اُنھوں نے کہا ”آپ نے اسے فی نیا کو اتنی اور ایسی عوارتوں سے آراستہ

کر دیا کہ کمات ہو گئی ہے اس شہر کو آپ نے انیٹوں سے بنا ہوا پایا تھا اور سنگ مرمر کا بنا ہوا
چھوڑا۔ پے رمی قلیس نے اس کا جواب دینا چاہا۔ بڑی دقت سے کمزوری کو دبا کے اپنے
میں جواب دینے کی قوت پیدا کی۔ اور کہا "حمی چیز کو میں اپنی سب سے بڑی اقبال مندی
سمجھتا ہوں اُسے تم بھول ہی گئے؟ میرا سب سے بڑا یہ کام ہے کہ آج تک اسے فی نیہ کا
کوئی رہنے والا میرے سبب سے غم و اندوہ میں نہیں مبتلا ہوا اس سے اُس کا مطلب یہ
یہ تھا کہ اقتدارات حاصل کرنے کے تمام جھگڑوں میں میرا طرز عمل ہمیشہ یہ رہا کہ اپنے حریفوں کی
بھی جان کو خطرے میں نہ پڑنے دوں۔

اُس کے بعد اے فی نیہ میں اُس کی سی قابلیت کا کوئی شخص نہیں موجود تھا کہ اُس کا
جانشین ہوتا۔ نوجوان آل سی بی آڈیس جو اُس کا پیش دست تھا محنت و کارگزاری کے لحاظ
سے اُس سے کم نہ تھا مگر اُس کے ساتھ اُس میں بڑھ بڑھ کے باتیں بنانے اور گرم جوشی و
خود سری کا مادہ اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ لوگوں میں اُسے نہ دیسا رسوخ نصیب ہو سکتا تھا
اور نہ اُس کا اس قدر اعتبار قائم ہو سکتا تھا۔ آل سی بی آڈیس کا باپ اُسے کم سن چھوڑ کے
مر گیا تھا اور اُس کے لیے بہت بڑی دولت و ثروت چھوڑ گیا تھا جس کی وجہ سے اُس کے گرد
ہمیشہ خوشامدیوں کا جمع رہا کرتا۔ اور اُن کی درست و بجا اس کے شرفیاء و اخلاق بہت
کچھ بگڑ گئے تھے۔ وہ نیکی کو پسند کرتا تھا۔ بعض اوقات دیکھیے تو اپنے عہد کے زبردست فلسفی
سقراط کی شاگردی کا دم بھرنے لگتا۔ اور اُس کا بڑا پُر جوش پیرو بن جاتا۔ مگر اُس کے ساتھ
ہی اُس میں ایسی عیش پرستی اور راحت طلبی موجود تھی کہ باوجود سقراط کی شاگردی کا دم
بھرنے کے اکثر اے فی نیہ کا ایک نہایت ہی نازک مزاج نفس پرست نوجوان بن جاتا۔
اُس کی فضول گویان تمام لوگوں میں مشہور اور عالم آشکارا ہو رہی تھیں۔ شکل و صورت
اور وضع و قطع کے لحاظ سے وہ نہایت ہی خوش رُود اور خوش وضع تھا۔ اُس کا لباس تمام
اہل شہر سے زیادہ قیمتی اور پُر تکلف ہوتا۔ اُس کے اسلحہ لشکر میں بڑی قدر سے دیکھے اور نہایت
قیمتی سمجھے جاتے۔ اُس کے خود پر سونے کا طبع چڑھا ہوتا۔ اور اُس کی ڈھال طلائی کام اور
ہاتھی دانت کی بچی کاری سے آراستہ ہوتی۔ باوجود اِن سب باتوں کے اُس کی بے عقلی کی

پاسی نے گھر کے اندر ہی اُس کے بہت سے دشمن کھڑے کر دیے۔

مذکورہ بالا لڑائی میں جو سب سے بڑی کارگزاری اُسے فی نیا دالون نے دکھائی وہ مقام ہی راتو سہ پہنچی یہ جزیرہ صقلیہ (سسی) کا ایک مقام تھا جو ڈوریا دالون کے جا بنے سے آباد ہوا تھا۔ اس ہم پر جو فوج بھیجی گئی وہ تین افسروں کے زیرِ کمان تھے۔ ایک تو یہی آل سی بیڈیس دوسرا بی تی اُس۔ اور تیسرا ایک اور سردار جسے کچھ زیادہ نوذنین حاصل تھی۔ آئی کا کو جو ٹرک گئی تھی اُس کے کنارے کنارے میلون کی جگہ پر بہرین عظم کی مورقین نصب ہوتی چلی گئی تھیں۔ آل سی بیڈیس کو کوچ سے سین پشیر ایک صبح کو یہ تماشنا نظر آیا کہ کسی نے اُن سب مورقین کو بگاڑ دیا اور اُن کی حیثیت خراب کر دی۔ بادی النظر میں یہ کسی بدست اوباش کا کام تھا۔ اور یہ خیال کرنے کی کوئی وجہ نہ ہو سکتی تھی کہ اس میں آل سی بیڈیس کو بھی کچھ دخل ہے۔ لیکن جب وہ سی راتو سہ کے ارادے سے جہازوں کا ٹکڑا اٹھا چکا تو اُس کے دشمنوں نے عوام کو یقین دلا دیا کہ اس واپسی بے ادبی اور مذہبی گستاخی کا بانی مبنی آل سی بیڈیس ہی ہے۔ اس خبر سے لوگ برا ٹھنڈے اور برا فروختہ ہو رہے تھے۔ کہ یہ خبر بھی اڑا دی گئی کہ وہ سلطنت سے فی نیا کے خلاف سازش کر رہا تھا۔

یہ الزام اگرچہ بالکل بے بنیاد تھا۔ مگر اس کے خلاف شورش کرنے کا یہ وقت نہ تھا۔ لیکن اُسے فی نیا دالون کے دونوں میں اُس کے خلاف اس قدر نفرت بھڑک اٹھا تھا کہ اُس کا گھر بار لوٹ لیا۔ اور اُس کی تمام جائیداد پراہن ہو گئے۔ اس پر بھی صبر نہ آیا تو اس کو اُجا ب القتل ٹھہرایا اور مندرون کے پوجاروں کو بلا کے کہا کہ اُس پر لعنت بھیجیں۔ تمام راہبہ عورتیں تو فوراً اُس کا ردائی کے لیے آمادہ ہو گئیں مگر ایک نے تامل کیا اور کہا تم میرا کام دغا دینا ہے۔ کالیان نیانین۔ ان بے اعتدالیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ آل سی بیڈیس کو مجبوراً صقلیہ میں یونانی فوج کی افسری سے دست بردار ہونا پڑا۔ حالانکہ یہ وہ وقت تھا جب کہ معرکہ آرائی اور لڑائی میں نہایت ہی ممتاز ثابت ہو رہا تھا۔ اپنی فوج کی افسری کا چارج دیتے ہی وہ صقلیہ سے روانہ ہو کے اسپارٹا میں چلا گیا اور اپنے وطن کے دشمنوں سے دوستی پیدا کر لی۔

آل سی بیڈیس کے چلے جانے کے بعد صقلیہ میں لشکر اُسے فی نیا کا سپہ سالار فی قیاس تھا اُس کی کارروائیاں نامناسب پڑیں۔ اور اہل اُسے فی نیا کو سوانا کا مہی دنا مرادی اور

مصبوتوں کے کچھ نہیں نصیب ہوا۔ اور آخری انجام یہ ہوا کہ اہل اسے فی نیا کے بیڑے کو ایک بڑی بھاری بحری لڑائی میں اسپارٹا والوں کے بیڑے نے پوری شکست دے کے لکیتہ تباہ کر دیا۔ اور یہی واقعہ اُن کی تباہی و بربادی کا باعث ہوا۔ اُن کی جو فوج خشکی میں اُتر کے لڑ رہی تھی اُس کے پاس وطن واپس آنے کے ذریعہ نہیں باقی رہے۔ اور تقریباً سب بیکار ہاتھ پاؤں ٹارنے کے بعد قید کر لیے گئے۔ فی قیاس قتل کیا گیا۔ اور باقی ماندہ اسیروں کو قید خانے میں ڈال دینے کے بعد اُن کی طرف سے ایسی غفلت کی گئی کہ وہ غریب بھی قید خانہ میں نذر اجل ہوئے۔ چند اہل اسے فی نیا جو بھاگ نکلے تھے ادھر ادھر ٹکراتے پھرے مگر بے کسی اور فاقہ زدگی میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کے مرے۔ اور کہتے ہیں کہ اُن میں سے چند کو یوری پیڈیس شاعر کی (ڈیڑجڈ لون) جگر خراش نظموں نے موت سے بچا لیا۔ اس لیے کہ جزیرہ صقلیہ کے یونانی اُس کی نظموں کو پڑھ کر ایسے خوش ہونے لگے کہ جو کوئی اُس کے ڈراما کا کوئی حصہ اُنھیں سُنا دیتا اُسے خوش ہو کے کھانا اور پناہ دے دیا کرتے۔

اب ایرانیوں کو نظر آیا کہ اہل یونان میں بھوٹ ڈالنے سے اُنھیں کامیابی کا پورا موقع حاصل ہو جائے گا۔ لہذا اُنھوں نے کمزور جماعت کی مدد کی۔ تاکہ غالب گروہ کا جوش اور بڑھے۔ اور اسپارٹا والوں کو اس میں شرم نہ آئی کہ داراے ایران اُنھوں کے دوسرے بیٹے سائی رس سے جو اُن دنوں لیڈیا کا عامل (سترپ) تھا اُنھوں نے رشوت کے طریقہ سے روپیہ لے لیا۔ اور اس امداد سے اُنھیں اسے فی نیا والوں پر کامیابی کے دو ایک موقع حاصل ہو گئے۔ اور اُسی کی بدولت اہل اسے فی نیا کو مجبوراً اِل سی بیڈیس کو واپس بلانا پڑا۔ جسے اُنھوں نہایت تعظیم و تکریم سے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اُس کے آجانے سے چند روز کے لیے اہل اسے فی نیا کا ستارہ تھمک گیا۔ کئی میدانوں میں وہ مرد میدان ثابت ہوا۔ اور اُنھوں نے فتح و نصرت کے پھرے اُڑائے۔ لیکن اِل سی بیڈیس پر اسے فی نیا والوں کو جو بے اعتباری تھی گئی نہ تھی خالی دب گئی تھی۔ دو ایک کامیابیاں حاصل ہوتے ہی وہ ناراضی پھر اُبھری۔ چنانچہ وہ پھر اسے فی نیا سے نکال گیا۔ اب کی جو وہ گیا تو بجائے کمین اور جانے کے اپنے چند بہادر اور مسلح ہمراہیوں کے ساتھ ایک

کو ہستانی گڑھی میں جا کے بیٹھ رہا جو کہ تھر تھسی آ کے علاقہ چپے زمونی سوس میں واقع تھی۔ اوہیں سے بیچ کے اُس نے اپنے وطن اور اہل وطن کی تباہی کا تماشا دیکھا۔

اسے فی نیہ والے بھری قوت میں اپنے حریفوں سے اب تک بڑھے ہوئے تھے۔ اولون کے ۱۰۰ جہازوں کے بیڑے نے اسپارٹا والوں کے بیڑے پر جو امیرا بھری سان ڈر کے زیر حکومت تھا ایسا شدید حملہ کیا کہ اسپارٹا کے جہاز مقابلہ کی تاب نہ لا سکے۔ بے اختیار بھاگے۔ اور اسے فی نیہ کے جہاز نے اس پانٹ (آبنائے ڈارڈنیلز) تک بھگاتے لیے چلے گئے۔ وہاں پہنچتے ہی اسپارٹا والوں نے اپنے جہاز دریا سے اسے گوس پوٹاموس (بکریوں والی ندی) کے دہانے کے اندر کر لیے جو کہ ایک چھوٹی سی ندی تھی۔ اہل اسے فی نیہ جب اُن کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں پہنچے تو نظر آیا کہ پانی پایا ب ہے اور ہمارے بڑے بڑے جہاز اسپارٹا والوں کے جہازوں تک نہیں پہنچ سکتے۔ مجبوراً اپنے جہازوں کو کچھ دور پیچھے ہٹا لے گئے۔ اور رسد لانے کی ضرورت سے جہازوں کو چھوڑ چھوڑ کے اس پاس کے مقاموں میں منتشر ہو گئے۔ برابر پارچ دن تک یہی ہوتا رہا کہ اسے فی نیہ والے صبح کے وقت حریفوں کو مقابلہ پڑھلاتے اور تیسرے پہر کو جہازوں کو خالی کر کے خشکی پر چلے جاتے۔ اہل سی باڈیس نے اپنی تلہ کوہ کی گڑھی سے ہموطنوں کی اس اندیشہ ناک غلطی کو دیکھا کہ جہازوں کو غیر محفوظ چھوڑ کے چلے جاتے ہیں۔ نہ رہا گیا۔ اتر کے نیچے آیا اور انھیں اس غلطی پر تنبہ کیا جس کی جواب اسے اے فی نیہ کے جنرلوں سے یہ ملا کہ ”یہ یاد رہے کہ اب تم ہمارے سردار نہیں ہو“ آخر جب اُس نے دیکھا کہ وہ کسی طرح سمجھنے ہی نہیں تو مایوس ہو کے اپنی گڑھی میں واپس چلا گیا اور انھیں اُن کی قسمت پر چھوڑ دیا۔

اہل اسے فی نیہ کو اپنی غفلت و ناشکری کی سزا بہت ہی جلد ملی۔ چھٹے دن جیسے ہی وہ جہازوں کو چھوڑ کے گئے۔ لی سان ڈر اپنے پورے بیڑے کو لے کے ایک بلائے ناگمان کی طرح اُن کے جہازوں پر آپڑا۔ اسے فی نیہ کے صرف آٹھ جہازوں پر آدمی تھے باقی سب خالی پڑے تھے۔ ایک افسران آٹھون جہازوں کو لے کر خیرہ قبرس (سائی پرس) کی طرف بھاگ گیا۔ جہاں پورچ کے وہ خود تو وہیں ٹھہر گیا مگر ایک جہاز کو داپس بھاگا کہ اہل اسے فی نیہ کے جہازوں کی خبر لا گیا۔ کیونکہ خود اُسے اس کی خبر تھی نہ ہوتی تھی کہ ہموطنوں کو جا کے اپنی صورت دکھائے۔ اس جہاز کے لوگوں نے

جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اُسے فی نیا کے سارے جہاز اہل اسپارٹا کے قبضہ میں ہیں، اُن کے سپاہی جو اُس پاس جزیرے میں پھیلے ہوئے تھے دشمنوں کے ہاتھوں میں اسیر ہو گئے۔ اور بڑی ظالمانہ سنگدلی سے قتل کیے گئے۔ لی سانڈر امیر البحر اسپارٹا نے اس خونریزی میں یہ نئی بدعت ایجاد کی کہ اسے فی نیا والوں کے امیر البحر کو خود اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔

اس شکست سے اُسے فی نیا والوں کی قوت اس قدر ٹوٹ گئی کہ اہل اسپارٹا نے محاصرہ کر کے اسے فی نیا کو بھی فتح کر لیا۔ اور اُس تاریخی قدیم شہر کی عظمت و وقعت خاک میں مل گئی۔ چند ہی روز میں اسپارٹا والوں نے قبضہ کرنے کے بعد اسے فی نیا کی شہر بنیاد مسمار کر دی۔ جو تھوڑے سے جہاز اسے فی نیا کے قبضہ میں باقی رہ گئے تھے اُن میں آگ لگا دی۔ پی رے اوس نے جو اسے فی نیا کی قلعہ بندی کی تھی اُسے بھی منہدم کر دیا۔ اور پُرانا طریقہ حکمرانی بھی منسوخ ہو گیا۔ ۹۰۰ چوہون (قاصیون) کے بجائے اب اسپارٹا والوں نے یہاں ۳۰ قاصیون کی ایک کونسل قائم کی۔ جن لوگوں کو برگشتہ نجات اہل اسے فی نیا "۳۰ جابرون" کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ یہ لوگ ایسے بے رحم اور سنگدل تھے کہ جتنی خونریزی پے لوہون نے ہی ان لڑائیوں کے باعث، سے اسے فی نیا میں ۲۰ سال کے اندر نہ ہوئی تھی اتنی آٹھ مہینہ کے اندر ہو گئی۔

فصل دوم

سقراط اور فلسفہ یونان (۹۷۳ قبل مسیح)

ان ۳۰ جابرون ہی کے عہد میں آل سی ہیاڈیس فری جیامین مارڈالا گیا۔ اور خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اُنہیں جابرون کی سازش سے قتل ہوا۔ قاتلون نے اُس کے گھر میں آگ لگا دی۔ اور چونکہ کسی کو اُس کی تلوار کی زد میں آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی اُس لیے اُس پر چاروں طرف سے برہمچوں کا ایک مینہ برساکے اُسے مغلوب کیا۔ اور یونان کمزور کر کے اُس کی ضائع شدہ خدمات ملکی اُس کی شکستہ امیدوں اور اُس کی فکر مندانہ زندگی سب کا خاتمہ کر دیا۔ ان ۳۰ جابرون کے ہاتھ سے اسے فی نیا کے بہت سے شریف ترین رؤسا و عقلا جلا وطن کیے گئے جو باقی رہے وہ بھی کسی طرح اس ظالمانہ حکومت کو نہ برداشت کر سکے۔ اور خود ہی وطن چھوڑ کے چلے گئے۔ ان

وطن پرست جلاوطنوں کا غریب الوطنی میں دل نہ لگا۔ سب نے غربت ہی میں اتفاق کیا۔ اور تھپار لے کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور آخر لڑ بھڑ کے بزدل شمشیر اسے فی نیا میں داخل ہوئے۔ ظالموں کو نکال باہر کیا۔ اور اسے فی نیا میں پھر وہی لن کا قانون حکمرانی جاری ہو گیا۔

وطن پرستی ہی نے اب ان لوگوں میں اس بات کا شوق پیدا کیا کہ پُرانے خیالات پُرانی باتوں اور پُرانے اوصاف و اطوار کو پھر زندہ کریں۔ اور اُن طریقوں کو از سر نو جاری کریں جن کے مطابق اُن کے نامور بزرگوں کی تعلیم و تربیت ہوئی تھی۔ یہ شوق زیادہ تر اس متمنا پر تھی تھا کہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت اور اپنے گزشتہ جاہ و جلال کو پھر حاصل کریں اور قوم میں وہ جوش پھر پیدا کر دیں جو زمانہ سلف میں نظر آتا تھا۔ مگر یہ اُن کی غلطی تھی۔ کیونکہ عاودہ معدوم محال ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کی یہ آرزو رسم پرستی بن گئی۔ اور جو کوئی شخص اُن کے خیال میں کوئی نئی بات کہتا یا یہ سمجھتے کہ وہ اُنھیں کسی نئی تہذیب کی جانب متوجہ کرنا چاہتا ہے اُس کے دشمن ہو جاتے۔ بدقسمتی سے اسی تمدن سقراط پیدا ہوا۔ جو بت پرستوں میں ایک موحد اور اُن کا بہت بڑا فلسفی تھا۔ گو وہ بت پرستوں ہی کے زمرے میں تھا مگر اُسے بت پرست کہنا اُس کی توہین ہے۔ اُس کی پاک اور سچی زندگی سے ایک لڑائیت نمایاں ہوئی۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ رفر تو حید اُس پر مشکف ہو گیا تھا۔ اُسے اس عقیدے کا یقین ہو گیا تھا کہ صرف ایک خدا ہے برتر ہے۔ جو سب کا حاکم اور خالق ہے نیکی کو وہ پسند کرتا ہے اور بُرائی کو ناپسند۔ نیک لوگوں کا وہ حامی ہے۔ اور اُنھیں نیکی کا وہ صلہ دیتا ہے۔ اُس میں نہ ملکیت تھی اور نہ صنم پرستی۔ خداوند جل و علا نے اپنے کلام پاک قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ ”کوئی اُمت نہیں جس میں ہم نے ہادی و پیغمبر نہ پیدا کیے ہوں“ اس وعدہ قرآنی کے مطابق کوئی تعجب نہیں اگر سقراط بت پرستان یونان کا پیغمبر حق ہو۔ کیونکہ اُس کے عقائد ہی نہیں اُس کے کارناموں سے بھی شان پیہر ہی نمودار ہوتی ہے۔ تاریخ میں اُس کی بعض اعتقادی لغزشیں بھی بتائی گئی ہیں۔ مگر ممکن ہے کہ وہ غلط اہتمام ہوں۔ اور صحیح بھی ہوں تو اُن کی بنا پر ہمارے دل سے اُس کی عظمت کا نقش نہیں مٹ سکتا۔ اُس کا قول بتایا جاتا ہے کہ ”انسان کی عمر اس کے لیے کافی نہیں ہے کہ خود اپنی فطرت کے راز اور وجود باری تعالیٰ کے مسئلہ پر غور۔ یا ان خیالات کی طرف توجہ کرے“ اسی اصول کے مطابق

مظالم کرنے لگے جو تھے بس کے زیر اثر تھے یا اُس سے وابستہ تھے۔ اور اُس کے بعد اُنھوں نے دغا بازی سے قدمیا (یعنی قلعہ) پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور اُس میں اپنی ایک فوج قائم کر دی جو شہر والوں کو نہایت ہی مہیب و خطرناک نظر آتی تھی۔

اُن دنوں یونان میں دو زبردست آدمی موجود تھے۔ ایک اپامیڈون ڈاس اور دوسرا پے لونی ڈاس۔ یہ دونوں تھے بس کے رہنے والے تھے اور ریٹائی کے میدان میں دونوں نے ایک دوسرے کی جان بچائی تھی۔ اور اُسی وقت سے باہمی خلوص و محبت پیدا ہو جانے کے باعث دونوں میں رابطہ اتحاد قائم ہو گیا تھا۔ پے لونی ڈاس دولت مند تھا اور اپامیڈون ڈاس غریب و مفلوک الحال۔ لیکن پے لونی ڈاس کہا کرتا تھا کہ دنیسا میں اپامیڈون ڈاس ہی ایک ایسا شخص ہے جس سے اُس کے دوست نے کبھی اس بات کی التجا نہیں کی۔ کہ میری دولت لو اور اُس کے معاوضہ میں میری مدد کرو۔ اور اسے پامیڈون ڈاس کی یہ حالت تھی کہ اُس کے دشمنوں نے جب اسے سلطنت کی ایسی خدمتوں پر مامور کرنا چاہا جو ذیل ترین خدمتیں سمجھی جاتی تھیں تو وہ اُنہیں ایسی دانائی اور قابلیت کے ساتھ بجالایا کہ اُس کے تقرر سے خود اُن خدمات کی عزت بڑھ گئی۔

پے لونی ڈاس نے اس بات کی ایک تدبیر نکالی کہ اپنی فوج کو مخفی طور پر شہر کے اندر پہنچا دے اور اسپارٹا والوں کے مورچے پر چانک جا پڑے لیکن چونکہ یہ ایک ایسی تدبیر تھی جو اصول شرافت سے دور تھی لہذا اپامیڈون ڈاس نے جس کا یہ بیٹوہ تھا کہ کبھی مذاق میں بھی کوئی جھوٹی بات زبان سے نہ نکالتا تھا اس بات کو گوارا نہ کیا کہ ایسی نامرئی کی کارروائی میں وہ خود کوئی حصہ لے۔ مگر دوسرے بہت سے لوگوں کی مدد سے انھیں یہ کارروائیوں کے کرنے میں باک نہ تھا کامیابی حاصل ہو گئی۔

یہ کارروائی یونان میں آئی کہ اسپارٹا کے مورچے کے سپاہی ایک دعوت میں بلائے گئے جہاں تھے بس کے سازشی زمانوں اور عورتوں کے گھیس میں آئے اُن سے ملے اور موقع پاتے ہی یکایک حملہ کر کے اُن سب کو قتل کر ڈالا۔ اور شہر مدیا پر پھر قابض متصرف ہو گئے۔

تھے بس اب پھر ازدو تھا۔ اور اپامی نوڈاس نے ایک فوج کی سپہ سالاری کر کے شہر لے اگٹرا میں اسپارٹا والوں کو شکست بھی دے دی۔ اسپارٹا والوں کی فوج کا افسران کا دوسرا بادشاہ کلے اوم بروٹس تھا۔ اس فتح کے بعد جب چاروں طرف سے لوگ اپامی نوڈاس کی تعریفیں کر رہے تھے وہ بولا ”مجھے تو سب سے بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ میرے مان باپ یہ جزمین کے کیسے خوش ہوئے ہوں گے۔“ اسی وقت سے تھے بس یونان کا صاحب حکومت شہر بن گیا۔ اور جب تک اپامی نوڈاس وہاں کے معاملات کا متکفل اور قوم کا سرغنار با عقلندی۔ عدل پروری۔ اور سرسہری کے ساتھ حکومت ہوتی رہی۔ لیکن تھے بس کی عظمت اپامی نوڈاس کی زندگی کا پورا ساتھ نہ دے سکی۔

۹۳۲ قبل مجرمین شہر ان تی نیا کے متعلق جو علاقہ آرٹا دیا میں واقع ہے ایک نزاع پیدا ہوئی۔ اور اُس کی شہر نہاد کے سامنے ہی اسپارٹا اور تھے بس والوں نے باہم میدان کارزار گرم کیا۔ اس میدان میں فتح تو اپامی نوڈاس ہی کو نصیب ہوئی مگر بھی لڑائی کا آغاز ہی تھا کہ وہ سینہ پر ایک تیر کھا کے گرا۔ تیر سینے کے اندر پیوست ہو گیا تھا لوگ اُسے میدان جنگ سے اٹھا کے ایک چھوٹی پہاڑی پر لے گئے۔ جہاں پہنچتے ہی اُس نے پہلا سوال یہ کیا کہ ”میری ڈھال تو نہیں ٹوٹی؟“ وہ صبح و سالم ہے؟“ جب رفیقان نے ڈھال اُس کے سامنے لاکے پیش کر دی تب اُس نے لوگوں کو اپنے زخم کا معائنہ کرنے کی اجازت دی۔ تیر اب تک زخم میں پیوست تھا۔ اور لوگ ڈر رہے تھے کہ اگر تیر نکالا گیا تو اتنا خون بہ جائے گا کہ اس کا جان بہ ہونا دشوار ہوگا۔ تمام خدام و زقار و کھڑے رو رہے تھے اور اسی اندیشہ سے کسی کو تیر کھینچنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اور خود اُس کی یہ حالت تھی کہ گویا اس زخم کا خیال بھی نہ تھا نہایت خاموشی اور متانت کے ساتھ مردہ فتح سینے کا انتظار کر رہا تھا۔ اتنے میں اُس کے لوگوں نے نعرہ فتح بلند کیا۔ اور ہر طرف سے فتح و نصرت کی مبارکباد سننی جانے لگی۔ مردہ فتح سنتے ہی جوش میں آ کے اُس تیر کو زور سے پکڑ کے خود کھینچ لیا۔ ساتھ ہی خون کے فوارے بہنے لگے اور دم بھر میں وہ دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اور اپنے بعد اپنی زندگی کو عجیب و غریب استقلال خارج اباالی

اور قومی محبت کا نمونہ بنا کے چھوڑ گیا۔

اس کے مرنے کے دو مہینے ہی برس آگے سی لاؤس باوجود یکہ اسی برس کا بڑھا تھا۔
ایرانوں کے مقابلے کے لیے لشکر لے کے مہر گیا۔ جہاں پہنچنے کے بعد بیمار ہوا۔ اور یہی عرض
اُس کا مرض موت ثابت ہوا۔

ساتواں باب

شاہنشاہی مقدونیہ (۹۳ قبل محمد سے ۹۹ قبل محمد تک)

فصل اول

مقدونیہ کا فیلقوس (۹۳ قبل محمد سے ۹۹ قبل محمد تک)

مان ٹی نیا کی لڑائی کے بعد بلا دیونان میں برابر جھگڑا قائم رہا۔ اور آخر کار سب سے
اول درجہ کی قوت و عظمت پھر شہر اے ٹی نیا نے حاصل کر لی۔ لیکن اسی اثنائیں یونان کے
ایک شمالی علاقہ نے جو مقدونیا کہلاتا اور مطلقاً وحشی غیر تمدن تصور کیا جاتا تھا اسی بہت
قوت پیدا کر لی۔ جو یونان کے تمام علاقوں اور شہروں کے لیے خطرناک تھی۔ یہ سلطنت پہلے
بھی تھی مگر کسی شمار و قطار میں نہ تھی۔ اب اُس نے خدو ج حاصل کیا تو سب شہر اپنے
پڑائے حریفوں کو بھول کے اُسے خوف کی نظر سے دیکھنے لگے۔ یہاں کا حکمران فیلقوس جو ایک
بدت دراز کی جلا وطنی کے بعد ۹۳ قبل محمد میں تاج و تخت کا مالک ہوا تھا بڑا مدبر اور بخیر کار
شخص تھا۔ وہ زندگی کا ایک بڑا حصہ تھے بس میں خرچ کر چکا تھا جہاں اُس نے فنون جنگ
اور تدبیر مملکت کی تعلیم اپامی نونڈا اُس کے ایسے مشہور و معروف افسر اور دبیرے پائی تھی۔
فیلقوس کو سب سے بڑی آرزو اس بات کی تھی کہ لوگ اُسے یونانی تسلیم کریں۔ اور اُس کا
شہر مرمرہ آدروگان یونان میں کیا جائے۔ اُس نے یونان کے سربراہ اور وہ لوگوں کو بلا بلا
کے اپنے پاس جمع کیا۔ اور حرب اہل پاکیا کی دوڑ میں اُس کی تھوڑی سی۔ اور اُسے اس کامیابی کا
انعام ملا تو اُس نے حکم دیا کہ سارے مقدونیا میں خوشی منائی جائے۔ وہ نہایت ہی حالاک

شخص تھا۔ اور اس کی ذرا بھی پروا نہ تھی کہ حصول کامیابی کے ذریعہ منصفانہ و شریکین یونان یا نہ یون۔ جائز ہوں یا ناجائز اُس کے اصلی مقصد تھے۔ ایک یہ کہ مار سے یونان کو اپنے قبضہ میں کر لے۔ اور دوسرے یہ کہ سلطنت ایران کو فتح کرے۔ پہلی آرزو میں تو اُسے پورے کامیابی ہوئی۔ مگر دوسرے مقصد کے لیے اُس نے پورا سامان تیار کر لیا تھا کہ مرنے و فغان کی امداد اُسے اپنے بیٹے سکندر کے لیے چھوڑ گیا۔

یہ بہت بڑے کام تھے جن کے لیے اُسے اپنے یہاں اچھے اچھے افسر بھی تیار کرنا چاہتے اور بڑی زبردست فوج بھی مرتب کرنا تھی۔ بس کا سرا انجام اُس نے یون کر لیا کہ نوجوان شریف زادوں کو دُور دُور سے لاکے اُس نے اپنے دربار میں جمع کیا۔ اور اُن کو فوج جنگ کی تعلیم دی۔ اُس تدبیر میں اُسے پوری کامیابی حاصل ہوئی اور چند ہی روز میں اُس کے پاس ایک بڑا کبرست لشکر موجود تھا جو فوج اُس نے تیار کی اُس کی اصلی قوت ایک بلین سے بھی جس میں چھ ہزار پیدل سپاہی تھے۔ یہ سب یونانی ذاتی و اصول کے مطابق پورے سلیم سے آراستہ تھے۔ چوبیس چوبیس فیٹ کے لمبے نیزے اُن کے ہاتھوں میں تھے۔ جب ان سپاہیوں کی عضیں اصول جنگ کے مطابق مرتب کی جاتی تھیں تو اگلی چار صفوں کے نیزے آگے کی طرف جھکے رہتے۔ ہر صف سے دوسری صف تک مناسب فاصلہ رہتا۔ اور سب سے اگلی صف کے اور دھن کے درمیان چار نیزوں کی مسافت رہتی جس وقت وہ آگے مار چکرتے اُن کی ڈسائن اس طرح ایک دوسرے سے ملی رہتیں کہ اُن کی صفوں میں سے گزر جانا غیر ممکن تھا۔

فیلٹوس کی یہ تدبیریں جو اہل یونان کے خلاف تھیں بیسے ہی ظاہر ہوئیں سب لوگوں میں کُل جلی پڑ گئی۔ اور ہر ایک میں یہ جوش پیدا ہوا کہ فیلٹوس کی ان کارروائیوں کو روکا جائے۔ خاصہ شہر اسے فی نیامین جہاں اُس عہد کا بڑا جادو بیان ڈے موس تھے نس (ڈیما سٹینیئر) موجود تھا۔ جو ہم وطن کو اپنی آزادی برقرار رکھنے پر ہمیشہ آمادہ کرتا رہتا۔ اس فتح دہانہ شخص نے بڑی دشواریوں کا مقابلہ کر کے اور بڑی سختیاں جھیل کے اپنے آپ کو اعلیٰ درجہ کا فیصلہ لایا بنایا تھا۔ اُس کی زبان میں خلعتی طو۔ برکت تھی۔ اور بات کرنے میں غل غل بل کرتا رہتا تھا۔ اپنے اس گویائی کے عیب کو اُس نے یون دُر کیا کہ منہ میں سنگریزے بھر کے تہہ پر کرتا۔

سمندر کے کنارے کھڑے ہو کے زرد زرد سے تقریر کرنے کی مشق کرتا جہاں موجوں کی تلاطم سے
 ہر وقت ایک شور ہوتا رہتا اور کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی۔ تاکہ جس بحر میں لوگوں نے سخت شرمزینہ
 مچا رکھا ہو اپنی آواز کو سب پر بلند اور غالب کر سکے۔ آخر جادو بیانی کے کمال میں اسے یہاں تک
 کامیابی حاصل ہوئی کہ اسے فی نیا والون کے دلوں پر اکثر حاکم و متصرف رہتا۔ اور اُس کا نام
 آج تک دنیا کے ایک اول درجہ کے فصیح البیان کی حیثیت سے لیا جاتا ہے۔ اور اُس کی
 فی کس یعنی وہ تقریریں جو فیلقوس کی مخالفت میں تھیں اس وقت تک جادو بیانی کا بہترین
 نمونہ تسلیم کی جاتی ہیں۔

آخر ۹۰۰ قبل محمد بن شہر کرد دنیا کے پاس فیلقوس اور اسے فی نیا اور تحس بس کی متحدہ
 فوجوں سے بڑی بھاری لڑائی ہوئی۔ اس میدان میں تھوڑی دیر کے لیے اسے فی نیا والون
 نے اپنے آپ کو کامیابی کے قریب پہنچایا تھا۔ لیکن اس غلبہ سے انھوں نے ایسی جبری
 طرح کام لیا کہ فیلقوس نے اپنے سپاہیوں سے پکار کے کہا "ان لوگوں کو نہیں معلوم کہ کیونکر
 فتحیاب ہوتے ہیں۔ یہ کہہ کے ناگمان اور شور سے حملہ کیا اور نہایت خونریزی کے بعد انھیں
 شکست دے دی۔ بس اسی کرد دنیا کی لڑائی پر یونانیوں کی آزادی کا خاتمہ ہو گیا۔ کیونکہ
 پھر اس کے بعد سے سارا ملک یونان فیلقوس کے زیر فرمان تھا۔ اس بات کی بہت کچھ
 کوشش کی گئی کہ مقدونیہ کی اطاعت کا جو اگر دن پر سے اُتار کے پھینک دیا جائے اور
 کھوئی ہوئی عظمت و شوکت پھر حاصل کی جائے۔ مگر کامیابی نہ ہونا تھی نہ ہوئی جس کا اصلی سبب
 یہ تھا کہ یونانی اپنی مسلسل مخالفتوں اور باہمی لڑائیوں کی وجہ سے کوئی مستقل سلطنت نہیں قائم
 کر سکے تھے۔

یونان پر قبضہ کرنے کے بعد مقدونیہ کے بادشاہ نے اپنی دوسری آرزو پوری کرنے کا سائن شروع
 کیا۔ لشکروں کو جمع اور مرتب کر رہا تھا اور اپنی قوت بڑھاتا جاتا تھا کہ مشرق قبل محمد بن اُس کی بیٹی کی دہلی
 کی تقریب پیش آئی۔ اس شادی کی دعوت میں وہ اہل دربار کے مجمع میں تھا کہ ناگهان ایک مقدونی اہل
 نوبتریں زاوے نے خطا جانے کس جوش میں حکم کر کے اسے مار ڈالا۔ اس واقعہ پر گرد کی تان فطرت نے
 اس قدر نیش آیا کہ سبھوں نے اُس زوجان کو گھر کے فوراً قتل کر دیا۔ اور یہ بھی نہ بکنے والے فیلقوس کے

قتل کرنے میں اُس کی کیا غرض تھی۔

فصل دوم

سکندر اعظم ایشیائے کوچک میں (۳۳۳ ق م) سے ۹۰ قبل محمد تک) فیلقوس کے بعد اُس کا بیٹا سکندر وارث تاج و تخت ہوا۔ جو تاریخ میں سکندر اعظم کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اُس کی دان اسی پائی رس کی شانہ رادی اُلپم پائیس تھی۔ جس وقت وہ سرزمین ہاری پر بلوہ آرا ہوا ہے اُس کی عمر بیس برس کی تھی۔ اُس کی پیدائش کے دن قدرت الہی کا یہ عجیب تماشا نظر آیا تھا کہ شہر فسوس کے بڑے بت خانہ میں ایسی آگ لگی کہ جل کے خاک ہو تو وہ رہ گیا۔ اس آگ کا باعث بھی سبب و غریب تھا۔ یعنی اسے ردس ترا توں نام ایک شخص نے اس غلطی میں آگ لگا دی کہ اتنے بڑے بت خانہ میں آگ لگانے کی وجہ سے میرزا مہدین ہمیشہ کے لیے شہر ہو جائیگا۔ سکندر نے اس واقعہ سے اپنی مبارک فانی کا یہ شگون لیا کہ میرے ہاتھوں سے سرزمین ایشیامین آگ جھڑک اُٹھے گی۔

سکندر باپ کی طرف سے اپنا سلسلہ نسب ہر کنو لیس تک پہنچاتا تھا۔ اور ان کی طرف سے آچل لیس تک۔ بچپن کے زمانہ میں اُسے شاعری سے شوق تھا۔ پُرانی شاعری ہی کے عالم میں رہا کرتا۔ اور جب سونا تو ہوم کے تصانیف اُس کے سر ہاتھ تکیہ کے نیچے ہوتے۔ جس کا یہ بیچہ تھا کہ خواب بھی دیکھتا تو ایسے واقعات پیش نظر ہو جاتے جو معرکہ کارزار میں اُسے محاصرہ ٹرائے کے نامور دن کا ہم پلہ اور ہم رتبہ ثابت کرتے۔ اتنے بار ہا نظر آیا کہ میں اُن نامور دن کی شہرت کا مقابلہ کر رہا ہوں۔ شہر استاخی رہ کے فلسفی ارسطو طالیس کے زیر تربیت اُس کی تعلیم ہوئی تھی۔ اُس کی ولادت کے وقت فیلقوس نے جو خط اس نامور حکیم کے پاس بھیجا تھا اُس میں یہ الفاظ لکھے تھے ”میرے بیچ میں نہیں آتا کہ کس بات پر زیادہ خوش ہوں یا اس بات پر کہ خدا نے مجھے فرزند دیا یا اس بات پر کہ اس بچہ کو ارسطو کا سامعہ نصیب ہوا۔“

ارسطو کی تعلیم کی یہ برکتیں تھیں کہ نومرد و نوخیز سکندر رجب کوئی کام کرتا تو خوب سوچ سمجھ کے اور بخوبی خود مگر کئے کرتا۔ جس بات کا ارادہ کر دیتا تو پھر اُس پر استقلال سے قائم رہتا۔ اور حکمرانی کے

مناسب تدبیروں کا پابند رہتا۔ دیگر فنون میں اُس نے دیگر استادوں کی تعلیم سے کمالات حاصل کیے۔ اور خاص اپنے باپ کی صحبت و تربیت نے اُس میں یہ جو ہر پیدا کیا تھا کہ جس کام کو شروع کرتا اُس میں پوری مستعدی سے توجہ کرتا۔ چودہ برس کی عمر میں اُس نے اپنے خاص گھوڑے بونے فائون کو سدا کے اس قدر مانوس کر لیا کہ اُس کی سواری میں تو بالکل مطیع و منقاد رہتا مگر اور کسی شخص کو کبھی اُس کی بیٹھ پر جانے کی جرأت نہ ہو سکی۔ ابھی چودہ ہی سال کا تھا کہ اہل سانی دبا کی لڑائی میں اُس نے اپنے باپ کو قتل ہونے سے بچایا۔ اور کمال شجاعت دکھائے گئے۔ گایاموت کے دہانے سے نکال لایا۔ اور پچھے رو دنیا کے معرکہ میں سارے سواروں اور سالوں کا افسر وہی تھا۔ باوجود ان سب باتوں کے تخت نشینی کے وقت وہ اس قدر کم سن تھا کہ یونانیوں کو خیال گزرا اب ہمیں مقدونیہ والوں سے کوئی اندیشہ نہیں باقی رہا۔

فیلپس کے مارے جانے پر اسے فی نیامین بہت ذلیل قسم کی خوشیاں منانی لگیں۔ اُسے مونس تھے بس کی ایک بیٹی اگرچہ عین اسی زمانہ میں مری تھی مگر وہ سر پر ایک پھولوں کا بیج پہن کے خوش خوش اہل اسے فی نیا کے مجمع عام میں آیا۔ اور فیلپس کے مارے جانے کی خوش خبری سنائی۔ یہ اسی باتیں تھیں جن سے بدگمانی ہو سکتی تھی کہ اُس کے قتل کی سازش میں یہ ضرور شریک ہو گا۔ مگر اُس کی یہ سب خوشیاں بے کار گئیں۔ کیونکہ کچھ بس والوں نے بغاوت کے لیے جیسے ہی ہتھیار اٹھائے سکندر بکلی کی طرح آہو بچا۔ کچھ بس کی شہر نپاہ مہمار کو دی بہت سے اہل شہر کو قتل کیا۔ اور پھر سارے شہر کو تباہ و برباد کر کے اُس کو نام ہی نہ بھرتی۔ سبے ٹھانویا۔ یہ رنگ دیکھتے ہی یونان کی اور سب ریاستوں کے بھی وضو ٹھنڈے ہو گئے۔ اور کسی کو چون کر سنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور اُن کے حوصلہ پست ہوتے ہی سکندر کو موقع مل گیا کہ نہایت اطمینان فارغ البالی سے دولت بزم پر چڑھائی کرے۔

پنہا پچھترہ قبل محمد کے موسم بہار میں اُس نے آئین بی باٹر کو اپنا دالی اور نائب سلطنت بنا کے مقدونیہ میں چھوڑا۔ اور تیس ہزار پیدل فوج اور ۵۰۰ سواروں کو ہمراہ رکاب لے کے وطن کو خیر باد کہی جس کی صورت دیکھنا پھر اسے نہ نصیب ہوا۔ ہے بس پانٹ (آبنائے باسفورس) کے پاس یورپ کو چھوڑ کے ایشیا میں داخل ہوا۔ اور پہلا شخص تھا جو فاطما نہ

ابوالفری کے حوصلہ دل میں لیے ہوئے یورپ سے نکل کے ایشیا میں آیا۔ اُس کی فوجیں ابھی ساحل پر اتر ہی رہی تھیں کہ وہ اُس مقام کی زیارت کو چل کھڑا ہوا جسے مدت ہا۔۔۔ے دراز سے خواب میں دیکھتا رہا تھا۔ یعنی وہ گاؤں جو پُر اسے شہر ٹراے کے مقام پر آباد تھا۔ یہاں اُس نے اے چل لیس کی قبر پر قربانی چڑھائی جسے اپنے نامہالی خاندان کا مورث اعلیٰ خیال کرتا تھا۔ خود اپنی ڈھال مندر پر چڑھا دی۔ اور وہاں سے ایک ڈھال جو دیوار پر آویزاں تھی اُتار لی۔ جس کی نسبت کہا جاتا تھا کہ فاتحان یونان کی پُرانی یادگار ہے۔ اور دل میں متنبہ کیا کہ اس ڈھال کو ہر لڑائی میں ہمیشہ اپنے آگے رکھا کروں گا۔

اب یہاں سے اُس نے باسغوس کے ساحل ہی ساحل مشرق کی طرف کوچ کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ دریائے فراتی قوس کے قریب پہنچ کے دارا سے عجم کے لشکر کا سامنا ہوا جو نہر مذکور کے اُس پار صفت آ رہا تھا۔ اور شہر یار ایران کا نائب ممنون اس لشکر کا سپہ سالار تھا۔ حملہ کی ابتدا سکندر نے خود اپنی طرف سے کی۔ اور مع اپنے جان باز سواروں کے زور و شور سے اپنے گھوڑے، پیچ دھارے میں ڈال دیے۔ موجوں سے لڑ بھڑکے پار پہنچے تو دشمن کے سپاہیوں نے یورش کر دی جو کسی طرح زمین پر قدم نہ جمانے دیتے تھے۔ مگر سکندر نے شجاعت و دیریری سے ایک جگہ پر قبضہ کر ہی لیا۔ اتنی دیر میں اُس کا پیدل لشکر بھی پار اُتر آیا۔ اُس کے پہنچتے ہی سب نے ایرانیوں پر ایسی سختی سے حملہ شروع کر دیا کہ بہت ہی جلد سکندر کو پوری فتح حاصل ہو گئی۔ اور ایرانی بھاگ کھڑے ہوئے۔

اس فتح کے ساتھ ہی اطراف و جوانب کے سارے ملک پر سکندر کا قبضہ ہو گیا۔ اس علاقہ پر قابض ہونے کے بعد اُس نے اپنا رخ بدل دیا۔ اور اب وہ بحر ایجن کے کنارے کنارے چلا۔ اور جو شہر راستہ میں پڑا اُس پر قابض و تصرف ہوتا گیا۔ اس کارروائی میں اُس کا سب سے زیادہ اہم مقصد یہ تھا کہ ایرانیوں کے تعلقات اُن کی ہندو گاہوں سے منقطع کر دے۔ تاکہ وہ اپنی بحری قوت اور اپنے جہازوں کے بیڑوں سے فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ایرانیوں کا بیڑہ اس قدر زبردست تھا کہ سکندر کے لشکر یا اُس کی قوت کو اُس سے کوئی نسبت نہ تھی۔ چنانچہ اسی اندیشہ سے سکندر کو اپنی اس ساری مہم میں ایک بار بھی بحری لڑائی کی جڑاٹ ہونی

سکندر کا یہ سفر جو ایشیائے کوچک کے مغربی دہنہ بی سواحل پر ہوا اس میں ست اُس لڑائی کے جو ملک کے اندرونی حصہ میں ہوئی تھی پورا ایک سال صرف ہو گیا۔ اور موسم گرما کی ابتدا میں دو علامتہ قی قیاس کے شہر طوس میں پہنچا۔ اور کچھ تو گرمی اور کچھ ٹھکن سے وہ ایسا خستہ و پریشان ہو رہا تھا کہ شہر میں داخل ہوتے ہی دریائے قدوس کے ٹھنڈے پانی میں نہایا۔ اس بے اعتدالی سے اُسے شدید تپ آگئی جس کی حدت اور شدت اس بلا کی تھی کہ اس بیماری نے اُس کی صحت جسمانی میں ہمیشہ کر لی گئی تھی۔ اس موقع پر کسی دوست نے اُسے ایک خط کے ذریعہ اطلاع دی کہ ”آپ کا طبیب فلپ شاہ ایران سے ملا ہوا ہے جو وہاں سے دسے کے اس بات پر راضی کر لیا گیا ہے کہ دوا کے بہانے آپ کو زہر دے دے۔“ اس خط کو سکندر پڑھ ہی رہا تھا کہ وہی طبیب فلپ اُس کے پلانے کے لیے دوا بنا کے لایا۔ سکندر نے اُس کی صورت دیکھتے ہی خط نو اُس کے ہاتھ میں دے دیا اور دوا کا کٹورہ اُس سے لے کے منہ سے لگا لیا۔ اور قبل اس کے کہ فلپ اپنی بیگناہی کے متعلق ایک لفظ بھی زبان سے نکالنے پایا ہو۔ بے تکلف دو اکو پی گیا۔ بخارتین ہی دن کے اندر جاتا رہا۔ اور وہ اس قابل ہوا کہ فوج کی سرداری کرے۔ خوش قسمتی سے بیماری کے زمانے میں فوج کشی کی کوئی ضرورت بھی نہیں پیش آنے پائی۔ تیسرے دن جب فوج کے ساتھ مقابلہ کو چلائی تو دارا سے قدماؤں خود اپنے لشکر کو لے کے میدان میں صف آرا ہو چکا تھا۔ لشکر عجم اس میدان میں عجیب شان و شوکت اور تزک و احتشام سے آیا تھا۔ سب کے آگے آگے ایک گروہ اُن لوگوں کا تھا جن کے ہاتھوں میں چاندی کی زرق برق اینٹھیاں تھیں۔ جن میں زرتشتیوں کی مقدس و محترم آگ روشن تھی۔ اس گروہ کے پیچھے سب سے بڑا مقتدا ملت مجوس تھا۔ اُس کے ہمراہ ۳۴۵ خوش رُو نوجوان گل انار کپڑے پہنے ہوئے تھے جو برس کے ۳۶۵ ایام کے منظر و قائم مقام تصور کیے جاتے۔ اس کے بعد سورج کی (جو منظر نورد یزدان تھا) رتھ تھی اور اُسے اُس کے خاص خادم گھوڑوں پر سوار اپنے جھنڈے میں لیے ہوئے تھے۔ اس رتھ کے جلوس کے بعد عجمی لشکر تھا۔ خاص شاہی گارو کے نیزوں کی شامیں سونے کی تھیں۔ اُن کا لباس سفید تھا۔ اور مرصع چار آئینہ سینوں پر لگے ہوئے تھے۔ اس کے بعد اور جماعت اس سے کم نمود نشان کی تھی۔ مگر یہ ساری دھوم دھام بجائے

لڑائی کے جلوس کی شان دکھانے کے لیے زیادہ موزون تھی۔ خود دار اسے عجم ارغوانی خلعت پہنے ہوئے تھا۔ جس میں کثرت سے جواہرات لٹکے ہوئے تھے۔ اور جگ جگ مگ مگ کر رہے تھے۔ وہ اپنے اس لشکر کے عین درمیان میں ایک رتھر پر سوار تھا جس پر جا بجا سونے کا کام تھا۔ اگرچہ لڑنے کے لیے میدان جنگ میں آیا تھا مگر اُس کی مان سی سی گم نہیں۔ اُس کی خاص ملکہ اُس کی محترم بیٹیاں۔ چند اور شاہی خاندان کی خاتونیں۔ اور اُن کے ساتھ کی لونڈیوں باندیوں کا ایک کثیر التعداد گروہ اُس کے ہمراہ تھا۔ اس فضول و بے نتیجہ گروہ نے شہر اس سوس کے ایک اونچے ٹیکے پر پڑاؤ ڈالا۔ جہاں وہ چاروں طرف سے سنگستانی چٹانوں میں اس قدر گھرنے ہوئے تھے کہ اپنی تعداد کی کثرت سے بہت ہی کم فائدہ اٹھا سکتے تھے اور اسی سبب سے ان پر جلدی قابو پانے اور غلبہ حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔ دارا نے جیسے ہی دیکھا کہ اڑائی ہاتھ سے گئی اپنی رتھر کا رخ پھیر دیا اور میدان سے جان بچا کے نکل گیا۔ اپنے خاندان اپنی مان بیٹیوں کو تو دشمن کے قبضہ میں چھوڑا اور خود جلدی جلدی بھاگتے ہوئے جا کے ابل میں دم دیا۔ تاکہ دوسری فوج جمع کرے۔

سکندر اعظم اپنے حریف دارا کی مان بی بی اور بیٹوں کے ساتھ بہت ہی ادب و تعظیم سے پیش آیا۔ اُن کے حال پر نہایت ہی مہربانی و شفقت ظاہر کی۔ اور اپنے ایک مقرر سردار کو بھیجے کہ انھیں یقین دلایا کہ ”آپ سب میری حمایت میں ہیں“ اور دوسری بج کو اپنے ہم سن دوست نئے فیس ٹیون کو ساتھ لے کے اُن خاتونوں کی ملاقات کو گیا۔ سکندر کے چہرے سے اگرچہ شرافت برتی تھی اور خوش رو و خوش جمال بھی تھا۔ طاقت اور پھرتیلے پن کے لحاظ سے بھی اُس کا جسم اچھا تھا مگر قد چھوٹا تھا۔ اور اُس کے مقابل سے فیس ٹیون کشیدہ قامت اور بلند بالا تھا۔ لباس کے اعتبار سے بھی سکندر کے کپڑے بہت سادے تھے۔ الغرض ان دونوں رفیقوں کو ساتھ دیکھ کے دارا کی مان سی سی گم میں غلطی سے سے فیس ٹیون کو بادشاہ مقدونیہ اور اپنا فاتح سکندر سمجھی اور دوڑ کے اُس کے سامنے زمین پر گر پڑی۔ لیکن ساتھ ہی اُسے معلوم ہوا کہ میں جس کے قدموں پر گرمی ہوں وہ سکندر نہیں کوئی اور ہے تو گھبرا کے نادام ہو گئی۔ سکندر نے بڑھ کے اُسے اپنے ہاتھ سے اٹھایا۔ اور کہا ”در اصل آپ سے غلطی نہیں ہوئی۔ اس لیے کہ مجھ میں

ان میں کوئی فرق نہیں۔ سہ فیس یون بھی سکندر ہی کا ایک دوسرا پکیر ہے۔ سی سی گم میں سے اُس نے مان کہہ کے خطاب کیا۔ اور اُسے ہمیشہ مان ہی کے لفظ سے یاد کیا کرتا۔ اور یہاں تک اُس کا ادب کرتا کہ جب تک وہ بید اصرار نہ کرتی اُس کے سامنے بیٹھا تک نہ تھا۔ اور ہر بات میں اُس کے ساتھ ایسے ادب و تعظیم اور مروت و اخلاق کو کام میں لاتا کہ سی سی گم میں کو اپنے اصلی بیٹے سے یہ دوسرا منحہ بولا بیٹا زیادہ عزیز ہو گیا۔

فصل سوم

فلسطین اور مصر کی فتح۔ (۳۰۵ ق م قبل مسیح سے ۳۳۰ ق م قبل مسیح تک)

سکندر نے اپنے ان تدابیر کے سلسلہ میں کہ پہلے دارا سے عجم کی بحری قوت کو غارت و برباد کر دیا جائے وہ دوسری یہ کارروائی کی کہ سطوت و جبروت کے ساتھ منیقی لوگوں کی سرزمین میں داخل ہوا۔ وہاں پہنچ کے دیکھا تو نظر آیا کہ پرانا شہر زدون تو اُس کے آگے سر احاطت جھکانے کو تیار ہے مگر شہر طائر کے لوگوں نے سرتابی کی اور کہا کہ ہم تو سکندر کو اپنے شہر میں قدم نہ رکھنے دیں گے۔ موجودہ طائر جو بخت نصر کے ہاتھ سے تباہ ہونے کے ستر برس بعد آباد ہوا تھا ایک جزیرہ کی شان سے پانی کے اندر واقع تھا۔ اور ساحل شام سے تقریباً نصف میل کی فاصلت پر تھا۔ اُس کے اندر بہت سے ایسے سُورما اور شجاع موجود تھے جو اپنے شہر کے پانی کے اندر ہونے اور نیز اپنی سپہ گری کے باعث اپنے آپ کو ہر ایسے حملہ آور کے مقابلے میں جس کے پاس جہاز و زون کا بیڑا نہ ہو بالکل بے خوف اور امن و امان میں سمجھتے تھے۔

مگر سکندر ایسا شخص نہ تھا کہ کوئی سخت سے سخت دشواری بھی اُس کی سدا رہ سکے۔ پہلے تو اُس نے یہ ارادہ کیا کہ ساحل سے اس شہر تک وقتی ضرورت کے لیے ایک راستہ بنالے۔ مگر اس بارے میں تین کوششیں کی گئیں اُن سب کو طائر والوں نے غارت و بیکار کر دیا۔ جب یون کوئی زور نہ چلا تو سکندر شہر زدون میں چلا گیا۔ جہاں سے اُس نے جہاز و زون کا ایک بیڑا فراہم کیا۔ اس بیڑے کو لے کے واپس آیا اور شہر طائر کا محاصرہ کر لیا۔ سات مہینہ کی محمومی کے بعد طائر والوں نے بے دست و پا ہو کے ہتھیار رکھے اور سکندر بھی اُس قدر

غصہ میں بھرا ہوا تھا کہ شہر میں داخل ہوتے ہی سخت ظالمانہ خونریزی کر کے اپنی اعلیٰ التخلیہ یوں کے دامن میں بدنامی کے دبستے لگا لیے۔ جو لوگ مارے جانے سے بچے نوڈھی غلام بنا لیے گئے۔ اور سو اُن چند خاص لوگوں کے جنہیں زدون والوں نے کوشش کر کے اپنے جہازوں میں چھپا لیا تھا قتل و اسیری سے کوئی نہ بچا۔ یہی اس عظیم الشان تاجرانہ شہر کا آخری انہدام تھا جس کے بعد پھر وہ کبھی نہ پُربسکا۔ اور جس کی حضرت اشعیا اور حزقیل پیغمبروں نے پہلے سے نبودے دی تھی۔

طائیک کے تباہ کرنے کے بعد سکندر نے ارض فلسطین کے دیگر اضلاع کا رخ کیا۔ اور اس ارادے سے چلا کہ شہر بیت المقدس کے لوگوں کو سزا دے جو دار اسے عجم کی وفاداری کا دم بھر رہے تھے۔ اور اس وقت تک اُس کے آگے سمرطاعت جھکائے ہوئے تھے۔ اسی قدر نہیں ان لوگوں نے اسی بنیاد پر سکندر کو رسد پہنچانے سے بھی انکار کیا تھا۔ سکند جیسے ہی یردشلیم کے قریب پہنچا اور اُس کی آمد آمد ہوئی یہود نے حرم ربانی میں جمع ہو کے بے عزت و اخراج دعا کی کہ بارالہ ہمیں اس آفت سے بچا۔ اور تاکہ اس موقع پر کیا کریں "فوراً اُن کے مقدسے اعظم یروا کے دل میں الہام ہوا اگر اپنے شہر کے پھاٹک کھول دو۔ اور اپنا مقدس لباس پہنے ہوئے چاکے اس یونانی فارتج کا استقبال کرو" تمام یہود نے اسی اشارہ ربانی پر عمل کیا۔ یروا حضرت ہارون کی وضع میں سفید کپڑے پہنے ساری قوم کا دینی و دنیوی سردار بنا ہوا۔ اور تمام مقدسیان و واراکین ملت اسرائیلی کو اپنے جلوس میں لیے ہوئے عین اُس وقت شہر سے نکل کے چلا جب کہ سکندر اور اُس کے یونانی سرداروں نے پہاڑی کی بلندی پر چڑھ کے شہر یردشلیم کا قصد کیا تھا۔ اس اسرائیلی گروہ سے ملتے ہی سکندر نے ہیکل سلیمانی کی تعظیم کے لیے سر جھکا دیا۔ پھر ان سب کے ساتھ اور مقدسیان یوکر گروہ میں ملا ہوا حرم ربانی میں حاضر ہوا۔ اور یہاں کے آداب کے مطابق قربانی کی۔ اس کارروائی کے بعد اُس نے صرف اسی قدر زمین کیا کہ یہود کی جان بخشی کی بلکہ اُن کے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آیا۔

یردشلیم میں داخل ہونے اور مقدسے بنی اسرائیل سے ملنے کے بعد سکندر نے اپنے مقدونی سردار ان فوج سے بیان کیا کہ مقدونیہ سے روانہ ہونے کے پہلے میں نے خواب میں ایک

مقدس شخص کو دیکھتا تھا جس کی صورت جو جو اس مقدس یہودیدہ کی سی تھی اور اُس نے مجھے خواب میں اقبال مندی اور فتوحات کی خبر دی تھی۔ واقعی حیرت کی بات ہے کہ سکندر کو اپنی فتوحات کا سلسلہ شروع کرنے سے پہلے ہی ایک خواب کے ذریعے اپنی تمام فتوحات کا حال معلوم ہو گیا تھا۔ اور اس سے بھی بڑھ کر قابل حیرت یہ بات ہے کہ انبیاء و صلوات کی پیشین گوئیوں میں حسب طرح بخت نصر یا سائرس کے نام بتائے گئے تھے اُسی طرح مقدونیہ کے فاتح اعظم سکندر کا نام بھی بتایا گیا تھا۔ دونوں مابقی فاتح بخت نصر اور سائرس جیسے ہی اس منتخب قوم کے سامنے پہنچے انہیں معلوم ہو گیا کہ ہمارے متعلق پیشین گوئی ہو چکی ہے اب سکندر کی باری آئی تو یہود نے سائرس کے اُسے حضرت دانیال کی پیشین گوئی سنائی۔ جس میں سکندر بکرے کے اقتب سے یا کیا گیا تھا (اور بکر اہی مقدونیہ والوں کا خاص قومی شعار اور مارک تھا) اُس پیشین گوئی کے الفاظ یہ تھے "بکر اجمغرب سے آیا اور اُس نے ہندوستان کو پامال کر ڈالا۔ اُس کے سینکڑوں توڑ دیے اور اُسے زمین پر گرا کے پاؤں سے روند ڈالا۔ اور وہ گستاخ بکریاں کا بادشاہ تھا۔"

بیت المقدس سے نکل کے سکندر جنوب کی طرف چلا۔ شہر غزہ کے لوگوں نے بھاری سے مقابلہ کیا مگر سکندر نے محاصرہ کر کے اور زبردست یورشیں کر کے فتح کر لیا۔ اور سرکشی پادشاہ میں اس شہر کو نہایت بے رحمی کے ساتھ تباہ و برباد و دیران و مسمار کیا۔ غزہ کی مسم سے فارس پہنچے جہاں سکندر قلم و مصر میں داخل ہوا۔ اور وہاں کے دار السلطنت کو تھوڑی ہی دشواری کے بعد فتح کر کے مطیع و منقاد بنالیا۔ دریا سے نیل کے دہائے پہنچے جو چند جزیرہ نما پیدا ہو گئے ہیں ان میں سے ایک پر اُس نے ایک نیا شہر آباد کیا جو اس نام سے آج تک مشہور ہے اور اسکندریہ کہلاتا ہے۔ اور اُس کے بعد جب مصر یونانیوں کے زیر فرمان تھا تو یہی شہر اُن کا دار السلطنت تھا اور ایسے مناسب موقع پر آباد ہوا تھا کہ آج بھی دنیا کے مشہور ترین شہروں میں ہے۔ ورود مصری کے زمانے میں سکندر سفر کر کے جیو پٹرام مون کے مندر کی زیارت کو گیا جو بحر اے لی بیا کے ایک شاداب حصہ میں واقع تھا۔ وہاں اُس نے اپنی اقبال مندی کا مبارک شکون لیا۔ پھر مصر پر اپنی طرف سے

ایک مقدونی الاصل والی مقرر کر کے ارض مقدس میں واپس آیا۔ اور وہاں سے الوالوغزی کے ساتھ شہر بابل کی طرف چلا جہاں دارا نے اُس کے مقابلہ کے لیے پھر نو عین جمع کی تھیں۔

فصل چہارم

فتح ایران (۹۲۰ قبل محمد سے ۹۰۰ قبل محمد تک)

دارا کی طرف سے کسی قسم کی روک ٹوک نہ ہوئی اور سکندر فرات اور دجلہ دونوں مشہور دریاؤں کے اس پار اتر آیا۔ اور ایران کی قسمت فیصلہ کرنے والی لڑائی اُس وقت ہوئی جبکہ سکندر بڑھتے بڑھتے وسط ایران میں داخل ہو گیا۔ اور میدان اربلہ (اردبیل) میں پہونچ کے صف آرا ہوا جہاں سے شہر گوغاسے لاقرب تھا (یہ شہر دارا کے گشتاسب کے اونٹ کا شہر مشہور تھا) لشکر عجم نے بھی یہاں اُس کے مقابل اپنی ضعیف مرتب کیں۔

مقدونیہ والوں نے چاہا کہ ایرانیوں پر شیخون مارین مگر سکندر نے اس کی اجازت نہ دی۔ اور کہا "میں چوری کی فتح کو حقیر سمجھتا ہوں" اور دوسری صبح کو میدان کارزار گرم ہو گیا۔

ایرانیوں کی فوج علاقہ ہاے دور و دراز پار تھا اور باختر سے لائی گئی تھی۔ جہاں کے لوگ بڑے بہادر اور جنگ جو مشہور تھے۔ اور اس میں شک نہیں کہ مقدونیہ والوں کو اس وقت تک جن لوگوں سے سابقہ پڑ چکا تھا اُن سب سے یہ لوگ زیادہ شجاع اور بہادر تھے یہ سپاہی بڑی بہادری سے لڑے۔ مگر وہ مصروف کارزار ہی تھے کہ دارا دن کے ابتدائی حصہ ہی میں اپنی کمان اور ڈھال چھوڑ کے بھاگ کھڑا ہوا۔ بادشاہ کو میدان سے غائب دیکھ کے سپاہیوں نے بھی ہمت ہار دی۔ میدان چھوڑ کے بھاگے۔ اور سکندر میدان ارویل کا مالک تھا۔

اس فتح کے نتیجہ میں سلطنت ایران کا سارا مغربی حصہ اُس کے قبضہ میں ہو گیا۔ اب اُس کا یہ کام تھا کہ ایران کے بڑے بڑے شہروں بابل، سوس (شوشتر)، اقباطنہ۔ اور پرتسی پولی (اصطخر) کی طرف کوچ کرے۔ اور اُن عظیم اشان خزانوں پر قبضہ کرے جنہیں شاہان ایران مدت ہاے دراز سے جمع کرتے رہے تھے۔ اس دولت پر قبضہ پاتے ہی اُس نے شاہانہ فیاضیوں کے نمونہ دکھائے اور جو کچھ ہاتھ آیا اپنے سپاہیوں میں تقسیم کر دیا۔ اور صوفیونان میں دولت کے

لطف اُڑ رہے تھے اُدھر بد نصیب دارا بھاگ کے باختر پہنچا جہاں اُس کے دو افسروں نے جن پر اُسے بھروسہ تھا وغالبازی کی راہ سے اُسے گرفتار کر لیا اور سکندر کے خوف سے اسے اپنے قیدی کی حیثیت سے لے کے بھاگے۔ بھاگتے بھاگتے جب اُنھوں نے دیکھا کہ یونانی اب نہ ہی پر آ پہنچے تو ایک کاری نیزہ مار کے اپنے بادشاہ اور ولی نعمت کو زمین پر نیم جان ڈال دیا اور خود آگے کی راہ لی۔

یونانی جس وقت خاک و خون میں لٹھڑے ہوئے تاجدارِ عجم کے قریب پہنچے ہیں اُس وقت وہ اگرچہ جان بہ لب تھا مگر زندہ تھا لیکن سکندر جب تک پہنچے پہنچے اُس کی روئے نفسِ عنفرو سے پرواز کر چکی تھی۔ مقدونی فاتحِ اعظم نے جیسے ہی اتنے بڑے خاندانِ شہریاری کے پچھلے تاجدار کی لاش کو ایسی بکسی کی حالت میں پڑے ہوئے دیکھا اپنی قبا اُتار کے اُس پر ڈال دی۔ آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ اور نہایت متاثر ہوا۔ پھر دارا کی لاش کو شاہانہ تزک و اختتام سے باہل روانہ کیا۔ دارا کی ماں سی سی گم میں وہیں تھی۔ جس کے سامنے دارا اپنے مین پہنچا گیا۔

دارا کی ملکہ تو قید میں مر چکی تھی لیکن اُس کی ماں اپنے پوتوں کے ساتھ بابل میں موجود تھی۔ سکندر اُس کا بہت کچھ پاس دیکھا کرتا تھا۔ صرف ایک مرتبہ سکندر کے اُفغان دوستوں نے اُس کی دل شکنی ہوئی۔ اور وہ بھی محض لاعلمی اور ناواقفیت کے باعث۔ وجہ یہ تھی کہ سکندر شہانِ ایران اور خرفائے عجم کے مذاق و معاشرت سے واقف نہ تھا اپنی بہن کے ہاتھ کو اپنے اور کاڑھے ہوئے چند کپڑے سی سی گم میں کو دکھائے اور کہا ”اپنی پوتیوں کو بھی آپ اس فن کی تعلیم دیجیے“ یہاں ایران کی یہ حالت تھی کہ خاتونانِ عجم اس قسم کے ذلیل کاموں کو صرف ادنیٰ طبقہ کے لوگوں اور غلاموں اور قیدیوں کے لیے مخصوص سمجھتی تھیں۔ سکندر کی زبان سے یہ جملہ سنتے ہی سی سی گم میں بے اختیار روئے لگی۔ کیونکہ وہ سمجھی کہ ہم لوگ چونکہ قیدی ہیں اس لیے کہ سکندر ہم سے قیدیوں کے کام بھی لینا چاہتا ہے۔ جب سکندر کو یہ حال معلوم ہوا تو بہت نادام ہوا۔ اور سی سی گم میں کو بتایا کہ ہمارے ملک کی مغرور عورتیں ان کاموں کو ذلیل و حقیر نہیں سمجھتیں بلکہ شوق سے سیکھا کرتی ہیں۔

سکندر کو اپنی ماں اُلم پیاس کے ساتھ بڑی محبت تھی۔ اور جو خطوط وقتاً فوقتاً اُس کے نام پہنچتا رہا اُن کا کسی قدر حصہ اِس وقت تک محفوظ چلا آتا ہے۔ اُلم پیاس ایک مغرور اور انصاف مزاج عورت تھی۔ اور اکثر اوقات والی مقدونیہ این ٹی پاڑ کے انتظامات میں غلط انداز ہو ا کرتی جس کے باعث والی مذکور کو سکندر کے پاس اُس کی شکایت لکھ کر بھیجی پڑی۔ اُس پر سکندر فرمایا ”افسوس این ٹی پاٹرینین جانتا کہ میری ماں کا ایک آنسو اُس کے ایسے دس ہزار خطوں کو دھو کے رکھ دے گا۔“

اِس میں شک نہین کہ سکندر کا دل پاک و صاف اور محبت سے لبریز تھا لیکن کامیابیوں اور فتنہ یوں نے اُس میں اتنا تغیر ضرور پیدا کر دیا تھا کہ جو زمانہ گزرتا جاتا وہ اپنے آپ کو زیادہ بلند پایہ اور عالی مرتبہ سمجھتا جاتا۔ دارا کے مرنے کے بعد اتنا ہی نہین ہوا کہ سکندر نے اُس کے ملک و دولت پر قبضہ کر لیا۔ بلکہ اُس نے شہنشاہ ایران کا لقب بھی اختیار کر لیا۔ تاج خسروی سر پہ رکھا خلعت شہانہ زیب تن کیا۔ اور اِس کا متوقع ہوا کہ اہل مقدونیہ بھی اُس کی ویسی ہی تعظیم و تکریم کریں جیسی کہ مفتوح مشرقی قومیں کیا کرتی تھیں۔ اِن مزاجی تبدیلیوں کی وجہ سے اُس کے اخلاق میں ایک ایسی بات پیدا ہو گئی کہ ہر گھڑمی بددماغ اور برا فرد خستہ سا نظر آیا کرتا۔ اِس لیے کہ مقدونیہ اور یونان والے نہ اِس کے عادی تھے کہ اپنے بادشاہ کو اپنے سے اِس قدر بلند دیکھیں اور نہ یہ ممکن تھا کہ اُن میں یہاں کی تمدن و قوم کی باتیں فوری طور پر پیدا ہو جائیں۔ خصوص جبکہ مشرقی بادشاہ پرستی کو وہ ذیل سمجھتے تھے۔ ہم وطنوں کے اِس برتاؤ سے اُسے اُسی وقت سے تکلیف ہونا شروع ہوئی جب سے کہ اُس نے ایران کا تاج شہابی سر پہ رکھا اور آخر کا اُسے نظر آیا کہ تا وقتیکہ میں مقدونیہ والوں کی ول آزار می گوارا نہ کروں نہ ایرانیوں کی عزت افزائی کر سکتا ہوں اور نہ اُن کے ساتھ نہ لطف و مہربانی پیش آسکتا ہوں۔ اور یہ ایسی دشواری تھی جس کو دور کرنا اُسے غیر ممکن معلوم ہوا۔ اِس کے خلاف اہل وطن کی طرف سے جو چھیڑ چھاڑ ہوتی اُس کو اُس کی طبیعت نہ برداشت کر سکتی تھی۔

سکندر کی زندگی کا سب سے زیادہ نالائق کام یہ تھا کہ ایک جھوٹے اور بے بنیاد

الزام پر پورے عقلمند سپہ سالار پارے نیو اور اُس کے بے گناہ بیٹے کو بلاتامل قتل کر ڈالا۔ اور ایک پُر شور و شر جشنِ طرب میں کچھ ایسا جذبہ سوار ہوا کہ اپنی اتنا کے بیٹے قلی طوس کو جو کہ اُس کا بچپن کا دوست اور پُرانا انیس و ہدم تھا خود اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالا۔ حالانکہ غرائی طوس کی لڑائی میں سکندر کی جان اسی قلی طوس نے پچائی تھی مگر یہ نشہِ شراب کا ایک وقتی جوش تھا جب نشہ اُترا اور ہوش بجا ہوئے تو اپنے کیے پر بہت پچھتا یا۔ اور بے انتہا آہ و زاری کی۔ مگر اب پچھتانے سے کیا مل سکتا تھا۔ چند روز تک اسی صدمہ سے گھر میں بند ہو کے بیٹھ رہا کسی کو پاس نہ آنے دیتا۔ اور ہر گھڑی اپنے ہاتھ کے مقتول اور منطوم دوست کو بڑی دلسوزی سے یاد کر کے روتا۔

آخر کار اُس کی نوحہ اور اُس کا فحشمدی کا غرور بیان تک بڑھا کہ دل میں جم گئی کینہیں بڑھ دیوتا کا بٹا ہوں۔ اور یونان والوں کو پیام دیا کہ زندگی ہی میں میرا شمار دیوتاؤں میں کر لو۔ اُس کی اس لغو خواہش پر بعض اہل یونان تو اسے ایک قسم کا اُلھا دیکھ گئے۔ اور بعض اس پیام کو جوں کا ایک نمونہ تصور کر کے ہنس پڑے۔ لیکن اسپارٹا والوں نے یہ سُن کے صرف اس قدر کہا ”اگر سکندر دیوتا بننے والا ہے تو اُسے بن لینے دو۔“

فصلِ پنجم

ہندوستان کی مہم اور سکندر کی وفات (۳۲۵ قبلِ مسیح)

اس کے بعد چار سال گزرے وہ سکندر کی زندگی میں نہایت ہی جنگاخی کے برس تھے۔ دارا کے قاتلون کا اُس نے باختر اور صغدیہ تک تعاقب کیا۔ اور اُن سے نمک حرامی و محسن کشی کا پورا انتقام لے لیا۔ پھر خطا کی سرحد تک پہنچ کے وہاں کے کئی کوہستانی قلعوں کو مسمار ویران کر دیا۔ مگر اُس کے پہنچتے ہی صغدیہ کی وحشی قوموں میں سخت بغاوت پھیل گئی جس کی وجہ سے اُسے مجبور ہو جانا پڑا کہ عدالت پسندی سے دست بردار ہو جائے کیونکہ کئی بار اس بغاوت کے باعث اُسے ظالم دے رحم بن جانا پڑا۔ حالانکہ اُس کی حالت پر اگر علی العہم نظر ڈالی جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ وہ ایک زبردست فاتح تھا۔ لیکن نہ تھا۔ کیونکہ جہاں جاتا سب شہر

ہستانہ اور کوشش کرتا کہ یونان کے علوم و فنون کی تعلیم وہاں کے لوگوں میں بھی جاری ہو جائے۔
 سولہ قبل محمد میں وہ ہندوستان کی طرف روانہ ہوا جس نام سے کہ ان دنوں دریائے
 ایک کے اُس پاس کی زمین باد کی جاتی تھی۔ میان کے لٹ بہادر تھے اور جنگ جو۔ اور
 ایک حصہ ملک کا فرمان روا جو راجہ پوروس کہلاتا تھا بہادر ہی سے اُس کے مقابل
 صف آرا ہوا۔ مگر سکندر کی زبردستی اور آزمودن کا رواج سے مقابلہ کرنے کی کسین اب
 تھی؟ اُس نے شکست کھائی۔ اور فوراً گرفتار کر کے سکندر کے سامنے لائے کھڑا کر دیا گیا۔
 سکندر نے صورت دیکھتے ہی کہا "بتاؤ اب تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟" اُس نے
 کہا "جو سلوک کہ بادشاہوں کے ساتھ کیا جاتا ہو۔ اس معقول جواب سے نہایت متاثر
 ہو کے سکندر بولا "یہ تو میں خود ہی کروں گا" اور یہ کہہ کے فقط اُس کی جان بخشی ہی نہیں کی۔
 بلکہ اُسے فتح کر کے کچھ اور ملک بھی دیا۔ اور اُس کی قلمرو میں اضافہ کر دیا۔

اب مغربی ہند کی تمام ریاستوں نے خراج اور نذرانہ کے طور پر اُس کی خدمت میں
 ہاتھی لالائے پیش کیے جن کی یہاں کثرت تھی۔ اور مقدونیہ والوں نے یہاں پہونچ کے پہلے
 پہل اُن سے جنگ آزمائی میں کام لیا۔ اب سکندر نے چاہا کہ اُس کے بڑھوے ہندوستان کے
 اُن اضلاع و صوبجات میں داخل ہو جو کہ اُس وقت تک دیگر اقوام و ممالک میں بالکل معلوم اور
 مجہول الحال تھا۔ لیکن اُس کے سپاہی ناراض ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ آگے بڑھتے تو
 ہم اپنے وطن سے بہت دور ہو جائیں گے۔ اور ایسے دور دراز حصہ زمین میں پہونچ
 جائیں گے جہاں سوائی نہایت دشوار ہوگی۔ آخر فوج والوں کو ناراض دیکھ کے اُس نے اپنی الواعی
 سے دست بردار ہونا پڑا۔ اور نہایت ہی ناگواری و شکستہ خاطر ہی کے ساتھ دریائے ستلج
 کے کنارے تک پہونچ کے پلٹ پڑا۔

واپسی میں چونکہ اُس نے ارادہ کیا کہ سمندر تک پہونچ کے مغرب کا رخ کرے اس لیے
 جنوب کی راہ لی۔ راستہ میں اُسے ایک چھوٹے شہر سے سابقہ پڑا جس کے لوگ نہایت
 بہادر اور جنگ جو تھے۔ جو قوم اس شہر میں آباد تھی وہ لئی کہلاتی تھی۔ اور مورخین کو یقین
 ہے کہ وہ ہی شہر تھا جو آج کل ملتان کہلاتا ہے۔ سکندر نے ملتان کا محاصرہ کر لیا۔ اور جب یونانیوں

نے شہر پر دھاوا کیا۔ تو سب سے پہلے خود سکندر سیڑھی لگا کے شہر پہنچا پر چڑھ گیا۔ اُس کے بعد چار ہی آدمی اور چڑھنے پاسے تھے کہ سیڑھی ٹوٹ گئی۔ اور نالگان اُس نے اپنے آپ کو اس نازک حالت میں پایا کہ یونانی مدد کو پہنچ نہیں سکتے اور مین دیوار کے اوپر دشمنوں کے تیروں کا نشانہ بنا ہوا ہوں۔ شجاعت و مردانگی نے باہر واپس آنے کی اجازت نہ دی لہذا بچے تکلف و صدم سے شہر پہنچا۔ اور سکندر کو دپڑا۔ اور ساتھ ہی اُس کے چاروں نقابھی اندر پھاندے۔ ہتان والوں نے تن تنہا دیکھ کے چاروں طرف سے نرغہ کیا۔ اور سکندر ایک انجیر کے درخت سے پیٹھ لٹکا کے کھڑا ہو گیا۔ اور دشمنوں کے داروں سے بچنے کی کوشش کرنے لگا۔ اتنے میں ایک پردہ اتر اُس کے سینہ کے اندر پیوست ہو گیا۔ مگر ابھی تھوڑی دیر تک اپنے آپ کو سنبھالے رہا۔ مگر کب تک بہ آخر بکثرت خون نکل جانے کے باعث ناتوانی بڑھی۔ سر جکرایا۔ اور تیور کے اپنی ڈھال کے اوپر گر پڑا۔ اُسے گرتے دیکھ کے چاروں رفقاء ایک کے پاس آئے۔ اُسے اپنے بھر مٹ میں لے لیا۔ اور دشمنوں سے لڑنے لگے جو ایک متلاطم سمندر کی طرح زور لگا رہے تھے کہ ان سب کو اپنے ہجوم میں غرق کر کے قتل کر دیں۔ اب ان چار رفیقوں میں سے بھی دو زخمی ہو کر گرے اور دم توڑ دیا۔ باقی ماندہ دو رفیق سکندر کو اپنی ڈھالوں کی آڑ میں لیے ہوئے تھے کہ بتیاب یونانی لشکر کہاں جوش و خروش سے یورش کر کے شہر میں گھس پڑا۔ اور سکندر اور اُس کے دونوں زندہ رفیقوں کی مدد کو آپہنچا شہر پر تو اب یونانیوں کا قبضہ ہو گیا تھا فوراً سکندر کو ڈھال پر ڈال کے باہر لائے۔ اور لشکر گاہ کے اندر اُس کے خیمہ میں لے گئے۔ سکندر کا زخم کاری اور خطرناک تھا مگر زندگی تھی۔ بچ گیا۔ اور دوسرے دن جب یونانیوں نے اُس کی صورت دیکھی تو ان کے جوش و سرور کی کوئی انتہا نہ تھی۔

صحت یاب ہونے کے بعد وہ روانہ ہو کے دریائے سندھ کے دہانے پر پہنچا۔ اور ایک بڑا بیڑا تیار کر لیا تاکہ خلیج فارس کے ساحل ہی ساحل جا کے اُس سمندر کی بیانیٹ کرے اور اُس کے اور چھوڑ کا پتہ لگائے۔ اور خود خشکی کے راستہ سے دریا کنارے کنارے اکران ہوتا ہوا مغرب کی طرف واپس چلا۔ اس ریگستانی ملک میں منزلوں دشت بے گیارہ

پہنڈیا تھا نہ کھانا ملتا تھا۔ نہ پانی۔ اُس کے لشکر کو جھوک پیاس اور گرمی کی حدت سے بچہ تکلیف ہوئی مگر اس مصیبت میں اُس نے ایسا کبھی نہیں کیا کہ سپاہیوں کی تکلیف سے بے پُرا ہو کے اپنی راحت کا سامان فراہم کیا ہو۔ بلکہ ہمیشہ اُن کی مصیبت میں شریک رہا۔ ایک دن سخت تپش تھی۔ اور شدت تشنگی سے حلق میں کانٹے پڑے ہوئے تھے۔ لوگ خدا جانے کہاں سے بڑے معونہ کے تھوڑا سا پانی لائے جو اُس وقت ایک نعمت عظمیٰ اور دولت لازوال تھا۔ لیکن چونکہ وہ پانی سب سپاہیوں کے لیے کافی نہ ہو سکتا تھا۔ اور اُس کے دل میں یہ خیال گذرا کہ شاید میرے سپاہی مجھ سے زیادہ پیاسے ہوں۔ اور مجھے پانی پیتے دیکھ کے دل میں بُرا مین اُس پانی کو بجا سے اُس کے حلق تر کرے بالوپر اُنڈیل دیا۔

آخر خدا خدا کر کے وہ اور اُس کا یونانی لشکر اس مصیبت سے جان بڑھو کے کرمان میں پہنچا۔ جہاں سے وہ ایران کے آباد دولت مند اور زرخیز و شہا۔ اب صوبجات میں داخل ہوا۔ اور شہر سوس (شوشتر) میں پہنچ گئے بڑے کروڑ افراد ترک و اقشام سے ایک دربار کیا۔ اور شہر بابل کی راہ لی یہاں اُس وقت کی معلومہ دنیا کے تمام ملکوں سے اُس کے دربار میں سفارتین پہنچیں۔ ممالک و دروازے ان سفیروں نے آستان بوس بارگاہ ہو کے نذرین پیش کیں اور اطوار اطاعت کیا۔ اور سب سے بڑی یہ بات ہوئی کہ ریاست ہائے یونان سے بھی یہ پیام آ پہنچا کہ آپ کا شمار دیوتاؤں میں کیا گیا۔ اور آئندہ آپ کا ویسا ہی احترام کیا جائے گا۔ جیسا کہ دیوتاؤں کا کیا جانا چاہیے۔ یہ ایسی چیز تھی جس کی اُسے بڑی ہی تمنا تھی۔ اب سکندر دنیوی عزت کے بلند ترین شہنشین پر تھا۔ اور جہاں تک انسان کا حوصلہ پہنچ سکتا ہے وہ پہنچ گیا تھا۔ گو نہ اُس کا حوصلہ ابھی باقی تھا۔ اوالا الغری میں ذرا بھی فرق نہیں آنے پایا تھا مگر تقدیر کو منظور نہ تھا کہ اس سے آگے قدم بڑھائے۔ لہذا کارکنان قدرت نے زبان حال سے کہا ”تا دُبِ اَبَدِ بابیں گے سے شہر میں جو غور و رنخت کا قدیم گوارہ تھا اُس کا ادب عورت ایک چشم زدن میں خواب و خیالی ہو گیا۔

دریاے فرات کی ترائیں جب سے کہ سائرس نے نہر کاٹ کے اُس کی رفتار بدل دی تھی ایک نہر ملی ہو چلا کرتی تھی جو انسانی صحت کے حق میں نہایت ہی مضر تھی۔ سکندر کو بابل میں پہنچنے

چند ہی ہفتہ ہوئے تھے کہ اسی تھی ہوا کے اثر سے اُسے بخار آ گیا۔ جو غالباً بخواری کی کثرت سے اور زیادہ بڑھ گیا۔ اطباء سے جہاں تک بنا علاج کیا اور بہت کچھ دوا دھوپ کی گئی۔ اور وہ خود روز دیوتاؤں پر قربانیاں چڑھایا کرتا مگر سب تدبیریں بے سود ہوئیں اور بخار کی شدت روز بروز بڑھتی ہی گئی۔ لیکن باوجود اس شدت مرض کے اُس کی الوالہ الغریبہ میں فرق نہیں آنے پایا تھا اس حال میں بھی پڑے پڑے اُس نے امسراں فوج کو بلا کے حکم دیا کہ اب جو ہم تجویز ہو چکی ہے اُس میں غفلت نہ ہونے پائے۔ تم سب تیار رہو۔ مگر ماہر چہ خلیم د فلک و چخیال بخار آنے کے نوین دن طاقت نے بالکل جواب دے دیا۔ اگرچہ اس دن بھی معمول کے موافق اُس نے سب کو اپنے سامنے بلوایا مگر ضعف اس قدر بڑھ گیا تھا کہ گفتگو نہ کر سکا۔ غالباً اس اُس کے دل میں اس پیشین گوئی کا خیال گزرا جو بیت المقدس میں معلوم ہوئی تھی کہ ”شیشا ہی جسے اُس نے محنت کر کے بہت بڑے مرتبہ کو پہنچایا ہے منقسم ہو جائے گی۔“ کیونکہ کہتے ہیں کہ اُس نے اس وقت یہ بھی کہا کہ ”میری تجنیز و کفین کے وقت بڑے جھگڑے پڑیں گے۔“ اپنی جانشینی کے لیے اُس نے کسی کو نامزد تو نہیں کیا۔ مگر اپنی مہر کی انگوٹھی انگلی سے اتار کے پیڑک کاٹس کی انگلی میں پچھا دی جو اُس کی فوج کا ایک نامی گرامی سپہ سالار تھا۔ اور اس کا رڑائی کے تھوڑی ہی دیر بعد تاج و تخت کو بے وارث و جانشین چھوڑ کے دنیا سے رحلت ہو گیا۔ سکندر جس وقت مرا ہے اُس کی عمر ۳۳ برس کی تھی۔ اور تخت نشینی کو ابھی صرف ۱۲ برس ہوئے تھے۔

یہ تھا وہ سکندر جس کی نسبت مسلمانوں میں طرح طرح کے خیالات مشہور ہیں۔ مولانا نظامی اور بعض دیگر مصنفین نے کہہ دیا کہ قرآن پاک میں جس ذوالقرنین کا ذکر آیا ہے اُس سے مراد یہی سکندر ہے جس کی بنا پر بہت سے لوگ اُسے پیغمبر اور کم از کم ایک بڑا متقی و پرہیزگار خدا پرست خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ واقعات صاف بتاتے ہیں کہ سکندر ایک بہت پرست بادشاہ تھا۔ ہمیشہ دیوتاؤں پر پختہ اور قربانیاں چڑھایا کرتا۔ اور خود دیوتاؤں کا ارزومند تھا۔ اصل یہ ہے کہ قرآن پاک کا ذوالقرنین بتامبعہ میں یا ایک قدیم باسطوت و جبروت بادشاہ تھا۔ اُن بادشاہوں کے اقباب اکثر لفظ ”ذوالقرنین“ کے ساتھ ہو کر لکھے اور

ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالقرنین بھی انجین مین کا ایک اہم افرام تاجدار تھا۔ ذوالقرنین کے حالات عربوں میں زبانی روایتوں کی حیثیت سے مشہور تھے۔ جو سلسلہ روایت نہ موجود ہونے کے باعث قابل اعتبار نہ تھے۔ اور ان کے تدمر میں کسی مورخ کے موجود نہ ہونے کے باعث اُس کے اصلی حالات پر وہ خفا میں آگئے تھے۔ جن کو قرآن نے محض بیان کر دیا۔

ایرانیوں کی روایتوں میں سکندریونانی کا سلسلہ نسب تاجداران ایران سے ملا دیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ سکندر کی ماں دارا کے باپ کے محل میں تھی۔ مگر اس میں کوئی عیب دیکھ کے اُسے اُس نے مقدونیہ میں واپس بھیج دیا۔ وہاں جانے کے بعد کھلا کہ وہ حاملہ ہے۔ اور اُس کے بطن سے سکندر پیدا ہوا جو دارا کا بھائی تھا۔ یونان اور یورپ کے مورخین اس روایت کو قابل اعتنائیں سمجھتے۔ مگر ایرانیوں میں تاریخ موجود تھی اور فردوسی نے جو کچھ لکھا ہے ایران کی تاریخ قدیم سے لے کے لکھا ہے۔ لہذا ہمارے نزدیک یہ ایسی روایت نہیں ہے کہ اُس کا ذرا بھی اعتبار نہ کیا جائے۔

سکندر کے مرتے ہی لوگوں میں آہ و بکا کا شور ہوا اور ساری رات بابل میں ماتم ہوتا رہا۔ اور اہل بابل نے گجر کے شہر کے پچھانک بند کر لیے۔ مقدونیہ و یونان کے سپاہی رات بھر مسلح رہے اس لیے کہ اپنے تاجدار کے مرجانے سے اپنے آپ کو بے والی و وارث اور بے حامی و مددگار پاتے تھے۔ اس خیال نے اُن میں کچھ ایسا جوش و خروش پیدا کر دیا تھا کہ بابل والے اُن کی حالت دیکھ دیکھ کے دہلے جاتے تھے۔ اور گھروں میں بیٹھ ہوئے کانپ رہے تھے کہ دیکھیے اب کیا ہوتا ہے۔ صبح کو انصران فوج مشورہ کرنے کے لیے ایک بڑے ہال میں جمع ہوئے تو اس وقت سریر شہریاری کو خالی دیکھ کے محل میں پھر ایک ہنگامہ ماتم پانہو گیا جو کسی طرح روکے نہ رکھتا تھا۔ جس جگہ تاج شاہی۔ عصاے شہریاری۔ اور خلعت شہنشاہی رکھے ہوئے تھے۔ وہیں پیرڈک کا سونے وہ سکندر کی انگوٹھی بھی اپنی انگلی سے اتار کے رکھ دی۔ اس موقع پر سب سے زیادہ رونے ماتم کرنے اور بین و بکا کی آواز بلند کرنے والی دارا کی ماں بوڑھی سی سی گم میں تھی جو گویا سکندر کی قیدی تھی۔ اُس نے اپنے چہرہ پر کالی ماتمی نقاب ڈال لی۔ اور روپیٹ کے ایک کونے میں خاموش بیٹھ گئی۔ اور ایسی بیٹی کی پھر وہاں سے

نہ اٹھی۔ لوگوں نے ہزار بھجایا خوشامد در آمد کی مگر اس کے بعد اُس کی زبان سے نہ کوئی لفظ نکلا اور نہ کوئی لقمہ اُس نے حلق سے اتارا۔ اور آخر سکندر کے مرسنے کے پانچویں دن وہ بھی دنیائے فانی سے رخصت ہو گئی۔

ایرانیوں نے بھی اپنے فاتح کا ماتم تھوڑا نہیں کیا۔ اس لیے کہ سکندر نے خود اُن کے بادشاہوں سے زیادہ خوبی و عدالت گستہ ی اور نفع رسائی خلق کے ساتھ حکومت کی تھی اُس میں بہت سے عیوب بھی تھے۔ بعض فتون کے بعد اُس کے ہاتھ سے مظالم بھی ہو گئے تھے۔ اپنے بعض خیر خواہوں اور دوستوں کے ساتھ اُس نے بے رحمی و نا انصافی کا بھی برتاؤ کیا تھا اُس کی تعین زیادہ تر بلکہ سب کی سب اپنی الوالعزمی کا شوق پورا کرنے کے لیے تھیں۔ لیکن باوجود ان تمام نقائص کے وہ ایک عالی خیال فیاض۔ اور پاکباز و پاک باطن بادشاہ تھا۔ اُس کا فیاضی کا ہاتھ کھلا ہوا تھا۔ اور اکثر وہی کام کرتا جو اُس کے خیال میں انصاف اور حق ہوتا۔ مانا کہ سجد غلٹ و جبروت اعلیٰ درجہ کی فتون۔ اور انتہائی درجہ کی شان و شوکت نے جو اُس وقت تک کسی بادشاہ کو دنیا میں نہیں نصیب ہوئی تھی اُس میں ایک قسم کا تختہ پید ا کر دیا اور غرور و نخوت کے جذبات اُس میں بڑھ گئے۔ لیکن سچ یہ ہے کہ ایک ایسا شخص جس کے پاس ایسے اسباب تکنت پیدا ہو گئے ہوں۔ اور ایسے ذہن جو اسے کسی کام سے روک سکیں بالکل مفقود ہوں۔ اُس کے بارے میں کوئی رائے قائم کرتے وقت ہمیں زیادہ سختی سے کام نہ لینا چاہیے۔ دنیا میں یہ پہلا بادشاہ تھا جو ”عظم“ کے لقب سے یاد کیا گیا۔ اور اس میں ذرا شک نہیں کہ وہ اس خطاب کا پوری طرح مستحق تھا۔

آٹھواں باب

چار شاہین قبل محمد سے ۶۷۲ھ قبل محمد تک

فصل اول

سلطنت کی تقسیم ۶۷۲ھ قبل محمد سے ۶۷۳ھ قبل محمد تک

تورہ مقدس کے ایک فقرہ میں سکندر کے بعد کی حالت نہایت خوبی سے دکھائی گئی ہے

وہ فقرہ یہ ہے ”جب بکر ا خوب موٹا ہو گیا اور جب وہ توانا ہو گیا تو بڑا سنگ لٹ گیا۔ اور اُس میں چار سنگ نکلے جن کے رُخ جنت کی چاروں ہواؤں کی طرف تھے۔“

اسی کے مطابق جب سکندر مر رہا ہے تو اُس کی سلطنت بالکل بے سر تھی۔ اس لیے کہ اُس کے بیٹے نے ابھی تک آنکھ کھول کے دنیا کو نہیں دیکھا تھا۔ اور ہنوز ان کے پیٹ ہی میں تھا۔ اور اُس کی وفات کے کئی ہفتہ بعد پیدا ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سکندر کی آنکھ بند ہوتے ہی شہر

بابل نہایت پریشانیوں اور مختلف خیالات کا مرکز بن گیا۔ اُس کے سرداران فوج میں سے اگر ایسے لوگ تھے جنہیں یونانی فلسفہ کی پوری تعلیم ہوئی تھی۔ اور بہت مذہب و نشا نشہ لوگ تھے۔ لیکن

اُن کے حالات پر نظر ڈالنے سے دل میں یہ خیال گذرتا ہے کہ تعلیم سے انسان کے دل کے نرم ہونے یا ترغیبانہ خیالات کے پیدا ہونے میں کس قدر کامیابی ہوتی ہے۔ اُن کی دانائی کی قوت نے جو کچھ کیا وہ صرف اُن کی

تھا کہ اپنے علم و فضل کے باعث وہ اور زیادہ خطرناک ثابت ہوئے۔ علاوہ برین ہم فتوحات اور جہاد جلا حاصل ہو جانے کے باعث ارض مشرق میں آکے اُن کے دلوں میں دولت۔ شان و شکوہ۔ اور عیش و

عشرت کے سامان فراہم کرنے کی ہونٹھ لگی جس کے تقاضے انھیں اس بات پر آمادہ کیا کہ بغیر اس کے کفر و عصیان و افسانہ رحم دلی و شرافت جو وطن اور اپنے آقا کی حق شناسی کا ذرا بھی خیال کریں جو کچھ ہاتھ آئے اس پر قضاہ میں کریں

جیسے سردار تھے ویسے ہی سپاہی بھی تھے۔ سب کے سب فتح کے نشہ میں مست۔ آشتی و نزاع بے رحم۔ سیر و شکار اور لوت مار کے حریص اور اپنے افسروں سے ایسے بذل میں ہو رہے تھے کہ جب

کبھی کسی امر میں انھیں اپنے مقاصد کے خلاف پایا جاتا تو انھیں چھوڑ دیا یا انھیں قتل کر ڈالا۔ وہ برہمنی اضطراب اور شور و شر کا زمانہ جو سکندر کی آنکھیں بند ہوتے ہی پیدا ہو گیا تھا یونانیوں

میں تو چند ہی روز بعد ختم ہو گیا۔ مگر ایران اور الجزائرہ میں مدتوں اور صدیوں تک طوائف الملوک قائم رہی۔ اور سچ یہ ہے کہ ملک غم کو سکندر نے اتنا پامال نہیں کیا تھا جتنا کہ اُس طوائف الملوک

نے تباہ و برباد کیا۔ لیکن یونانی سرداران میں سے جو لوگ اس ہمد میں حکمرانی و جہان بانی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اُن کا تذکرہ اس موقع پر ضروری ہے تاکہ بعد کا سلسلہ واقعات سمجھ میں آسکے۔

سکندر کے معصوم بچہ کا دلی پیردک کا اس مقرر ہوا۔ اور اُس نے سلطنت مفتوحہ کے چار

حصہ کر کے تھریس مقرر تھام اور ایشیائے کوچک کی چار ٹیمیں بھیج دیں اور سکندر کے چار سپہ سالاروں کی سی
 باجوس بطلیموس ان ٹیگوٹوس اور قومیٹس کو حسب ترتیب بیان صوبجات مذکور کا گورنر مقرر کیا۔ مگر پرچوک
 کا سب کی اس تولیت نیابت سے ان ٹی پاٹر اور اُس کے بیٹے کس سان ڈرنے اختلاف کیا۔ اول الذکر وہ
 شخص تھا جسے سکندر وطن چھوڑتے وقت مقدونیہ اور یونان کا دالی بنا کے چھوڑ گیا تھا اور کس سان بھی
 باپ کی طرف سے نیابت دالی یونان تھا۔ اور یونان پر نہایت جاہلانہ حکومت کر رہا تھا حتی کہ اُس کے
 ہاتھوں وہاں کا مشہور روزگار تیش زبان و جادو بیان دے موس تھے میں جو ہنوز آزادی و استقلال
 کے ساتھ مقدونیہ کی عظمت و بالادستی سے مخالف ہے جاتا تھا قتل ہوا بطلیموس ساکم تہہ اور کس سان ڈر۔
 میں اتحاد ہو گیا اور دیکھ کے پرچوک کس سانے دونوں پر چڑھا لی کر دی۔

بطلیموس نے اُس کے تعاون سے بچنے میں بڑی قابلیت دکھائی۔ آخر پرچوک کس سان
 نے ہندوبست کیا کہ راتوں رات دریا سے نیل سے پار اتر کے بطلیموس پر حملہ کرے۔
 لیکن نوح کے تھوڑے ہی آدمی اُس نے اپنے تھے نہ ناگمان دریا سے نیل میں غصیا فی ہوئی۔
 جو لوگ پار اتر گئے تھے ساتھیوں سے الگ گویا تیر کے منہ میں تھے۔ گھر کے پٹے اور اُس
 آنا جا ہا مگر بجائے واپس آنے کے مذر سیلاب ہوئے۔ جو درمیان میں تھے وہ بھی آدے مرے۔
 اور بہتوں کو گھر بچنے نکل گئے۔ باقی ۸۰۰ نوح بواس یا رہے تھے اور اپنے ساتھیوں کے بے
 موت مرنے پر کھٹ افسوس میں رہے تھے اُس کا جب اور کوئی زور نہ چلا تو خود پرچوک کس
 کی دشمن ہو گئی۔ چنانچہ اُنھوں نے اُس پر یہ الزام لگا کے کہ وہ نہایت ہی ظالم و شریر نفس
 ہے اُسے قتل کر ڈالا۔ اور خوش اقبال بطلیموس سے جا ملے۔

اب بطلیموس کو اس بات کا موقع حاصل تھا کہ نابالغ سکندر کا ولی بن جائے لیکن اس
 یہی امر زیادہ مناسب اور بے خطر نظر آیا کہ زرخیز و دولت مند صوبہ مصر پر تنازع کرے
 اور کسی دوسرے سے تعزیر نہ کرے۔ بطلیموس کی اس خود غرضی کا یہ نتیجہ ہوا کہ سکندر کا تیم
 بچہ کس سان ڈر کے ہاتھ میں پڑ گیا۔ جو تمام اہل مقدونیہ سے زیادہ نالائق اور بد معاش تھا۔
 یوں نہیں جو کسی حد تک ان سب سردار ان مقدونیہ سے زیادہ اطاعت کیش اور با اصول
 تھا نابالغ بادشاہ کی حمایت کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے لیے ایشیائے کوچک میں

بڑی مستعدی و جان بازی سے لڑتا رہا۔ اور آخر ایک حد تک اپنے حقوق کی بنیاد بھی قائم کر لی۔ لیکن خود اس کے سپاہیوں نے اُس سے بے وفائی کی۔ جنھوں نے اُسے دغا دے کے اُن ٹی گونوس سے سازش کر لی۔ اور اپنے سردار کو اُس کے حوالے کر دیا۔ اُن ٹی گونوس نے یہ تو پسند نہ کیا کہ اپنے پُرانے رفیق کے خون سے ہاتھ رنگے مگر اُس پر قابو پاتے ہی اُسے قید خانہ میں ڈال دیا۔ کھانے کی خبر نہ لی۔ اور فاقہ پر فاقہ دے کے مار ڈالا۔ یومیئیس ہی اکیلا ایک خاندان شاہی کا دوست اور معاون تھا جب اُس کا بھی کام تمام ہو گیا تو کس سان ویر نے پہلے تو سکندر اعظم کی ماں اُلم پیاس کو مار ڈالا۔ اور ننھے بچے سکندر کو اپنی حراست میں لے کے قیدیوں کی طرح رکھا۔ مگر جب وہ سولہ برس کا ہوا تو اُس کے دل میں خیال گزرا کہ شاید بڑا ہو کے میرے حق میں خطرناک ثابت ہو اُسے بھی قتل کر کے دنیا سے سکندر اعظم کا نام و نشان مٹا دیا۔

اب ان حکمران سرداران مقدونیہ میں سب سے زیادہ زبردست اُن ٹی گونوس تھا۔ اگرچہ ایران اور عراق بابل اُس کے قبضہ سے نکل گئے تھے۔ جنھوں نے سکندر کے عہد کے صوبہ دار سلوٹوس کی طرفنداری میں بغاوت کر کے آزادی حاصل کر لی تھی۔ اُس نے ارض شام اور ایشیائے کوچک پر قبضہ کر لیا۔ اور اُس کے بیٹے دے مے طریوس نے جو پولی اور قے طیس (یعنی نخاصہ کرنے والے) کے لقب سے مشہور تھا یونانیوں کی غلامی سے آزاد کرنے کا وعدہ کر کے اُنھیں اپنا طرفدار بنالیا۔ لیکن جب مطلب نکل گیا تو سو اس کے اور کچھ نہ کیا کہ مقدونی لشکر کو شہر پناہ سے نکال کے باہر رکھ دیا۔

اب آزادی کا جو ہر اسے نئی نیامیں کس قدر مفقود ہو گیا تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ جب دے مے طریوس شہر مذکور میں داخل ہوا تو اہل شہر نے بڑی دھوم دھام سے اُس کا استقبال کیا۔ اُس وقت وہاں کے ہر چھوٹے بڑے کو یہی دُصن تھی کہ جو بڑی سی بڑی عزت اُن کے امکان میں ہو اُسے دے دیں۔ اُنھوں نے صرف اسی قدر نہیں کیا کہ اُسے اور اُس کے باپ کو بادشاہ کے لقب دے دیے۔ بلکہ چند ہی روز پہلے جتنی غنیمت سکندر اعظم کو نہایت ناگواری کے ساتھ دی گئی تھیں وہ سب المفاعف کر کے اُن دونوں بات

ہیون کو بڑے ذوق و شوق سے دے دی گئیں۔ اسے نیا دالون کی ذلت و ذنات نے اس حد تک ترقی کی کہ اُس کے لیے قربانیوں اور میلوں کے دن مقرر کیے۔ پار تھے نوں کے پراسرار مندر میں اُسے دیوتاؤں کی حیثیت سے جگہ دی گئی۔ اور اُس کی ذلیل عیش پرستیوں کی عزت بڑھانے کے لیے اُس کی شان میں تعیدے کئے گئے۔

کس سان ڈیر۔ تی سی پاچوس اور سلو قوس نے بھی ایسے ہی طریقوں سے شاہی اقباب حاصل کر لیے تھے۔ اُن کو اُن ٹی گونوس کی قوت اور اس قدر و منزلت پر حسد آیا۔ اور سب نے اتفاق کر کے اُس کے خلاف سازش کی اور دونوں حریف مقابلہ کو روانہ ہوئے۔ ایشیا کو چپک کے شہر افسوس میں دونوں لشکروں کا سامنا ہوا۔ لڑائی بڑی سخت تھی جس میں اُن ٹی گونوس مارا گیا اور دسے طریقوں سے سرد پائی کے ساتھ بھاگ کے یونان پہنچا۔ جہاں پہنچ کے اُسے معلوم ہوا کہ جو لوگ ایسی ذلیل خوشامدی کرنے لگے ہوں جیسے کہ اسے نیا دالون نے کی تھیں اُن پر کمان تک بھرد سا کیا جاسکتا ہے۔ یہ جیسے ہی بدحواس اور بے سہرا پاؤں پہنچا تو اسے نیا کے چھانک بندے۔ اہل شہر نے کہا کہ ہم تمہیں اپنی آبادی کے اندر نہ آنے دیں گے۔ اور یہ سلوک اُس شخص کے ساتھ کیا گیا جسے دیوتا بنا کے اور جس کی مورت کو اپنے مندروں میں رکھ کے وہ پوج رہے تھے۔ تاہم جس طرح بنا اُس نے گھیر گھار کے تھوڑی بہت فوج اپنے ہمراہ رکاب رکھی میان تک کہ کس سان ڈیر مر گیا۔ اور اُس کی آنکھ بند ہوتے ہی مقدونیہ کی حکومت دسے طریقوں کے ہاتھ میں آ گئی۔

مکہ مقدونیہ پر قابض ہونے کے بعد بھی اُس سے سچلا نہ بٹھا گیا۔ اور اب اس اُدھیڑ میں مین لگا کہ ایشیا کے کوچک کو بھی اپنی قلمرو میں شامل کرے جو ملک کہ سلو قوس کے قبضہ تصرف میں تھا۔ اُس کے مقابلے کے لیے فوج لے کے چلا اور بمصادق ۶ جو شکار انگن تھے اُکڑ ہو گئے یا ان خود شکار

مقابلہ ہوتے ہی اپنے حریف کے ہاتھ میں قید ہو گیا۔ اور اسی اسیری میں جان دی۔ اُس کی گرفتاری کی خبر سنتے ہی تی سی مانوس نے جو تھریس کا حکمران تھا مقدونیہ کو اپنی قلمرو میں شامل کر لیا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ مقدونیہ کا تخت و تاج ہی منحوس تھا۔ مقدونیہ پر قبضہ پاتے ہی اُسے بھی ایشیا

کے فتح کرنے کا سودا ہوا۔ لشکر جمع کر کے چڑھائی کی شکست کھائی اور مارا گیا۔ اب اس کی باری تھی کہ خود سلوٹوس مقدونیہ پر چڑھائی کرے۔ چنانچہ وہ لشکر لے کے سپہ بس پونٹ (منا سے با سفرس) کے پار اُترا۔ اور یلغار کرتا ہوا مقدونیہ میں داخل ہوا۔ مگر میان پہونچا تھا کہ بطلمیوس کے ایک بیٹے نے جو ذات سے باہر تھا اُسے قتل کر ڈالا۔ اور آخر کار بہت سے انقلابات کے بعد دسے طریقوں کا بنیاد ٹی گونوس جو گونا طاس کے لقب سے مشہور تھا اس مقصد میں کامیاب ہوا کہ مقدونیہ کے تخت پر قدم رکھے اور اپنے خاندان کو مستقل حکمران مقدونیہ بنائے۔

الفرض شہنشاہی مقدونیہ کے تجربے سے جو چار شاخیں بھونڈیں اور جو چار سلطنتیں قائم ہوئیں یہ تھیں۔ (۱) سلطنت مصر۔ (۲) سلطنت شام۔ (۳) سلطنت مقدونیہ۔ (۴) سلطنت تھریس۔ لیکن اُسے سی ماچوس کے مرنے کے بعد یہ چوتھی سلطنت ٹوٹ کے فخر و مقدونیہ میں شامل ہو گئی اور صرف تین سلطنتیں باقی رہیں۔ مذکورہ بالا سلطنتوں کے علاوہ سکندر کے بعد اور بھی بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہو گئیں جنہوں نے تدریجاً غلبہ پایا۔ آزاد سی حاصل کی سلطنتیں بن گئیں۔ ان میں سب سے زیادہ نمایاں ایشیائے کوچک کی ریاستیں تھیں۔ ایک تو پیرگاموس کی ریاست جس کے حکمرانوں کے نام ایک دوسرے کے بعد ریتب واریوس تھے اور ان لوگوں ہو کر تے تھے۔ دوسری پونٹوس کی ریاست تھی جس پر پونٹ سی واطیس خاندان حکمران تھا۔ اس سے زیادہ مشرق کی جانب ہسٹ کے شمالیہ کی ریاست تھی۔ اور اس سے بھی زیادہ مشرق میں باختر اور پار تھیا کی ریاستیں تھیں۔

فصل دوم

سلطنت مصر ۳۲۳ قبل مسیح سے ۳۰ قبل مسیح تک،

جو بیان کر چکے ہیں کہ سکندر کے بعد مصر کی حکومت بطلمیوس کے ہاتھ میں آئی۔ ۳۰۵ ق م سے باپ کی نسبت سے لاگوس کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ اُس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ

اس نے نہایت عظمیٰ سے حکومت کی۔ اور بغیر اس کے کہ کسی اور طرف کا رخ کرے
یا کسی دوسرے سردار سے متعرض ہو اپنی حکومت مصر ہی کی بنیاد مضبوط کرتا رہا۔ اور اسی
بے طمع کی برکت تھی کہ مقدونی الاصل سریر آراؤن مین سے اکیلا رہی تھا جو اپنی پوری عمر تک
جیا اور بامداد و شاد کام مرا۔ جزیرہ قبرس اور ارض مقدس یہودا (بیت المقدس) بھی اسی کی
قلرو میں شامل تھے۔ شہر اسکندریہ جو اُس کے آقا سے فارغ سکندر اعظم کا آباد کیا ہوا تھا۔ اُس
کو اپنا دار السلطنت قرار دیا۔ اور اُس کی توجہ سے وہ روز بروز ایک بڑا تاجرانہ شہر بنتا گیا جو تجارت
اس وقت تک شہر طائرسے وابستہ رہی تھی تدریجاً ٹوٹ ٹوٹ کے اسکندریہ میں منتقل ہو گئی۔
بطلیوس کو اس بات کا بھی شوق تھا کہ اپنے دار السلطنت میں علم و ہنر کو ترقی دے۔ اور اسکندریہ
کو اسے نئی نیا کاہم پلہ بنا دے۔ فلسفیان کی ایک معتد بہ جماعت اُس نے اپنے دربار میں جمع
کر لی۔ ایک عجائب خانہ قائم کیا۔ جس میں تمام ہنروں اور مصنفوں کا ذخیرہ فراہم کر کے احتیاط
سے رکھا۔ اسی سلسلہ میں ایک کتب خانہ کی بھی بنیاد ڈالی۔ اور چند ہی روز میں یہ ایسا کتب
خانہ بن گیا کہ ساری دنیا کے تمام گذشتہ کتب خانوں سے زیادہ مشہور رہے۔ خود اپنے
علم سے اُس نے اپنے آقا کی معرکہ آرائیوں اور فتحوں کی ایک تاریخ لکھی جو افسوس کہ
محفوظ نہ رہ سکی۔ اور اب دنیا میں اُس کا کوئی نسخہ نہیں موجود ہے۔

کشتہ قبل محمد بن بطلیوس لاگوس مر گیا۔ اور اُس کی جگہ اُس کا بیٹا بطلیوس فلاؤس
گرو فر سے سریر آرا سے سلطنت ہوا۔ یہ ایک امن پسند اور رحم دل شاہزادہ تھا۔
لیکن اس خوبی کے ساتھ اُس میں عیش پرستی اور آرام طلبی تھی۔ ہوس پرستی اور نفس پروری اس قدر
بڑھی ہوئی تھی کہ بغیر اسکے کہ برنامی و رسوائی کا ذرا بھی خیال کرے خود اپنی بہن برنیقہ سے شادی
کر لی۔ اور یہ ایک ایسی بڑی اور ناپاک رسم جاری کر دی کہ اُس کے بعد اُس کے تمام جانشینوں نے
یہ سنت پروری ضرور پوری کی۔ اور سب کی ہنین ان کی بی بیان بنتی رہیں۔

مگر اپنے باپ کی طرح اُسے بھی علم کا بڑا شوق تھا۔ اسکندریہ کے کتب خانہ کو اس کے
عہد میں بڑی ترقی ہوئی۔ خاصۃً اسی ترقی کتب خانہ کے سلسلہ میں اس کا ایک کام نہایت
فیتی تھا۔ وہ یہ کہ تورات کا ترجمہ اُس نے عبرانی سے یونانی زبان میں کرایا۔ اور بت پرستان

رومیوں کے دامن میں چھپ کے جان بچاتے رہے اور آخر کار کلیئہ تباہ ہو گئے۔

فصل سوم

سلطنت شام۔ (سنت قبل محمد سے لے کر قبل محمد تک)

سلوٹوس نے جونی کا تور (فاتح) کے لقب سے مشہور ہے جبیا کہ ہم ابھی بیان کر آئے ہیں ان تی گونوس سے بغاوت کی اور اُمراے عجم سے مدد حاصل کر کے اشوریا۔ ایران اور ایشیا سے کوچک کے بڑے حصہ پر قابض ہو گیا۔ لیکن کامیابی کے بعد اُسے نظر آیا کہ لڑائیوں اور قتل و خون کی وجہ سے میری ساری قلمرو تباہ و برباد ہو گئی ہے۔ اس نقصان کے دور کرنے کے لیے اُس نے بہت سے نئے شہر آباد کیے۔ جن میں سے کم از کم سولہ اُس کے بیٹے انطی اوچوس کے نام سے نامزد کیے گئے۔ اور نو شہر خود اُس کے نام سے اُنھیں آخر الذکر شہر دن میں سے ایک شہر سلوٹہ تھا۔ جو دریائے دجلہ کے کنارے بسایا گیا۔ بابل کی سب سے آخری تباہی کا باعث اسی شہر کی آبادی سمجھی جاتی ہے۔ اس لیے کہ لوگوں کے غول کے غول اپنے پرانے شہر بابل کو چھوڑ چھوڑ کے اس نئے شہر میں بسنے کے لیے چلے جاتے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ بابل کی آب و ہوا اب امتداد زمانہ سے بالکل خراب ہو گئی تھی اور شہر کے آس پاس جو تالاب تھے اُن کے ٹھہرے ہوئے پانی نے ہوا میں سمیت پیدا کر کے وہاں کی صحت ایسی خراب کر دی تھی کہ لوگ بہت کم تندرست رہتے تھے اور جو زمانہ گزرتا جاتا تھا اب وہاں اور خراب ہوتی جاتی تھی۔ آخر کار بابل اس قدر بڑ گیا کہ سلوٹوس کے جانشینوں میں سے ایک نے بابل کے اُجاڑے ٹھنڈے راون کو اپنی شکار گاہ قرار دیا۔ مختلف ممالک سے طرح طرح کے جانوروں اور درندوں کو لاکے وہاں بھجوا دیا اور آدمیوں کے عوض اُس میں وحشی جانوروں اور خونخوار درندوں کو بھایا۔ اس طریقہ سے بابل کی یہ حالت ہو گئی کہ صحرا کے درندے جزائر کے درندوں سے یہاں آ کے ملے۔ قہروں اور ایوانوں کے منہدم آثار پر بندرنا چتے اور اُچکتے پھرتے تھے۔ سمیرامیس کا محل اور وہاں کا عجیب و غریب ہوائی باغ اُلوؤن کا مسکن تھا۔ ارض شام کا شہر انطاکیہ بھی اسی سلوٹوس کا بسایا ہوا ہے

جو ان کا دار السلطنت قرار پایا۔ اور قدیم الایام کے مشہور ترین شہروں میں سے۔
 سلطنت قبل مجیمین سلوٹوس مارو الا گیا۔ اور اُس کے بیٹے ان ٹی اوچوس نے اُس کے
 بعد اقبالندی و سرسہری سے حکومت کی۔ پھر اُس کے بعد اُس کا بیٹا ان ٹی اوچوس باپ
 کا جانشین ہوا جو نہایت ہی غور و بہودہ تھا۔ چنانچہ اُس نے اپنے آپ کو تھی اوس یعنی دیوتا کے
 لقب سے مشہور کیا۔ اور دولت مصر سے جو ایک معاہدہ تھا اُس کی پابندی میں اُس نے
 بطلمیوس فی لاؤں فوس کی بیٹی برنیقہ سے شادی کی۔ لیکن برنیقہ کے باپ کے مرنے ہی
 اُسے نکال باہر کیا۔ اور اپنی پہلی بی بی لاؤڈی قہ کو بلا کے پاس رکھا۔ لاؤڈی قہ نے
 اس خیال سے کہ مبادا میان کی طبیعت پھر بدل جائے اتنے ہی اُسے اس بات پر آمادہ
 کیا کہ میرے بیٹے سلوٹوس کو ولی عہد تسلیم کر دو۔ اور جب ان ٹی اوچوس اُس کی یہ آرزو پوری
 کر چکا تو لاؤڈی قہ نے اُسے زہر دے کے مار ڈالا۔ اس سنگدل ملکہ نے اپنے نفسانی جذبات میں
 شوہر کشی ہی پر قناعت نہیں کی۔ بلکہ اُس کے بعد اُس کی دوسری بی بی شاہزادی مصر برنیقہ
 اور اُس کے بچوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ لیکن آخر اس خون نامق کا کوئی انتقام ہونا ہی چاہیے تھا۔
 ان واقعات کی خبر برنیقہ کے بھائی بطلمیوس یورگے طیس کو ہوئی تو اپنی بہن کا انتقام لینے
 کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ لاؤڈی قہ کو قتل کر ڈالا۔ اور ساری سلطنت شام پر قابض ہو گیا
 لاؤڈی قہ کے بیٹے سلوٹوس کو تھوڑے ہی دنوں حکومت کرنا نصیب ہوا۔ اور اُس کے بعد
 اُس کے بھائی افلی اوکوس نے جو اپنے کارناموں کے باعث اعظم کے لقب سے مشہور تھا
 تخت و تاج پر قبضہ کر کے کمزور اور بکا ر تاجدار مصر بطلمیوس فی لوپا طور پر ملکہ کے ساری ارض
 فلسطین کو اُس کے قبضہ سے نکال لیا۔ یہ ایک ایسا انقلاب تھا جس سے یہودیوں کو بڑی
 بھاری مصیبتیں برداشت کرنا پڑی۔

بطلمیوس فی لوپا طور اس شکست کا عدم اٹھانے کے بعد غفوان شباب ہی میں مر گیا
 اور اُس کا بیٹا بطلمیوس فی لوسے طور چونکہ بالکل نوجوان بچہ تھا اس لیے افلی اوکوس نے موقع پا کر اپنی
 اموال فرمیوں کا قدم اور آگے بڑھایا اور ول میں یہ منصوبہ ٹھہرایا کہ خود ملک مصر پر بھی
 قبضہ کرے۔ لیکن اسبے رومیوں کی سطوت ترقی پر سختی ۲۲ درودہ ہر ملک کے معاملات میں غلبہ ہی

کرنے کو اپنی عظمت کا ذریعہ تصور کرتے تھے لہذا سلطنت روم درمیان میں بڑھ گئی اور انکی اور کوس
کو اپنے حملہ آور ہی کے ارادے سے دست بردار ہونا پڑا۔

فصل چہارم

اسے چادالون کی لیگ۔ (۳۳۰ قبل مسیح سے ۳۳۰ قبل مسیح تک)

دہ فرمان روا خاندان جس کی بنیاد انکی گوئوس سے پڑی تھی اُس نے بہت سی جنگیں
برداشت کرنے کے بعد مقدونیہ کا تخت و تاج حاصل کر لیا۔ اور یونان اُس کے تابع فرمان
تھا۔ دے مے جڑیوس پولی اور نے تیس کا بیٹا ان کی گوئوس کو ناخاس پہلا شخص تھا جس نے
مستقل فرمان روائی و سلطنت کا کچھ لطف اٹھایا۔ مگر اُس کے عہد کی تاریخ دنیا کو بہت ہی کم
معلوم ہے۔

سکندر کے مرنے کے بعد جو انقلابات ہوئے اُن میں ریاست اُسے یونان کے لیے کسی نہ
کسی قدر موقع ضرور حاصل تھا کہ اپنی چھنی ہوئی آزادی پھر حاصل کر لیں۔ لیکن تنازع جاحقون نے
لشکروں کی مجموعی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ کسی ایک شہر میں اُس کا ٹھکانا دشوار تھا۔ اور اس کے
ساتھ خرابی یہ تھی کہ باہمی تعصبات اور پارٹی فیلنگ کے جذبات اُن میں رد وابطا تھا و نہیں
پیدا ہونے دیتے تھے۔ یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ سلطنت مقدونیہ کے ٹوٹنے اور دے موس
تھے تیس کے مرنے کے بعد اسی برس تک اُن شہروں میں جہاں کے کارنامے قدیم الایام میں
نمائت ہی مشہور و معروف تھے کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں پیدا ہوا جو تدریجاً مملکت یا سپہ گری
شجاعت کے اعتبار سے ممتاز ہوتا۔ آخر باسی کرطھی میں اُبال آیا۔ اور علاقہ پے لوپون نے
سوس کے واقعات سے پُرنا جو ش کی حد تک پھر نمایاں ہوا۔ علاقہ اُچائیہ کے چھوٹے چھوٹے
شہروں کے دھڑکنے والے ایک لیگ کے اندر منسلک و منضبط تھے۔ یونان کی عام تباہی کے وقت اُن پر
بھی یہ آفت آئی کہ اُن میں سے ہر ایک ایک مقدونی ظالم حاکم و متصرف تھا۔ اور چونکہ اُن شہروں کی
آبادی کم تھی اس لیے ان مقدونی حاکموں کے مظالم اُن میں بہت زیادہ محسوس ہوتے تھے یہاں تک
کہ ہوتے ہوتے وہ مظالم ناقابلِ برداشت ہو گئے اور اُن شہروں نے یکے بعد دیگرے جان

ہاتھ دھو کے بغاوت کی حکومت کا جوا اپنی گردنوں پر سے اتار کے پھینک دیا۔ اور ایک نئی لیگ
از سر نو قائم کر لی۔ تاکہ سب شہر جنگ و امن دونوں حالتوں میں ایک دوسرے کے ممد و
معاون رہیں۔

سیون نام ایک بڑا اور دولت مند شہر ساحل پر واقع تھا۔ وہاں کے ایک نوعمر
باشندے نے اپنے لوگوں میں بڑی خوش اسلوبی سے جوش پیدا کر کے ناقابل برداشت
حکومت پر حملہ کیا۔ اور ظالم مقدونی حکمران کے پھندے سے نجات پانے کے آزادی حاصل
کر لی۔ اور اپنے شہر کو لیگ کے حلقہ میں شامل کر دیا۔ پس اس وقت سے یہی نوعمر شخص لیگ کا
اصلی روح رواں قرار پایا۔ اس کے بعد اُسے کورنٹھ کے آزاد کرانے میں بھی کامیابی
حاصل ہوئی۔ اور بہت سی بے سود کوششوں کے بعد آخر کار اُس نے شہر ارغوس کو بھی آزاد کر
دلائی۔ اور اگرچہ ایک سپہ سالار کی حیثیت سے وہ زیادہ کامیاب و باامداد نہ تھا لیکن اس میں شک نہیں
کہ ہم وطنوں کو ہمیشہ اُس سے محبت رہی اور تمام ہم ملکوں کو اُس پر بھروسہ تھا۔

اب اسپارٹا میں بھی کس قدر نئی زندگی پیدا ہوئی۔ وہاں قدیم سے دو بادشاہ ہوا کرتے
تھے۔ ان میں سے ایک نے جس کا نام آغس تھا۔ اور اُس کی عمر برسوں زیادہ نہ تھی نہایت سختی
کے ساتھ کوشش کی کہ بی کورگوس کے قوانین کو پھر جاری کرے۔ اور اس کی ابتدا خود اپنی
ذات سے یون کی کہ اپنی ساری دولت و حثیت پر کہاں سبے پردائی سے لات مار دی اور
اسپارٹا کی پُرانی سادھی جاکشی کی زندگی بسر کرنے لگا۔ مگر اُس کے شریک ریاست یعنی
اسپارٹا کے دوسرے بادشاہ نے جس کا نام لے ادنی ڈاس تھا اس امر میں اُس سے نہایت
ہی اختلاف اور اُس کی کارروائیوں میں مزاحمت کی۔ اس کی زیادہ تر وجہ یہ تھی کہ اُس نے
اپنی ساری جوانی ایک ایشیا کے سو بہ دار کے محل میں بسر کی تھی۔ جس کی وجہ سے نفس پرور
ہو گیا تھا۔ اور اپنی زندگی میں ایسے انقلاب کو کسی طرح کو ارا نہ کر سکتا تھا۔ بہادر نوعمر آغس
ایک بے نتیجہ جھگڑے کے بعد دھوکہ کھا کے اپنے دشمنوں کے ہاتھ لگ گیا جنھوں نے اُس کی
نسبت یہ فیصلہ کیا کہ گلا گھونٹ کے مار ڈالا جائے۔ عند قدیم کے پُرانے اہل اسپارٹا کی طرح
اُس نے بڑی جوان مردی و استقلال سے جان دی۔ اور مرتے وقت اُس کی زبان سے یہ

اطینا بخش کلمات نیکے کہ ”میں مرنے میں بھی اپنے دشمنوں سے زیادہ مغر زبون“ اُس کے مارے جانے کے چند روز بعد اُس کا تنہا بچہ بھی مر گیا۔ اور اُسی پر اسپارٹا کے دو شاہی خاندانوں میں سے ایک کا خاتمہ ہو گیا۔ اُس کی بیوہ اغیاطیس چونکہ ایک بڑی بھاری دولت کی وارث ہوئی تھی اس لیے بے اونی ڈاس لئے مجبور کر کے اُس کی شادی اپنے بیٹے کلمے اومے نیس کے ساتھ کر دی۔ کلمے اومے نیس ابھی نوجوان و نوجیز تھا۔ اغیاطیس کی زلف گر گہر میں جنس کے اُس کے حسن و جمال پر ایسا فریفتہ ہو گیا کہ ہر وقت اُس کا دم بھرا کرتا۔ اور اُس کی زبان سے آغس کے کارنامے سُن سُن کے بہت خوش ہوتا۔ اور آخر بی بی ہی کی پیروی میں وہ آغس کے نام کی عزت کرنے لگا۔ اور اُس کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ اپنے آپ کو بھی آغس ہی کا سا بنادے۔ پھر جب باپ کے مرنے کے بعد وہ سارے اسپارٹا کا بادشاہ قرار پایا تو کوشش کرنے لگا کہ جہاں تک بننے پڑنے قوانین کو رواج دے۔ اور جس ظلم کی بنیاد آغس نے ڈالی تھی اُسے تکمیل کو پہنچا دے۔

اراتوس اور اچائیادالون نے چاہا کہ سارے علاقہ پلے پوپون نے سوس کو اس لیگ کے ساتھ وابستہ کر دیں۔ اور جب اہل اسپارٹا نے اُس سے انکار کیا تو یہ لوگ حاکم سے مقابلہ کرنے اور لڑنے کو تیار ہوئے۔ اراتوس نے اِس موقع پر ظاہر کر دیا کہ پارٹی فیلنگ کا جوش قومی جوش پر کس طرح غالب آجایا کرتا ہے۔ کیونکہ اسپارٹا دالون کی دشمنی کے جوش میں اُس نے خود اچائیادالون اور سارے یونان کی آزادی ہاتھ سے کھو دی جس کے حاصل کرنے کی فکر دین اور تہریلا میں زندگی بھر لگا رہا تھا۔ چنانچہ محض اسپارٹا دالون کے بچاؤ کھانے کے لیے وہ مقدونیہ دالون سے جا ملا۔ اور اسپارٹا کے بادشاہ کلمے اومے نیس نے اپنے حریفوں کو زبردست دیکھ کے مہر دالون سے مدد مانگی۔ سلطنت مصر نے مدد تو دی مگر اس شرط پر کہ کفالت کے طریقہ سے وہ اپنی ماں اور اپنے دونوں بچوں کو اسکندریہ میں بھیج دے۔ (اس سے چند ہی روز پہلے اُس کی پیاری بی بی اغیاطیس دنیا سے رخصت ہو چکی تھی) مان نہایت ہی استقلال اور مضبوطی سے خوشی خوشی اُس سے رخصت ہو کے اسکندریہ گئی جہاں پہنچتے ہی اُسے اِس مضمون کا خط لکھ بھیجا کہ تم ایک ناکارہ بڑھیا اور بے کس بچوں کی سلامتی کی فدا بھی فکر نہ کرنا۔ بلکہ بلا لحاظ اس کے کہ ان

باتون کا خیال بھی تھا رسے دل میں آئے اپنے ملک کی بھلائی میں لگے رہو۔

سختہ قبل محمد میں مکے اور مے نیس کو سے لاشیا کے میدان میں مقدونیہ اور اچائیادالون سے شکست ہوئی۔ اور نخباب لشکر فتح و نصرت کے پھر رسے اڑاتا ہوا۔ اسپارٹا کی طرف بڑھا۔ ایسے نازک وقت میں اُسے خیال گذر کہ شاید میری عدم موجودگی میں اہل اسپارٹا زیادہ مضبوط تر اٹھ جائیں۔ چنانچہ فوراً جہاز پر سوار ہو کے خود بھی اسکندریہ کی راہ لی۔ جہاں پہنچتے ہی سلطنت مصر کے قبضہ میں تھا۔ کئی سال تک وہاں پڑا رہا۔ اور بار بار التجا کرتا تھا کہ اب مجھے اپنے وطن جانے کی اجازت دی جائے۔ مگر بطلیموس نے یہاں کی طرح مرضی نہ ہوتی تھی۔ نازک مزاج اور عیش پرست اہل اسکندریہ اُس کے سپاہیانہ مذاق کو پسند نہ کرتے تھے۔ بلکہ اُسے ایک خطرناک شخص تصور کرتے تھے۔ وہ اکثر یہاں کی صحبتوں میں کہا کرتا تھا کہ ”اسپارٹا کا ایک جنکشن اور تین دن و خاموش آدمی اپنی خود داری کی وضع اور سچائی کی شان کے ساتھ یہاں دالون میں ویسا ہی ہے جیسے کہ کوئی شیر بر بھیڑوں کے گلے میں ادھر ادھر ٹھل رہا ہو۔“ یہ خطرہ اہل مصر میں یہاں تک بڑھا کہ بطلیموس ظلم پر آمادہ ہو گیا۔ چنانچہ اُس نے گلے اور مے نیس کو مع اُس کے تمام رفقا کے جو اسپارٹا سے ہمراہ آئے تھے بے جرم دے تصور قتل کر ڈالا۔ حتیٰ کہ اُس کی غریب ماں اور معصوم بچوں کی بھی جان نہ بچی۔ یونان ہر قریبی نژاد شاہان اسپارٹا کے دونوں خاندانوں کے چراغ گل ہو گئے۔ اور ہر ایک کا خاتمہ ایسے ہی بہادر شخص پر ہوا جس کے کارنامے لی کورگوس کے لیے موجب ننگ نہ ہوتے۔

اسپارٹا کے مغلوب کرنے کے بعد اراطوس کو بھی ٹھیک سزا مل گئی۔ جس نے ذاتی پر خاش سو قومی آزادی کو خاک میں ملا دیا تھا۔ مقدونیہ کے بادشاہ فلپ نے پہلے تو اُسے اپنا دوست اور مشیر بنایا۔ لیکن اُس سے سب طرح کے فائدے اٹھا لینے کے بعد جب دیکھا کہ میری تدبیر دن میں خلل انداز ہوتا ہے تو ایک قسم کے دیر اثر زہر کے ذریعہ سے اُس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

اب اُس کے بعد فی لوسپے مونی نام ایک باشندہ مے گا لوپورس لیگ کارہنما بنا۔ اُس نے اپنی کارروائیوں سے ایسی شہامت و دانائی اور استقامت کے صفات ظاہر کیے

کہ اکثر وہ یونانیوں کا پچھلا شخص کہا جاتا ہے۔ ان دنوں اچائیا والے اور نیز اہل مقدونیہ اکثر اوقات اُسے تو لیا والوں سے لڑتے رہتے تھے۔ یہ اہل اُسے تو لیا دریائی ٹیڑھے تھے جو اکثر اپنے پڑوسیوں پر ناحق یورشیں کیا کرتے۔ فلپ شاہ مقدونیہ نے اُن کی مڑت کی۔ اور انھیں دبایا۔ اُن کا کوئی اور در نہ چلا تو انھوں نے رومیوں سے مدد مانگی جن کا ستارہ اب عروج پر تھا۔ اور جو اپنی ترقی کا راستہ نکالنے کے لیے ایسے موقع ڈھونڈھا ہی کرتے تھے۔

نوان باب

رومیوں کی فتح ایطالیا میں۔ (۳۲۶ء قبل محمد سے ۸۴۶ء قبل محمد تک)

فصل اول

رومیوں کا دیولاملا

بحرہ روم میں جزیرہ نما یونانی سے آگے بڑھ کے ایک اور جزیرہ نما ہے جسے خلیج ایڈریاتک پہلے جزیرہ نما سے جدا کرتا ہے۔ یہ دوسرا جزیرہ نما ایک بڑی اور لمبی جھلی کی طرح سمندر میں دور تک پھیلتا چلا گیا ہے ماور کو ہسار اپنے نائن گویا اُس کا بڑا گوشہ یا اُس کی پٹھ کی ہڈی ہے۔ اسی طرح کے اور کئی اُس سے چھوٹے کو ہسار بھی دونوں پہلوؤں پر سلسلہ بندی کرتے چلے گئے ہیں۔ اہل یونان اس سرزمین کو ہے سے ریاضی شام کے نام سے والی زمین کہتے تھے۔ اُس میں متعدد ایسی قومیں آباد تھیں جن کی اصلیت اس کے سوا اور کچھ نہیں معلوم کہ یافت بن نوح کی نسل سے تھیں۔

انہیں قومون میں سے ایک کے نام سے ایطالیا کا نام ماخوذ ہے۔ اور ایک کے نام لاطینی زبان کا نام نکلا ہے۔ ”توس کی“ یا ”اطروس کا“ واسلے جو اُس سرزمین میں آباد تھے جو آج تک توس کا فی (ٹسکانی) کے نام سے مشہور ہے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے عادات و اطوار کا اثر تمام دوسری قوموں پر پڑا ہوا تھا۔ اطروس کا والوں کی بنائی ہوئی دیواریں اور اُن کی

یا وگاریں جو آج تک کچھ کچھ باقی ہیں ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تمدنِ تہذیب میں ایک معتد بہ حصہ تک ترقی کر لی تھی۔ لیکن ان کی تاریخ اور ان کے عہد کے حالات دنیا سے مٹ گئے۔ انھیں کے کھنڈروں پر اس چوتھی عظیم الشان سلطنت کی عمارت قائم ہوئی جو سلطنتِ روم کہلاتی ہے۔ اور جسے حضرت دانیال کے خواب نے پیشتر ہی سے ان الفاظ میں تشکیل کر دیا تھا کہ ”بڑے اور موزی درندے جن کے دانت لوسے اور فولاد کے ہوں گے۔“

اس جزیرہ نما کے وسط میں کوہسار اسے پیٹانے کے مغربی پہلو پر دریائے طلی بھریک گھاٹی کے اندر بتا ہے جو پہاڑیوں کے اندر ہی اندر سلسلہٴ اعظم کوہسار کے دامون میں ریگستا ہوا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد ایک سطح حصہ زمین کو طے کر کے سمندر میں جا پہنچتا ہے۔ اس دریائے دہانے سے تقریباً ستر میل کی مسافت پر عین اس جگہ جان سے دریائے اینڈور دریا کے طلی میرے اندر ایک دھارا بن کے بہے ہیں سات پہاڑیان واقع ہیں جنہیں چھوٹی چھوٹی گھاٹیاں ایک دوسرے سے جدا کرتی ہیں۔ بس اسی مقام پر شہر رومہ الکبریٰ واقع ہے جو کبھی سارے عالم کی ملکہ تصور کیا جاتا تھا۔ وہ ساتوں پہاڑیان تمام وکمال شہرِ نیاہ کے اندر لے لی گئی ہیں۔ اور سب سے بلند ٹیلے پر قصر شاہی یا ایوان شہر یارمی واقع تھا۔ گرد کی تمام شاداب و سیر حاصل زمین چھوٹے چھوٹے کھیتوں میں بنٹی ہوئی تھی۔ جس میں شہر رومہ یا روم والے کاشت کیا کرتے تھے۔

اگلے زمانہ میں اس قوم کی وضع و قطع یہ تھی کہ سجدہ بہتین مستعد۔ اور سید سے ساوے لوگ تھے۔ نہایت درجہ جنگجو۔ اور اس کے ساتھ ان کے طبایع میں ایک خاص قسم کا رُوکھاپن تھا۔ اور ہر کام میں گرم جوشی ظاہر ہوتی تھی۔ انھیں اپنے شہر روم پر فخر و ناز تھا۔ اور اس سے ایسی محبت تھی جو ترقی کر کے وطن کی پرستش کہنے کے درجہ کو پہنچ گئی۔ نہ وہاں یونان کا فلسفہ تھا اور نہ وہاں کی حسن پرستی۔ رومیوں کی دنیا میں درشت مزاجی تھی اور جفاکشی۔ انھیں آپ اپنے اوپر مگنڈ تھا۔ اور اپنے ”ریس پُوب لی کا“ (فلاح عامہ) کی عظمت کے دلدادہ تھے۔ ان لوگوں کا طرزِ عمل تھا کہ اپنے شہر روم پر اور اپنے خیال و مذاق کی بھلائی اور بد باری پر اپنی ساری امیدوں۔ اپنی زندگی اور اپنی تمام عزیز اور پیاری چیزوں کو قربان کر دیتے

اور دوسری قوموں کے ساتھ رحم و انصاف کا پورا پورا برتاؤ کرتے۔

اگلے ریمون کے مذہب کے متعلق ہمیں بہت کم واقفیت ہے۔ مگر بعد کے زمانہ میں اٹھون نے یونانیوں کے دیوتاؤں اور ان کے دیوتاؤں کو اختیار کر لیا۔ اور اس بات کی کوشش کی کہ اپنے اصلی دیوتاؤں کو انھیں کے دیوتا ثابت کریں۔ جس کی وجہ سے ان کے مذہب کے متعلق ایک بڑا الجھاؤ پڑ گیا ہے۔ اس لیے کہ یونانیوں کے دیوتاؤں کو ہم نے رومی ناموں ہی سے پہچانا ہے۔ اور رومی دیوتاؤں کے خالص یونانی دیوتاؤں میں مل کے غائب ہو گئے ہیں۔ اس طریقہ سے جو پیڑا اور جو آسمانوں کے بادشاہ اور ملکہ بنائے گئے۔ مئی نرو اسکول کے لڑکوں کی دیوی ۰ ہی ۰ دیویوں کی دیوی پلاس بنا دی گئی۔ دینا نامی چاند کی نسبت خیال کیا گیا کہ آرتی میں ہی کا دوسرا نام ہے۔ اور دیوی نوس (ہمیشہ) یعنی زہرہ کی جانب وہ تمام کہانیاں منسوب کر دی گئیں جو یونانیوں کی دیوی آفرودیٹ کے لیے مخصوص تھیں۔ فقط جانوس اور وینا خالص رومی دیوتا اور دیوی ہیں جن کے حالات خاص طور پر محفوظ رکھے گئے۔

جانوس دیوتا شہر کے پچاسگون کا محافظ مانا جاتا تھا۔ اور اسی خیال سے لڑائی کو زمانہ میں اس کی مندر کو شب دروز کھلے رکھے جاتے۔ اور صلح و امن کے زمانہ میں بند کر دیے جاتے۔ یہ امر قابلِ ملاحظہ ہے کہ جنگ و پیکار کا سلسلہ روم میں مدتوں اس طرح مسلسل قائم رہا کہ ساری تاریخ روم کے عہد میں اس مندر کے دروازے ہمیشہ کھلے ہی رہے اور صرف تین بار ان کے بند کرنے کا موقع ملا۔ جانوس کی صورت دو چہروں کی ہوتی۔ انگریزی سال کے پہلے مہینہ جنوری کا نام اسی دیوتا کے نام سے ماخوذ ہے اس کا اصلی مادہ "جانی تورا" ہے جس کے معنی دربان کے ہیں۔

وِس نامقدس آگ کی دیوی تھی۔ جس پر شہر روم کی سلامتی منحصر سمجھی جاتی تھی۔ ایک مدور شوالہ تھا اس میں یہ آگ روشن رہا کرتی اور چھ کنواری لڑکیاں اس آگ کی محافظ رہا کرتی تھیں جن کی زندگی پاکدامنی کی نذر کر دی جاتی یعنی مرتے دم تک کنواری اور عقیقہ رتھیں اور رومیوں میں ان کی بڑی ہی تعظیم و تکریم کی جاتی۔ اور انھیں اس بات کا حق حاصل تھا کہ چاہے کیسے ہی اور کتنے ہی بڑے مجرم کو قتل گاہ میں لیے جاتے ہوں وہ چاہتیں تو اس کی جان بچا دیتیں۔

نہیں کہ یہ بھی عام خیال تھا کہ ہر شخص کا ایک بچہ نیوس (جی نی افس) یعنی محافظ دوتا ہے۔ اور ہر گھرمیں مکانوں کی ڈیوڑھی اور چوڑے کی دلیز پر ہر کھانے کے وقت شراب یا شہرت یا اور نئی پینے کی چیز سیلف یا قربانی کی طور پر تھوڑی سی ضرور ڈال دی جاتی۔ غالباً مارے اہل دم شہر صاف اٹھوڑا کا والوں کو امید تھی کہ مرنے کے بعد اپنے دنیوی اعمال کا بدلہ پائیں گے یہ مذہب اپنی اُسی اگلی سادی وضع میں جبکہ اُس میں بچائی کی بھی اکثر باتیں موجود تھیں اُن کے افعال و کردار پر بڑا اثر رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ عروج حاصل کرنے کے بعد انھوں نے خود اپنے ہاتھ سے اپنی عزت اور اپنے اعتبار کو کھو دیا۔ اور یونان کے آخری حکمران پچھلے فلسفہ میں اُن کی پریشانیوں اور لغو بیوہ اور وحشیانہ کامیوں کے مل جل جانے سے اُن کی عقائد زیادہ بگڑ گئے اُن کا وہ پرانا دیانتداری اور راست بازی کا مذہب تشریف لے گیا۔ اور اس انقلاب کے ساتھ اُن میں سیدھ کاری اور خوف ریزی کی جو روک تھام تھی وہ بھی اٹھ گئی۔

فصل دوم

شہر روم کی بنیاد (۳۲۵ قبل مسیح سے ۲۱۳ قبل مسیح تک)

روم کی پرانی تاریخ کے متعلق سوا اُن چند باتوں کے جو باقی روایتوں کے ذریعے سے سنا بعد نسل منتقل ہوتی چلی آئی ہیں اور جن کا غالب حصہ بے سرو پا کمیون سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اور کچھ نہیں معلوم ہو سکتا۔

ان روایات کے مطابق یہ ہے کہ جب شہر ٹرائے جلا کے تباہ و برباد کیا گیا اُس وقت وہاں کا ایک شاہزادہ جس کا نام اے نیاس تھا۔ وہاں سے بھاگ کے اپنے بوڑھے باپ ان جی سیس کو پٹیہ پر لاوے اپنے خانگی دیوتاؤں کو بغل میں دبا لے اور اپنے کم سن بچے اس کا نیوس یا ایووس کی اگلی پکڑے ہوئے یہاں پہنچا۔ مدتوں مارے مارے پھرنے کے بعد وہ نیوس (دینس) دیوی نے جو اُس کی ماں بتائی جاتی ہے اپنی حمایت میں لے کے اسے صحیح و سالم ایتالیہ میں پہنچایا۔ یہاں آکے اُس نے لاطیوم (لاطینی قوم) کے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کی اور اُس کے بیٹے اس کا نیوس نے شہر اہلوان کا کی بنیاد ڈالی۔

اس کے کئی صدیوں بعد دو توام بھائی رومولوس اور رموس پیدا ہوئے ان کی مان کا نام بریاسلو یا تھا جو آگ کی دیوی وس تا کی کنواری پوجا رہی اور امویوس شاہ البانی بھتیجی تھی شاہ امویوس مذکور اسے نیاس کی نسل سے تھا۔ اور مارس دیوتا یعنی مریخ تارہ اُن دونوں توام بھائیوں کا باپ بتایا جاتا تھا۔ چونکہ اُن کی مان سے ایک بے وفائی کی حرکت صادر ہو گئی تھی۔ اس لیے امولوس نے حکم دیا کہ وہ زندہ دفن کر دی جائے اور اُس کے یہ دونوں بچہ ایک ٹوکری میں رکھ کے دریائے طبرین بہا دیے جائیں۔ دریا اُن دونوں طفلانی پر تھا اس لیے ٹوکری کنارے کنارے بہتی چلی گئی یہاں تک کہ پانی اُترنا شروع ہوا اور ٹوکری مع دونوں زندہ بچوں کے کنارے زمین پر رکھی رہ گئی اتفاقاً ایک بھڑی کا اُدھر گزر ہوا۔ اور بجائے اس کے کہ وہ اُن کو پھاڑ کے کھا جائے خدا نے کچھ ایسی محبت اُس کے دل میں پیدا کر دی کہ اُنھیں اپنے بھٹ میں اُٹھا لے گئی۔ دودھ پلایا۔ اُن کی نگہبانی کرنے لگی۔ چند روز بعد ایک چرواہے کو اس کی خبر لگی وہ اُنھیں بھڑیوں کے بھٹ سے اُٹھا لایا اور دونوں کو بٹیا بنا کے پالا۔ چنانچہ اسی وجہ سے یہ دونوں بچہ اور اُن کو دودھ پلانے والی بھڑی مملکت روم کے عام پسند شعار اور مار کے بن گئے۔ اور مارس یعنی مریخ اس شہر کا محافظ دیوتا قرار پایا۔ جس کے نام پر سال کے تیسرے مہینہ (مارچ) کا نام رکھا گیا۔

رومولوس اور رموس باب پل پلا کے بڑے ہوئے تو اُنھیں تہ چل گیا کہ ہم شاہی نسل سے ہیں اور سلطنت حاصل کرنے کی فکر کرنے لگے۔ آخر انھوں نے اپنی مان کے قاتل شاہ امویوس کو شکست دی۔ اور اس کے بعد قصد کیا کہ عین اسی مقام پر جہاں پہلے پہل وہ ٹوکری میں پڑے تھے اپنے لیے ایک شہر بسائیں۔

اب یہ مسئلہ پیش آیا کہ یہ نیا شہر دونوں بھائیوں میں سے کس کے نام سے نامزد کیا جائے۔ جس کا تصفیہ کرنے کے لیے یہ بھائی ایک پہاڑ سی۔ جہاں کے کھڑ ہوا۔ اور انتظار کرنے لگا کہ دیکھوں دیوتا کون سا شگون دکھاتے ہیں۔ رومولوس کو غور کرتے کرتے بارہ گھنٹہ نظر آئے اور رموس کو غور چھ گھنٹہ۔ پس اسی تیز کی بنا پر رموس کے نام پر شہر کا نام روم رکھ دیا گیا۔ اور رومولوس ہی بادشاہ منتخب ہوا۔ اور اُس نے اپنی عمارت پالاطینہ (پلے ٹائٹس) پہاڑی پر تعمیر کرنا شروع کی۔

روموس کا دل اپنی ناکامی کے خیال سے تھوڑا ہو گیا۔ اور ایسا برخاستہ خاطر ہوا کہ عمارت کے کام میں شریک نہ ہوا اور آخر کار رومولوس کو اپنے مقابل پہنچنا بت کرنے کے لیے اُس مٹی کو دیوار کو پھاند گیا جسے رومولوس اپنے نئے شہر کے گرد شہر نپاہ کی حیثیت سے تعمیر کر رہا تھا۔ اس پر رومولوس کو جو غصہ آیا تو طیش میں آئے بغائی کو اُسی جگہ قلع کر ڈالا۔ اور جوش و خروش کے ساتھ چلائے کہا۔

”یونینین یہ شخص جو میری یہ دیوار پھاندنے کی جرأت کرے مر جائے گا۔“

روم کی تعمیر کا زمانہ ۷۵۳ قبل محمد قرار دیا گیا ہے۔ اور یہی تاریخ تھی جس سے اہل روم برسوں کا حساب لگایا کرتے تھے جو سہ ہروف آئے۔ یو۔ سی۔ سے تعمیر کیا جاتا تھا جس سے مراد یہ الفاظ ہیں انو اُریس کون دی تے“ یعنی سال تعمیر شہر۔ ان دونوں قرب وجوار کی دیگر اقوام کی نظر میں رومولوس اور اُس کے پیروچورون اور ڈاکوؤن سے کچھ یونین سی زیادہ فوقیت رکھتے تھے۔ اور اسی وجہ سے ان کے نکاح میں کوئی قوم اپنی بیٹیاں نہ دیتی تھی۔ قربو جو اروالون کی اس بے اعتنائی سے تنگ آئے رومہ کے بادشاہ نے ایک دن دعوت کا اعلان کیا۔ اور اُس میں اپنی پڑوسی قوم سابین سنس کے تمام لوگوں کو خاص طور پر مدعو کیا اور تاکید کر دی کہ اپنے بال بچوں اور سارے خاندان والوں کو ساتھ لائیں۔ دعوت بڑی دھوم دھام کی تھی۔ اور سب لوگ اکل و شرب میں مصروف تھے۔ کہ یکا یک ایک انسانہ کیا گیا جو پہلے سے مقرر کر دیا گیا تھا۔ اور اُس اشارے کے ساتھ ہی ہر رومی نے سابین سنس کی ایک کناری لڑکی کو پکڑ لیا۔ اور اُسے زبردستی اپنے گھر لے بھاگا لڑکیوں کے مان باپ چونکر بیٹے بنتے اس سبب ان کا کچھ ورنہ چلا۔ اور بہت آسانی سے مغلوب ہو گئے۔ مگر اتنی بڑی شرمناک لوٹ اوپر ہی اوپر نہ جاسکتی تھی۔ فوراً رومیوں اور سابین سنس والوں میں لڑائی چھڑ گئی۔ اس لڑائی کے نتائج فرمان روا اُسے روم کی بیٹی تارپینیا کی دفابازی سے سابین سنس لوگوں کو روم کی شہر نپاہ کے اندر داخل ہونے کا راستہ معلوم ہو گیا باپ اور قوم سے جو دفابازی کی تھی اُس کے صلہ میں تارپینا نے سابین سنس والوں سے کہا کہ ”بو نہ یو رتم سب اپنے بائیں بازوؤں پر پہنے ہوئے دو“ اس سے اُس کا مقصد تو یہ تھا کہ سونے کے بازو بند جو سابین سنس لوگوں کی بائیں ڈنڈوں پر بندھے ہوئے تھے اُسے مل جائیں لیکن ان لوگوں نے عمدہ غلط فہمی ظاہر کر کے طلائی بازو بندوں کے عوض اپنی ڈھالیں کھینچ کھینچ ماریں۔

اس لیے کہ انھیں بھی بائیں بازوؤں پر لگائے رہتے تھے۔ صد ہاؤں حالین جو آکے گریں تو تار پیا انھیں کے نیچے دب سکے رہ گئی۔ اور کچل کے مر گئی۔ بلندی شہر کا وہ قلعہ جہاں تار پیا ماری گئی آج تک تار پیا راک کا مالا تھا ہے۔ اور دونوں روموں میں مجرموں کے قتل کرنے کا یہی طریقہ مروج رہا کہ اسی چوٹی پر بیجا کے انھیں نیچے پھینک دیا کرتے۔

آخر مدت تک لڑتے رہنے کے بعد خود عورتیں ہی درمیان میں پڑیں جو باعث نزاع تھیں اور لڑائی ختم ہو گئی۔ کیونکہ سابی نس عورتیں اپنے رومی شوہروں سے اب ایسی خوش اور راضی تھیں اور ان کی اس قدر دلدادہ ہو گئی تھیں کہ وہی اپنے میکے اور سرسراں والوں کے ملا دینے کی باعث بولیں۔ اور ان دونوں قوموں میں اس شرط پر صلح ہو گئی کہ بادشاہوں کا انتخاب یکے بعد دیگرے دونوں قوموں میں سے ہوا کرے۔ یعنی ایک بادشاہ اس قوم کا ہو۔ دوسرا اس کا۔ تیسرا اس کا اور چوتھا اس کا۔

رومویوں کا انجام یہ ہوا کہ اپنی فوج کے ایک مجمع میں سے یکا یک غائب ہو گیا۔ اور لوگوں میں شہر ہو کہ اس کا باپ مریخ اُسے آسمان پر اٹھا لے گیا ہے۔ اس خیال کے پھیلنے ہی کوئی بری نوٹس کے نام سے اس کی پرستش ہونے لگی۔ اور یہی نام ان سات پہاڑوں میں سے ایک کا رکھ دیا گیا۔ اس کے بعد سابی نس لوگوں میں سے بادشاہ منتخب ہوا جس کا نام ٹوما پوم پیل اوس تھا۔ یہ ایک صلح جو شخص تھا جس نے نئے قوانین جاری کیے۔ اور یقین کیا جاتا تھا کہ جنگل کی پری اسے بے ریا الہام کے ذریعہ سے اس کی مدد کیا کرتی ہے۔

اس کے بعد ٹوما س ہوس جی ریوس نام ایک جنگ جو رومی بادشاہ منتخب ہوا اس نے تخت شاہی پر قدم رکھتے ہی ابا لون کا والوں سے لڑائی چھیڑ دی۔ اشنائے جنگ میں یہ تجویز قرار پائی کہ لڑائی کا جھگڑایوں چکا دیا جائے کہ دونوں جانب کے تین تین بہادر آپس میں لڑ کے فیصلہ کریں۔ رومیوں کی طرف سے ہوراطیوس خاندان کے تین بھائی منتخب ہوئے۔ اور ابا لون کی طرف سے کیو۔ یا طیسوس خاندان کے تین بھائی۔ مگر یہ دونوں حریف باہم ایک دوسرے کے نالہ زاد بھائی تھے۔ ان میں مقابلہ ہوا جو دیر تک لڑے اور خوب لڑے۔ دیر کی نبرد آزمائی کے بعد تینوں کیو۔ یا طیسوس بھائیوں جو ابا کی طرف سے منتخب ہوئے تھے زخمی ہوئے

لیکن رومیوں کی طرف سے ہوراطی پہلوانوں میں سے دو توجان سے مارے گئے، اکیلا ایک پیوب، یئوس ہوراطیئوس نلوہ پرج رہا جس کے کمین جپیٹ بھی نہیں آئی تھی۔ پیوب یئوس نے اپنے تینوں حریفوں کو زخمی دیکھ کے یہ چالاکی کی کہ آہستہ آہستہ ذرا پیچھے ہٹا اور مقابل چچا زاد بھائیوں سے کہا اب مردانگی تو یہ ہے کہ تم ایک ایک کر کے مجھ سے لڑو۔ اببا کے زخمی پہلوانوں نے یہ درخواست قبول کی۔ ایک ایک کر کے بڑے اور تینوں مارے گئے۔ اور میرا پیوب یئوس کو ہاتھ رہا جو دم والوں کی طرف سے تھا۔

کامیاب ہونے کے بعد اُس نے اپنے مقتول حریفوں کے کپڑے اور ہتھیار اُتار لیے۔ اور انھیں لے کے دومین داخل ہوا کہ اسلو کو دہان کو تختانے میں دیوتاؤں کی نذر کر دے۔ راستہ میں آخافا ائس کی بہن ملی جس کی نسبت اُن مقتول پہلوانوں میں سے ایک کے ساتھ ٹھہر چکی تھی اُس نے اپنے عاشق کے کپڑے دیکھتے ہی پہچان لیے جنھیں اُس نے بڑی محنت سے خود اپنے ہاتھ سے تیار کیا تھا۔ اُن کپڑوں پر نظر پڑتے ہی اُس نے ایک چیخ ماری اور چلا چلا کے رونے لگی۔ بہن کو آہ و زاری کرتے دیکھ کے پرجوش بھائی نہایت برہم ہوا۔ اور ایسا طیش آیا کہ جھپٹ کے اُس غریب کا بھی کام تمام کر دیا۔ اور چلا کے کہا "یہ بے وقت کا غم داندہ اُدھر ہی اِنہ اپنے مردہ بھائیوں کا غم اِنہ زندہ بھائی کا خیال! اور نہ اپنے ملک سے تعلق! بس یونہی ہر وہ رومی عورت ہلاک ہو جو اپنے دشمن کی موت پر کھڑی ہو کے بن کرے"

لیکن بہن کے قتل کا جرم خالی نہ گیا۔ پیوب یئوس کو عدالت نے قتل کی نرا دی مگر اُس کے خدمات کا لحاظ کر کے اور نیز اس خیال سے کہ اپنے ماں باپ کی اولاد میں اکیلا وہی ایک زندہ بچا ہے اُس کی جان بخشی کی گئی۔ تاہم نرا کے طریقہ سے وہ اس بات پر مجبور کیا گیا کہ ایک ایسے جوئے کے نیچے سے گزرے جو تین نیردن کو جوئے کے ایک محراب کی قطع کا بنا دیا گیا تھا۔ یہ محراب اس کے بعد تون ملک قائم رہی اور اُسی کے نام سے مشہور تھی۔ اس کارروائی کے بعد رومیوں نے شہر اببا پر قبضہ کر کے اُسے مسارو تباہ کر دیا۔

فصل سوم

تارکوئین لوگ (۱۲۳ قبل محمد سے ۱۸۰ قبل محمد تک)

روم کا چوتھا بادشاہ اُن ٹوس ماریٹس تھا۔ پھر اس کے بعد لوقیوس تارکوئین نیوس کی حکومت شروع ہوئی جو عموماً پُرس توس یعنی اعظم کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اطروس کا دایون کی نسل سے تھا۔ اُس نے رومہ الکبریٰ کی شہرِ پناہ کو جو اُس عہد تک پہلی دیواروں کی تھی پتھر کی بڑی بڑی سلون سے از سر نو تعمیر کرایا۔ اور پہاڑیوں کے درمیان میں جو گھاٹیاں واقع ہوئی تھیں اور بارش میں پانی سے لبریز ہو جاتی تھیں اُن کے پانی کو اُس نے مہریان بنوا کے شہر سے باہر نکالا۔ یہ مہریان ایسی مضبوط بنائی گئی تھیں کہ آج تک موجود ہیں۔ اور لوگ انھیں دیکھ کے حیرت کرتے ہیں۔ جو گھاٹی پالاٹینہ اور اس کوئی لی پہاڑیوں کے درمیان تھی فوراً یعنی چوک کھلاتی تھی۔ یہاں اس بادشاہ نے لوگوں کے بیٹھنے کے لیے نشست گاہیں بنوائیں اور علیٰ ہذا قیاس اُس نے دارالقضا اور ٹون ہال تعمیر کرائے۔

تارکوئین نیوس نے مرنے کے بعد اگرچہ دو بیٹے چھوڑے تھے لیکن محنت شاہی کا وارث سر ویوس طولیوس ہوا جو اُس کے گھر کا ایک نوکر تھا۔ اُس نے اپنی دو بیٹیوں جو خاندانی نام کی مناسبت سے دونوں طولیاس کے نام سے یاد کی جاتیں تارکوئین نیوس کے دونوں نوکر بیویوں کے نکاح میں دے دی تھیں۔ اس فرمان روا سر ویوس کو اُس کے بڑھاپے میں لوقیوس تارکوئین نے نہایت ہی بے رحمی کے ساتھ مار ڈالا۔ اُس کی لاش بگائے دفن کرنے کے بیچ سڑک پر پڑی ہوئی تھی اور اُس کی نااہلی بیٹی نے جو اب ملکہ بنی تھی کمال سنگدلی سے اپنے غلام کو حکم دیا میری رتھ کو باپ کی لاش کو زندہ ہونے زور سے ہٹکالے جاؤ۔ چنانچہ رتھ لاش کو کھینچتی ہوئی گزری۔ اور باپ کے خون کی چھینٹیں بے درد بیٹی کے کپڑوں پر پڑیں۔

لوقیوس تارکوئین نیوس مغرور کے لقب سے مشہور تھا۔ وہ نہایت ہی شریر النفس تھا اور لوگوں کو اُس سے سخت نفرت تھی اور جیسا تنگ مزاج اور ظالم وہ تھا ویسے ہی اُس کے بیٹے بھی تھے۔ خصوصاً بڑا بھائی سکس طوس سب سے بدتر تھا۔ اُس کا چچا زاد بھائی کولاتیوس

ایک بار اپنے دہات کے مکان کو لاتیہ میں لے گیا جہاں اُس کی حسین و پرہیزگار بی بی بُتی تیرے تیرے اپنی سیلیوں کے بھرٹ میں بیٹھی ہوئی تھی۔ رات زیادہ آچکی تھی۔ اور بُتی رے تیرے روم کے مذاق کے موافق بیٹھی اُن کو کاتی اور بٹد ہی تھی۔ سکس طوس اُس کی صورت دیکھتے ہی فریفتہ ہو گیا۔ اپنے جذبات دلی کو اُس نے اس وقت تو سینہ کے اندر مخفی رکھا لیکن دوسرے وقت تنہا مکان میں گھس گیا۔ بے تکلف بُتی رے تیرے پر چھٹا اور اُس کی آبرو لے ڈالی۔ بے آبرو ہونے کے بعد بُتی رے تیرے چلاتی اور روتی پیتی ہوئی اپنے شوہر اور باپ کے پاس گئی۔ اُنھیں اس واقعہ سے آگاہ کر کے بدلینے کی تاکید کی اور فوراً خود کشی کر لی۔ اب اُس کے شوہر اور باپ بدلینے کی تیاریاں کر رہے تھے کہ ٹوقس جو نیوس بروطوس جو کہ تارکوین کا سگا بھتیجا تھا اُن دونوں سے آغا۔ اور اہل روم میں اُس نے بادشاہ کے خلاف ایسا جوش پیدا کر دیا کہ تارکوین اور اُس کے سارے خاندان سے سوا بھناگ کھڑے ہونے کے اور کوئی تہ بربنہ بن پڑی۔ الغرض اس طریقہ سے سلسلہ قتل محمد بن روم کے پرانے شاہی خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔ اور اسی سال اُوہ یونان میں یہ واقعہ پیش آیا کہ پیسیس طراطوس کی اولاد شہر اسے نیاسے جلاوطن کی گئی۔

تارکوین لوگوں نے اس کے بعد پھر تخت و تاج حاصل کرنے کی بارہا کوششیں کیں۔ اور ایک بار روم کے امرا کے ساتھ خفیہ سازش بھی کی جن میں بروطوس کے دو بیٹے بھی شریک تھے۔ مگر وہ سازش کھل گئی اور مستقل مزاج بروطوس نے اپنے اُن دونوں نوجوان بیٹوں کو قومی جرم میں قتل کی سزا دی۔ اُس کے استقلال کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس کی آنکھوں کے سامنے دونوں بیٹوں کو پہلے کوڑے مارے گئے پھر اُن کے سر کاٹے گئے مگر اُس نے اُن کی اور نہ اُس کے چہرے سے کسی قسم کے خزن و دلاں کے آثار ظاہر ہوئے۔ صرف اتنا ہوا کہ اُن کے قتل ہوتے وقت بروطوس جس کرسی پر بیٹھا تھا اُس کے دونوں ہتھوں کو اُس نے اس طرح بچھنے کے پکڑ لیا کہ دلی بی بی کا راز کسی قدر فاش ہوا جاتا تھا۔ اس واقعہ کے چند روز بعد بروطوس اور اُس کا چچا زاد بھائی آرس جو تارکوین کا بیٹا تھا باہم دست بستہ لڑے۔ اور ایسے جان پر کھیل کے لڑے کہ دونوں نے ایک دوسرے کو مار ڈالا۔

اب اطروس کا کہ ایک شہزادے لارنس پوربتا نے تارکونین خاندان کی طرف رسی شروع کی۔ کوچ کر کے اچانک رومہ الکبریٰ پر پہنچا۔ اور شہر کے اُس پھاٹک پر تاملن ہو گیا۔ جو باب جہنے کو لم کے نام سے مشہور تھا۔ یہی ایک پھاٹک تھا جو دریا سے علی میر کے انتہائی پہلو پر واقع تھا۔ دریا پر یہاں ایک لکڑی کا پُل بندھا ہوا تھا۔ اور ہوراطیوس کوک لس پہرے پر تھا۔ ناگناں بہت زدہ اہل شہر کا ایک غول آیا کہ جلدی سے شہر کے اندر بھاگ جائیں۔ ہوراطیوس نے انھیں روک کے کہا ”روم کے بچانے کی اب یہی ایک تدبیر ہے کہ یہ پُل توڑ دیا جائے۔ میں اکیلا اُس پار جانے دشمنوں کو روکتا ہوں اور تم پُل کو توڑنا شروع کرو۔ جتنی دیر میں تم اُس پُل کو توڑ دین دشمنوں کو اپنی لڑائی میں الجھائے رکھوں گا۔ اُس کے یہ کلمات سُن کے اُن لوگوں میں سے دو کو ایسا جو مش آ یا کہ وہ بھی اُس کے ساتھ ہو لیے۔ اور پُل کے پار جانے دشمنوں سے لڑنے لگے۔ اور ہر باقی ماندہ لوگوں نے پُل توڑنا شروع کیا۔ اب یہ قین بہادر جان بان پُل کے قریب قدم جمائے اطروس کا دواؤن کے سارے لشکر کو روکے ہوئے تھے اور کسی کو پُل کی طرف قدم بڑھانے نہ دیتے تھے کہ رومیوں نے جہلا جلا کے اور توڑ توڑ کے پُل کی بنیاد قریب الانہام کر دی۔ اور اُن تینوں بہادروں کو آوار دی کہ ”اب تم واپس چلے آؤ۔ پُل میں بس اتنا ہی دم رہ گیا ہے کہ اکیلے تم تین آدمی نکل سکتے ہو۔“ یہ سُن کے وہ تینوں پلٹے۔ جن دو آدمیوں نے ہوراطیوس کی رفاقت کی تھی وہ تو سہقت کر کے نکل آئے اور خود ہوراطیوس اُن کے بچانے کے خیال سے ابھی دشمنوں ہی میں مصروف تھا کہ پچھلا شیر جو باقی رہ گیا تھا وہ بھی گرا اور ساتھ ہی پُل دھم دھماکے نیچے جا رہا۔ اب ہوراطیوس کے سامنے دشمن تھے اور پیچھے دریا تھا۔ یہ حالت دیکھ کے دشمن ایک لمحہ کے لیے لڑائی سے رُک گئے اور ہوراطیوس کو موقع مل گیا۔ جب جان بچانے کی اور کوئی تدبیر نہ بنی تو اُس نے دریا سے طہیر کی طرف مخاطب ہو کے یہ الفاظ زبان سے نکالے ”باوا طہیر مجھے لے! تیرا سپاہی تیرے رحم دل دھارے میں اتارے گا۔“ اور بلاتال دریا میں پھانڈ پڑا۔ دونوں طرف کے سپاہی اُس کے ہاتھ پاؤں مارنے کو مختلف نکالہوں سے دیکھ رہے تھے لیکن وہ ایسا ہمت والا تھا کہ گومر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا تھا مگر دو تباہ اور ابھرتا ہوا صحیح و سالم اُس پار نکل ہی آیا۔ جس کے پو پچھتے ہی اُن تمام ہم وطنوں نے خجین اُس نے کیا تھا جو شورش و خروش سے نعرہ مسرت بلند کیا۔ اور سب لوگ بڑی

دیر تک خوشی کے نعرے مارتے رہے۔

اب پورسانے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اور فریوس میوٹیوس نام ایک نو عمر دی نے ارادہ کیا کہ اپنا شہر کو مصیبت سے نجات دلائے کسی نہ کسی تدبیر سے وہ پورسانا کے خیمہ کے اندر پہنچ گیا۔ لیکن چونکہ اُسے پہچانتا نہ تھا اس لیے دھوکے میں وہاں اُس کے ایک نوکر کے دل میں چھری بھونک دی۔ لوگوں نے گھر کے اُسے پکڑ لیا۔ اور ہتھیار چھین لیے۔ مگر اُس نے بھی آزادی سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں تو یہ ارادہ کر کے آیا تھا کہ پورسانا کو مار ڈالوں مگر اُس کی زندگی بچ گئی۔ پورسانا کو خیال گذر کہ اس شخص سے دشمنوں کی اور بہت سی تجویزین معلوم ہو جائیں گی اس لیے حکم دیا کہ اُسے طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں دی جائیں۔ تاکہ اُسے رومیوں کے جو کچھ حالات اور منصوبے معلوم نہ بنیں۔ یہ دیکھ کے میوٹیوس نے اپنا دانا ہاتھ آگ میں ڈال دیا جو سامنے قربانگاہ میں جل رہی تھی اور بغیر اس کے کہ چہرے سے کسی قسم کی تکلیف کے آثار نہ رہا بھی ظاہر ہوں دیر تک ہاتھ کو تھلون کے اندر ڈالے رہا اور اسی حالت میں اُس نے پورسانا کی طرف دیکھ کے کہا ”خوب جان لو کہ جو لوگ سچی عظمت کے خواستگار ہیں وہ اپنے جسم کی ذرا بھی پروا نہیں کرتے“ اُس کا یہ ضبط و تحمل دیکھ کے پورسانا کے حواس جاتے رہے اور اُسے بلاتال چھوڑ دیا۔ آزادی ملنے کے بعد میوٹیوس بولا ”اب تم نے یہ فیاضی کی ہے تو تمہیں میں بھی وہ بات بتائے دیتا ہوں جو میرے اذیت دینے سے ہرگز نہ معلوم ہوتی۔ سنو ہم تین سو جوان ہیں۔ اور سب نے تسمین کھائی ہیں کہ جس طرح جو گا پورسانا کو مار ڈالیں گے۔ چونکہ قرعہ پہلے میرے ہی نام پڑا اس لیے پہلے میں آیا۔ یہ خبر سننے ہی اطرس کا کے اس حملہ آور بادشاہ نے فوراً دل میں فیصلہ کر لیا کہ اب رومیوں سے صلح ہی کر لینی چاہیے اور جس قدر جلد ممکن ہو مجھے اپنی فوج لے کے گھر واپس جانا چاہیے میوٹیوس کے اس ضبط کی رومیوں میں بڑی تعریف ہوئی اور چونکہ آگ میں جل جانے سے اُس کا دانا ہاتھ بیکار ہو گیا تھا اس وجہ سے اُس کا لقب اس کے دولا (بائیں ہاتھ والا) پڑ گیا جو کہ اُس کے واسطے ایک نہایت ہی معزز و متمنا خطاب تھا۔

سنہ قبل مجین ملہ کو مین نے پھر حکومت حاصل کرنے کی کوشش کی جو کہ آخری کوشش تھی۔ اس موقع پر اُسے گو نہ قوت حاصل ہو گئی۔ کیونکہ اٹھنی لوگوں کی ایک جماعت اُس سے آملی تھی

اور رے پہل لوس نام جھیل کے کنارے ایک بڑی بھاری لڑائی ہوئی جس میں تارکومین کی ساری امیدیں خاک میں مل گئیں۔ اب اُس نے سلطنت حاصل کرنے کا خیال ہی بالکل چھوڑ دیا۔ اور اپنی بڑھاپے کی زندگی شہر کیو یا مین پیٹھ کے صرف کر دی۔

فصل چہارم

جمہوریت

اب اس کے بعد روم میں جو نیا طرز حکمرانی جاری ہوا وہ اگر حقیقت میں نہیں تو براے نام ہی چار سو برس تک جاری رہا۔ اس حکومت میں سارے اقتدارات رومی مجلس حکام اور لوگوں کے ہاتھ میں تھے۔ یہ نظام حکومت چار حرفوں کے اشاروں سے ظاہر کیا جاتا تھا۔ وہ حرف اس۔ پی۔ کیو۔ آر تھے۔ یہ حرف مار کے کے طور پر اُن کی تمام چیزوں اور کل پبلک عمارتوں پر بنے رہا کرتے تھے۔ رومی لوگوں کے دو طبقہ تھے ایک پاتری قی (بطارقہ) یعنی شرفاء اور صرف ہی لوگ سلطنت کے اعلیٰ عہدوں پر مقرر ہونے کے مستحق تھے۔ دوسرے پلے بی۔ یعنی وہ لوگ جو اگرچہ آزاد و خود مختار تھے اور مجسٹریٹوں کے انتخاب میں ایک ووٹ دینے کا حق بھی رکھتے تھے مگر اُس قدیم عہد میں وہ کسی اعلیٰ عہدے پر مقرر نہ ہو سکتے تھے۔ ان دو لون گروہوں کا امتیاز بہ لحاظ نسل و خاندان کے تھا۔ نہ اعتباراً رودولت قابلیت کے۔ ایک بطریق چاہے کیسا ہی مفلس ہو اُس کا رتبہ وہی قائم رہتا تھا۔ اور اُس کے مقابل پلے بی چاہے کیسا ہی دولت مند ہو بطریق کا مرتبہ ہرگز نہ حاصل کر سکتا تھا۔

مگر باوجود اس تفریق کے پلے بی لوگوں میں ایک خاص گروہ تھا جو لوگ میدان جنگ میں گھوڑوں پر سوار ہو کے نبرد آزمائی کرتے اور اسی وجہ سے اسے کوٹ یعنی سوار کہلاتے۔ اور اسی لفظ کا ترجمہ انگریزی میں بعض اوقات "نارٹ" کے لفظ سے کیا جاتا ہے۔ ان کو بعض حقوق اسی قسم کے حاصل تھے جیسے کہ بطارقہ کے لیے مخصوص تھے۔ روم میں لوگوں کا ایک اور طبقہ بھی تھا جو اگرچہ بالذات آزاد تھے مگر اُن کو نہ ووٹ دینے کا حق تھا اور نہ کوئی پولیٹیکل قوت رکھتے تھے۔ یہ لوگ بطریقوں کے ماتحت تھے اور اس بات پر مجبور تھے

کہ جس بطریق کی خدمت میں ہون اُس کی مدد اور امانت کریں۔ اس کے مقابل بطریقوں کا بھی فرض تھا کہ اُن کی کفالت کریں اور انہیں دوسروں کے جو رشتہ و یاد دست پر دسے بچائیں۔ ان سب طبقوں کے علاوہ وہاں غلام تھے جن کے کوئی حقوق نہ تھے۔ اور جن کی زندگی اُن کے مالکوں کی مرضی سے وابستہ تھی۔ کبھی وہ آزاد بھی کر دیے جاتے تھے۔ آزاد ہونے کے بعد یہ لوگ فریڈمین (آزاد شدہ) کہلاتے اور بطریقوں کی اطاعت کرنے والوں کی طرح یہ بھی اپنے مالکوں کی خدمت کیا کرتے۔

رومیوں کی سینیٹ (مجلس حکام) ایک کونسل تھی جس کے لیے ارکان پہلے تو صرف بطریقوں اور اسے کوٹ لوگوں میں سے منتخب کیے جاتے تھے لیکن زمانہء مابعد میں دیگر طبقات کے لوگ بھی اُس کے رکن منتخب ہونے لگے۔ اس مجلس کی منظوری کے بغیر کوئی کام نہیں کیا جاتا۔ اور نہ سلطنت میں اور کسی کو اُس سے زیادہ وقعت حاصل تھی۔

اعلیٰ حکام فوجداری دو کونسل ہو کرتے تھے جو ہر سال ہارون میں سے منتخب کر لیے جاتے اور پہلی جنوری کو اُن کے اجلاس کا پہلا دن ہوتا۔ ان کا لباس وہی ہوتا جو بادشاہ کا ہوتا۔ بجز اس کے کہ ان کے سروں پر تاج نہ ہوتا تھا۔ یہ ایک نشست پر بیٹھ کے اجلاس کرتے۔ جو اُن کی زبان میں کیوریول پیر کہلاتا۔ اس اجلاس کے وقت اُن کے ہاتھوں میں ہاتھی آنت کے عصے ہو کرتے۔ جن کے اوپر کے سرے پر سنہرے عقاب بنے ہوتے تھے۔ لک تو ریخی آباد ہمیشہ اُن کے ساتھ رہا کرتے جو قتل کرنے کے آلات ایسی ایک لکھا۔ جسی اور لکڑیوں کا ایک مٹھا ہر وقت اپنے پاس رکھتے۔

سب سے پہلے کونسل (حاکم فوجداری) ٹوفیس جونیوس بروٹوس اور بوتوس کار کوئی نیوس کولائی نوس تھے۔ اور اس کے بعد سے معمول ہو گیا تھا کہ رومی ہر برس کو اُن دونوں کونسلوں کے نام سے یاد کیا کرتے جو اُس سال مقرر رہے تھے۔ روم کے قاضی پر سے طور کہلاتے تھے۔ اور انہیں بھی کیوریول چیر بریٹھ کے لباس پہنے جاتے تھے۔ ان کے علاوہ قن سار (سنٹر) لوگ تھے جن کا یہ کام تھا کہ محاصل مالکداروں کو بخش کریں اور ہر باشندہ شہر کے مرتبہ دار اُس کے پائلٹل حقوق کو عین کریں۔ ایک عام دیکس سرکار ہونا جو کونسلوں کے نام

ان تمام ہمدون پرصرت بطریق لوگ مامور کیے جاتے۔ سخت جھگڑوں اور نزاعوں کے بعد پہلے بی لوگوں کو مشکل انتخاب کا سامنا حاصل ہوئی کہ اپنے گروہ میں سے دس حاکم فوجداری اپنے انتخاب سے مقرر کرائے۔ یہ لوگ ٹریبون کہلاتے تھے۔ اور ان کو اقتدار حاصل تھا، مجلس حکام کی جس کا ردائی کو جاہلین مخالفت کر کے روک دین۔

جس زمانے میں جمہوریت کے لیے کوئی بڑا خطرہ نظر آتا اور بہادری اور جوش و خروش کی ضرورت پیش آجاتی تو فوراً ایک ڈک ٹے ٹر منتخب کر لیا جاتا جسے شہر میں بھی اور لشکر گاہ میں بھی کس حکام اور ہمدون سے زیادہ اختیارات حاصل ہوتے۔ لیکن خطرے کے دور ہوتے ہی وہ مغرور کر دیا جاتا۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ انگریزی زبان میں لفظ سٹی زن کے معنی باشندہ شہر کے ہیں لیکن رومیوں میں ان دونوں یہ لفظ ان معنی میں نہیں استعمال کیا جاتا تھا۔ بلکہ وہ ان سٹی زن سے ایک۔ ایسا آزاد شخص مراد لیا جاتا جو مہملی طور پر خوش حال ہوتا۔ یہ اگلے زمانہ کے رومی سٹی زن اُس علاقہ میں آباد تھے جو فی الحال ’کامیادی روما‘ (حوالی روم) کہلاتا ہے جب جنگ و پیکار کے ملکی خدمات بجالانے کی ضرورت نہ ہوتی اُس وقت یہ لوگ اپنی زندگی اپنے چھوٹے چھوٹے ملکیتوں میں کاشت کرنے میں بسر کرتے۔

رومی لی جین (پلٹن) کا لفظ ’لے گو‘ سے ماخوذ ہے جس کے معنی انتخاب کے ہیں۔ اور اس کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ ان پلٹنوں کے لیے سپاہیوں کو کونسل اور دیگر عہدہ داران سلطنت منتخب کیا کرتے تھے۔ اس پلٹن میں پچھتر ہزار جوان ہوتے اور سب کے سب پہلے بی ہوتے ان کے قبضہ میں کوئی خاص قطعہ زمین ہوتا جو ان کا ذریعہ معیشت تھا۔ یہ سب باپا پادہ لڑتے اور بطریق اور اسے کوٹ لوگ میدان میں گھوڑوں کی پیٹھ پر آتے۔ ساری لی جین کا جھنڈا مشہور رومی عتاب ہوتا جو یا تو چاندی کا ہوتا یا پتیل کا اور ایک نیزے کے اوپر نصب ہوتا۔ ان کے اندرونی ذہن اپنی جد اجداد اعلیٰ مرتبہ رکھتے۔ اور ہر سیکڑے یعنی سو آدمیوں کی کپنی پر جو افسر حکومت کرتا وہ سن طورین (یکصدی) کہلاتا۔ اُس کا خود ماتحتوں کے خودوں سے زیادہ ادب تھا۔ اور اُس کے افسری کے امتیاز کے لیے اُس کے لباس میں چند بڑے بڑے ہتھیاروں کو دیکھ کے ہر شخص پہچان جاتا کہ فوج

مین اُس کا کیا مرتبہ ہے۔ رومیون کا فوجی انتظام نہایت عمدہ تھا۔ اور رومی سپاہی اپنے شہر کے اندر چاہے کیسے ہی سرکش ہوں مگر میدان جنگ میں اپنے افسروں کی پوری اطاعت کرتے۔ جو سردار فتح و نصرت کے پھریرے اڑا کے واپس آتا اُس سے ام پر طور کا خطاب ملتا جس کے معنی حکمران فوج کے ہیں۔ اور جب وہ غانم و سالم واپس آتا تو ایک رتھر میں بیٹھ کے شہر میں داخل ہوتا۔ چلوں کا تاج اُس کے سر پر ہوتا۔ اور اُس کی فوج جلوس کے طریقہ سے ہمراہ کاب ہوتی۔ مال غنیمت بھی نمایاں طور پر جلوس کے ساتھ نکالا جاتا۔ اور قیدی اور مفتوح ملکوں کے اسیر طوق و سلاسل میں جکڑے ہوئے اُس کے ہمراہ نکالے جاتے۔ جس وقت یہ جلوس شہر میں داخل ہوتا متدرون کے دروازے کھول دیے جاتے۔ سڑکوں پر برابر سلسلہ دار ہار اور بندھنوں سے لٹکتے ہوتے۔ عام لوگ عید مناتے۔ اور ارکان مجلس حکام و نقیاب افسر کو جو پٹر کے مندر میں لے جاتے جہاں جاتے ہی ایک سفید بل بھینٹ چڑھایا جاتا تھا جس قسم کا باشان و شکوہ داخلہ رومیون میں سڑاٹھ کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا۔ اور انسان کے لیے سب سے بڑی عزت تصور کیا جاتا۔ لیکن اکثر اوقات اس کا خاتمہ اس پر ہوتا کہ جو ناشاد و نصیب قیدی لائے جاتے دار السلطنت روم تکبر ملی میں آپ اپنی بد نصیبی کا تماشا بننے کے بعد قتل کر ڈالے جاتے۔ اور ایک ایسی توہین تھی کہ اکثر شاہی خاندان کے اسیروں نے بعض اس کے کہ اس جلوس میں نکلیں اور رومی ترائف کی اس ذات کو برداشت کریں جان دے دینا گوارا کر لیا اور خود کشی کر لی۔

رومیون کا وہ خاص لباس جسے سوا شرفاے شہر کے اور کوئی نہیں سکتا یہ تھا کہ ایک لمبی ڈھیلی ڈھالی اور حینٹ دار گون جو طوغہ کھلاتی۔ یہ عموماً سفید رنگ کی ہوتی۔ مگر اس پر ارغوانی رنگ کی گوٹ لگی رہتی تھی۔ نو عمر لڑکے ایک لمبا ڈھیل کوٹ پہنتے اور ایک شہر لڑکے جو بل لا کھلاتا اُن کی گردن میں لٹکتا ہوتا۔ جب وہ اپنی عمر کے سترھویں برس کو پہنچتے تو ایک خاص تقریب کی جاتی جس میں اُن کی گردن سے وہ بل لا دور کیا جاتا اور انھیں بڑوں کا لباس یعنی طوغہ پہنایا جاتا۔ اس تقریب میں بڑی دھوم دھام کی جاتی تھی جن لوگوں کو خواہش ہوتی کہ کسی عہدے کے لیے منتخب ہوں اپنے طوغہ پر کھریا بل لیتے اور اس وضع سے عام لوگوں کے مجموعہ میں جا کے اُن سے دوٹ طلب کرتے۔ اور اسی طرح پالنے کی وجہ سے وہ لوگ کان

ڈاٹس (کنیڈی ڈیٹ) کہلاتے جو لفظ کان ڈی ڈوس سے نکلا ہے جس کے معنی سفید کے ہیں مجلس حکام کے ممبروں کے طوغہ میں ایک ارغوانی رنگ کی چوڑی دھاری ہوتی۔ اور وہ طوغہ جسے کانسل لوگ بڑے متمم با نشان موقعوں پر پہنتے وہ بالکل ارغوانی رنگ کا ہوتا اور اُس پر پزیرتین کارچو بی کام بنا ہوتا۔

ہر رومی شخص کے دو نام ہوا کرتے۔ پہلا اُس کا ذاتی و شخصی نام اور دوسرا سرنیم یعنی وہ نام جس سے اُس کا خاندان اور گھرانہ مراد ہوتا۔ اور اس نام سے خاندان کے تمام زن و مرد و بچیان بیٹے یا دیکے جاتے۔ لیکن عورتوں کے لیے اُس نام میں علامت تانیث لگا دی جاتی۔ جیسے کارنی لیوُس مردانہ نام ہے اور کارنے لیا تانہ نام۔ بعض خاندانوں میں اسی قسم کا ایک تیسرا نام بھی ہوتا جو کسی ایک مورث کے نام سے ماخوذ ہوتا۔

فصل پنجم

روم کی اگلی لڑائی (مشرق قبل محمد سے سلسلہ قبل محرم)

بطریقوں اور پلے بی لوگوں میں جو جو جھگڑے پیش آئے اور روم اور ایطالیہ کی دوسری باتوں کے فی مابین جو لڑائیاں ہوئیں اُن کا تفصیلی بیان دشوار ہے۔ لہذا اس موقع پر صرف اُن چند کامیون کا بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جو رومیوں میں نہایت مشہور تھیں۔ اور اسی کے ساتھ اُن چند ناموں کو بھی ہم بتائے دیتے ہیں جو شرفاے روم میں پرڈل یا شعار کا کام دیتے تھے۔ رومیوں کی سب سے بڑی دشمنی اُن کی پڑوس کی دو قومیں تھیں۔ ایک دولس تی اور دوسری وے یٹین۔ ہر سال گرمیوں کے موسم میں یا تو وہی قومیں رومیوں کی قلمرو چڑھائی کر دیتیں۔ اور یا رومی لشکر اُن کے علاقہ پر چڑھ جاتا۔ اور جس زمانہ میں یہ لڑائی چھڑی ہوتی کسان لوگ جان بچانے کے لیے اپنے مویشیوں کو بہاڑن پر ہٹکاے جاتے۔ دونوں کے لشکر مرتب ہوتے۔ اور لڑائی چھڑ جاتی جملہ کرنے والوں کو اگر شکست ہو جاتی تو ٹھنڈے ٹھنڈے اپنے گھر کا راستہ لیتی اور اگر فتیاب ہوتے تو حرین کے دار السلطنت کا محاصرہ کر لیتے اور چونکہ قلعہ شکنی کے آلات و اسلحہ کسی کے پاس نہ تھے۔ اس لیے موسم سرما شروع ہوتے ہی محاصرہ اُٹھا لیا جاتا۔ اور لوگ اپنے

شہر میں داخلہ پلے آئے۔

اب اس وقت کی مہم جوہ ولس قی لوگوں سے ہوئی تھی رومیوں نے ان کے شہر کو ریویلی پر قبضہ کر لیا اور یہاں کی ایک بہادر فوج بطریق کی شجاعت کا نتیجہ تھی جس کا نام قایوس ماریوس تھا۔ اس بہادر فوج کے صلہ میں اسے کوریولاوس یعنی "بہادر کوریولی" کا خطاب دیا گیا۔ یہ افتخار حاصل ہونے ہی مار سے غور کا اس کا دماغ ایسا الٹ گیا کہ چند ہی روز بعد اس سے اور مجسمہ ٹیون سے جھکوا ہوا جنھوں نے اپنے اقتدار سے کام لے کے اسے جلا وطن کر دیا۔ اس کے حق میں رومی والوں نے نا انصافی کی تو اسے ایسا طیش آیا کہ وطن و قوم کو خیر باد کہہ کے ولس قی لوگوں سے مل گیا۔ اور ان کا سپہ سالار بن کے رومیوں پر چڑھ آیا۔ رومہ الکبریٰ میں اس کی اس قدر سبقت چھا گئی کہ رومیوں کو جب سب طرف سے مایوسی ہوئی تو قایوس کی مان اور جوڑ کے سامنے جا کے التجا کی چھین قایوس فلاکت و کلبت اور نہایت کس پرسی کی حالت میں چھوڑ گیا تھا۔ وہ دونوں عربین رومیوں کی التجا سے متاثر ہو کر شہر گاہ میں آئیں اور مانو اسے جس کا نام وٹوریہ تھا بیٹے کے سامنے ایسے پرجوش و پُر زور الفاظ میں گفتگو کی کہ بیٹے نے مان کا کہنا مان لیا۔ ایسا انتقام لینے کے ارادے سے باز آ گیا۔ اور ولس قی لوگوں کو پھوڑ کے چلا گیا۔ پھر اس کے بعد اس کی نسبت نہیں معلوم کہ کیا ہوا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ولس قی لوگوں ہی نے اسے مار ڈالا کیونکہ انھیں بچ اور مڑین چھوڑ کے چلا گیا تھا اور اس کا خیال ہے کہ اس نے باقی ماندہ زندگی جلا وطنی اور خوشی میں بسر کی۔ دو سو سی دشمن قوم دے میں ولس لوگوں کی دست برد سے بچنے کے لیے رومیوں نے اپنی سرحد پر کرے سے راتلہ تعمیر کیا تھا۔ اور تے سونا بیوس جو ایک خاندان بطارتہ کا سرعہ تھا اپنے کونسل ہونے کا زمانہ پورا کر کے وہاں کا قلعہ دار مقرر ہوا۔ اور پور کونسل کا اسے خطاب دیا گیا۔ اس کے سارے جتنے والوں نے اس کی پوری مدد کی۔ اور اپنی خدمت کو وہ بڑی بہادری و ناموری سے بجالایا۔ لیکن سستہ قبل محمد بن دشمنوں نے اس طرح اچانک اس پریش کی کہ اس کا کچھ زور نہ چل سکا۔ اور تمام فائبی خاندان والوں کے ساتھ جن کی تعداد ۶۰۰۰ رومیوں کی تھی قتل کر ڈالا گیا۔ اس ہنگامہ میں فائبی نسل کا بالکل خاتمہ ہو گیا تھا صرف ایک ننھا بچہ اتفاقاً

سچ گیا اس لیے کہ وہ اُن دنوں روم میں تھا۔ اور اکیلا وہی تھا جو ناپولیس نام کا ایک شہر ہو۔
 پہلے بی لوگ پولیس کو تھام لیا کرتے تھے اور بطریق
 ہمیشہ اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ اُنھیں دباؤ میں اور ابھرنے نہ دیں۔ اتفاقاً ایک معمر و
 سن رسیدہ بطریق لوقیوس کے بڑے بیٹے نے کسی سپاہی کے کو مار ڈالا اور ناپولیس میں
 لے کے ملک سے بھاگ گیا۔ اس جرم کی پاداش میں اُس کے خاندان پر جرمانہ کیا گیا جس کی
 مقدار اس قدر زیادہ تھی کہ اُس کے ادا کرنے کے بعد اُس معمر بطریق کے پاس سوا چار ایکڑ
 زمین کے ایک کھیت کے کچھ باقی نہ رہا۔ اُنھیں دنوں اُنھیں کا دانوں سے روہوئی پر تسلیم
 کر کے اُن کی حالت ایسی نازک کر دی تھی کہ اُنھیں مجبوراً ایک ڈک لے کر سفر کرنا پڑا
 اور اس خدمت پر وہی بوڑھا بطریق مامور ہوا۔ اس لیے کہ اس سے پہلے بھی وہ ایک
 بار اس خدمت کو بڑی قابلیت کے ساتھ انجام دے چکا تھا۔ سرکاری لوگ جو اسے اس
 تقرر کی خبر دینے کے لیے بھیجے گئے تھے جب اُس کے سامنے پہنچے تو اسے اس حال میں
 پایا کہ اپنے کھیت میں ہل چلا رہا تھا۔ اپنے تقرر کی خبر سننے ہی جی بی سے چلا کے کہا ”میرا
 طوغہ تولانا“ پھر ہاتھوں سے مٹی دھوئی۔ اور طوغہ پس کے سرکاری آدمیوں کے ہمراہ شہر
 رومہ الکھرمی کی راہ لی جہاں مجلس حکام سرکاری طور پر اُس کا استقبال کرنے کے لیے تیار تھی۔
 اور ۲۴ لک ٹور (منہ اپنے دالے) اُس کی فرمان برداری کے لیے ادب سے ٹکڑے ہوئے
 تھے لوقیوس یہاں پہنچتے ہی فوج کا سردار بن گیا۔ اور آل غی داس کی پہاڑی پر شہر
 سے مقابلہ کر کے اُنھیں پوری شکست دے دی۔ ۱۶ دن تک ڈک لے ٹرکی خدمت بجا
 لانے کے بعد اُس نے اس معزز عہدے سے استعفا دے دیا۔ اور اپنے عزیز بھائی کو جھوپڑ
 میں واپس جا کے پھر اُسی طرح ہل چوتے لگا۔

اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد اُس کے بیٹے نے چند سرکش نو جوانوں کو ملا کے روم پر
 حملہ کیا۔ لیکن گرفتار ہو گیا۔ اور بغاوت کے جرم میں اس قدر پٹیا گیا کہ بے ہوش ہو گیا۔ مگر لوقیوس
 نے پہلے بی لوگوں کی زیادتی ہرگز نہ معاف کی کیونکہ اُس کا بیٹا اُنھیں لوگوں کی وجہ سے ملامتوں کا
 تھا۔ اور اس کے بعد جب تیسری بار ڈک لے ٹر مقرر ہوا، تو لوگ کہتے ہیں کہ اپنی حکومت سے

اُس نے یہ ناجائز فائدہ اٹھایا کرتے سو کرشنون کو منرا دینے کا حکم دیا۔

بطریقون اور پہلے بی لوگون کا جھگڑا بڑھتے بڑھتے یہاں تک ترقی کر گیا کہ آخر تمام لوگوں کو مجبوراً اس بات پر اتفاق کرنا پڑا کہ قانون مردہ میں کچھ رد و بدل کیا جائے۔ چنانچہ درقم ویر نام ایک نیا عہدہ قائم کیا گیا اور اس عہدہ کے دس آدمی شہر میں مامور ہوئے جن کے ہاتھوں میں سلطنت کے بہت وسیع اقتدارات دے دیے گئے۔ لیکن تھوڑے زمانہ کے بعد آپوس قلا دیوس نام ایک درقم ویر کی نمبر پر انہی اس عہدے کے توڑ دیے جانے کی باعث ہوئی۔

یہ شخص ایک دن فورم (جوک) کے اجلاس میں بیٹھا مقدمات فیصل کر رہا تھا کہ سانسے سے ایک نہایت حسین و پرہیزگار اور نازک اندام دگلبدن لڑکی گزری جس کا سن پندرہ برس کا تھا اور درجی نیا کے نام سے مشہور تھی۔ فورم کے پہلو ہی میں ایک معمولی حیثیت کا مکان تھا جو مدرسہ کا کام دیتا تھا۔ اُسی میں لکھنے پڑھنے کی تعلیم پانے کے لیے یہ لڑکی روز جاتی اور ڈھم ڈھن کے اجلاس کے سانسے سے گزرا کرتی تھی۔ آپوس اُس لڑکی کی صورت دیکھتے ہی فریفتہ ہو گیا۔ اور اُس پر قابو پانے کے لیے یہ تدبیر نکالی کہ اپنے ایک ماتحت سے دعویٰ کر دیا کہ درجی نیا میری لونڈی کی بیٹی ہے اور ہمیں میں پانے کے لیے درجی نیوس (درجی نیا کے باپ) کی بی بی کے حوالہ کر دی گئی تھی۔ اس بد معاشی کے دعوے کی بنا پر غریب درجی نیا مدرسہ کو جا رہی تھی کہ راستہ میں پکڑ لی گئی۔ بلیس لڑکی نے گرفتار ہوتے ہی رونامپٹیا شروع کیا۔ اتفاقاً اُس کی چیخوں کی آواز اُس کے ملگیر اکیلیوس اور اُس کے چچا نیومیٹریوس کے قانون تک پہنچی جو اُس کی مدد کو دوڑے آئے۔ اُسے غاصبون کے ہاتھ سے بچھین لیا اور اُس کے باپ و درجی نیوس کو خبر کی جو سنڈورین یعنی ایک سو سپاہیوں کا انصر تھا۔ اور شہر سے باہر لشکر گاہ میں رہتا تھا۔ اس مقدمہ کی پیشی کے لیے ایک دن مقرر ہوا اور اُس تاریخ اگرچہ اس بات کی بہت ہی صاف اور کافی شہادت گزری کہ درجی نیا درجی نیوس ہی کی بیٹی ہے لیکن آپوس اور اُس کے ساتھی ایک دوسرے ڈسمویر نے یہی فیصلہ کیا کہ یہ لڑکی اُس جھوٹے دعویٰ ہی کی ملکیت ہے۔ درجی نیوس جب بالکل مایوس ہوا اور اُسے یقین ہو گیا کہ اب میری پیاری بیٹی مجھ سے چھنی ہی جاتی ہے تو عدالت سے التجا کی کہ اچھا مجھے اتنی اجازت

دی جائے کہ جدا ہوتے وقت اپنی نور نظر کو ایک بار نگلے سے لگا لیں۔ یوں اجازت حاصل کر کے بیٹی کے گلے میں پیار سے باہن ڈال دیں اور گئے لگائے ہی لگائے اُسے ایک طرف بڑھائے گیا جان ایک تسائی کی دکان تھی۔ یہاں پہنچ گئے اُس نے درجی نیا کی اشکبار آنکھیں پونچھیں پھر اُس کا ایک بوسہ لیا۔ اور کہا ”میرے پیاری بچی اب تجھے کوئی تہ پر پہنعتی سے نہیں بچا سکتی۔ بس اب یہی رہ گیا ہے کہ۔۔۔“ اتنا کہتے ہی جھپٹ کے دکان سے چھری اٹھائی۔ اور ایک چشم زن میں اُس کے نازک سینہ میں، تک دی۔ درجی نیم تو یہ کاری زخم کھائے اُسی جاگہ دبیر ہو گئی۔ مگر اُس کے دم توڑتے ہی ہنگامہ اور بلوہ ہو گیا۔ اور عوام کی بڑبڑی ورافو خلی یہاں تک بڑھی کہ آپوس نے بڑی شکل سے بھاگ کے اپنی جان بچائی اور سنیٹ یعنی مجلس حکومت نے مجبور ہو کے ڈسمیرون کے تقرر کا سلسلہ ہی موقوف کر دیا۔ پُرانا نظام سلطنت پھر جاری ہوا جس میں پہلے بی لوگوں کو زیادہ حقوق دیے گئے۔ یہ واقعہ مستقبل محمد کا ہے

فصل ششم

گالیا دالے ایتالیہ میں (۱۸۲۲ء قبل محمد کے سنہ قبل مجریک)

ایتالیہ کے شمال جانب سلسلہ کوہ الپائن کے حوالی میں جو سرزمین واقع ہے اُس میں قدیم الایام میں کل ایک قوم آباد تھی۔ گریٹوئن قوم اُس سے بھی زیادہ زبردست ثابت ہوئی۔ کیونکہ گریٹوئن لوگوں کے دبانے سے کلٹ لوگ رفتہ رفتہ پیچھے ہٹتے اور بحر خزر کے اطراف کو چھوڑ چھوڑ کے مغربی یورپ کی جانب کھسکتے جاتے تھے۔

ان کلٹ لوگوں کے خط وخال ایک ہی طرح کے تھے سب ایک ہی زبان بولتے تھے۔ ایک ہی قسم کے اسلحہ استعمال کرتے تھے اور ایک ہی وضع کے کپڑے پہنتے تھے اور بحر اٹلانٹک کے پہاڑوں اور اُس کی دلدل میں آج بھی اُن کی نسل اپنی بہت سی پُرانی باتوں پر قائم ہے۔ گال ہون یا گال گیلے تھیں ہون بادشہ۔ بلجی ہون یا آسٹری سارین ہون یا کیرین اور نیز برش (برطانی) سب وہی کلٹ لوگ ہیں جنہوں نے مختلف مقامات میں رہ کے مختلف نام حاصل کر لیے ہیں۔ یہ سب ایک ہی جڑ کی شاخیں ہیں اور ایک ہی سرچشمہ سے نکلی ہیں۔ گالی آنکھیں۔ سیاہ

یا سرخ بال۔ بے باک اور جلد باز۔ مزاج کے خلیو۔ طبیعت پر قابو رکھنے میں بیاب و بصیر۔ اور قلع جوی کے معاملات کے لیے نامزدوں ان کے عام مضامین ہیں۔ اور یہ ایسی باتیں ہیں جن میں یہ رنگ اپنے ہی سے متاثر چلے آتے ہیں۔ ان دنوں وہ دلش یا گالی زبان میں گفتگو کرتے تھے مختلف رنگوں کی مٹی ہوئی گدڑی جو جعبہ کی وضع کی ہوتی ان کا قومی لباس تھی۔ اور شاید قطع کی دو دھاری تلوار ان کا ہتھیار تھی۔ ایک مجبول الکنہ خدا پر ان کا ایمان تھا۔ جس کی پرستش کے لیے وہ بت خانے بناتے اور ان میں بڑے بڑے پتھر دن کو عیب گیر لالہ طریقوں سے مرتب کر کے رکھتے۔ اُس کی مرضی انھیں اس طریقہ سے معلوم ہوتی کہ ان کے ہفتہ وار کو بوڑھا بٹا کھاتے تھے امام ہوا کرتا۔

یہ گال لوگ جنہیں اس لقب سے پہلے پیل رومیون نے یا کرنا شروع کیا کو ہستانک پس سے نکل کے آئے۔ سادہ اڑسکہ پر یورشیں کرنے لگے۔ اور وہ ان کی قوموں سے لڑائی ٹھان دی۔ انھیں نے کمزور کرنے سے اڑسکہ والے اس قدر کمزور ہو گئے کہ دوسری طرف سے ان پر رومیون نے یورش کی۔ اور انھیں دبا کے اتنی بڑی نمایاں فتح حاصل کر لی کہ ویسی فتح اس سے پہلے رومیون کو کبھی نہیں حاصل ہوئی تھی۔ چنانچہ ۹۶۵ء قبل مجرمین رومیون کے قابل سپہ سالار لوقیوس نیوریوس کامل لوس نے حملہ کر کے شہر وانی پر قبضہ کر لیا اُس کے بعد لوقیوس کا افسر رومین نہایت ہی شان و شوکت اور دھوم دھام سے ہوا۔ اُس کی رتھ کو آٹھ گاؤں پر پہنچ رہے تھے۔ اور سرخوئی کے اظہار کے لیے اس کے منہ پر ارغوانی رنگ چھوڑا گیا تھا۔ کیونکہ وہ ویتاؤن کا جلوس نکالتے وقت دیوتاؤن کے چہرے بھی ارغوانی ہو کر تے تھے۔ اُس کے اس ٹرائفٹ (دافلہ روم) کے وقت تو سب لوگوں نے خوشیاں منائیں کہ وہ بات خیر نہایت ہی اشفہ مزاج افسر تھا۔ چنانچہ چند ہی روز میں اُس نے پہلے ہی لوگوں کو ستانا شروع کر دیا۔ عوام روم نے ہرچم بھوکے اُس سے دای کی مہم اور فتح کا حساب طلب کیا۔ ہر ملزم ٹھہر کے اُسے جلا وطنی کی سزا دلا دی۔ وطن چھوڑتے وقت اُس نے رتھ قلب سے دعا کی کہ ”خدا یا ا میرے اشکر گزار ہم وطنوں کو میری قدر بہت جلد معلوم ہو جائے“ اور واقعی اُس کی یہ آرزو بہت جلد پوری ہوئی۔

۹۶۳ قبل محمد بن گال لوگون نے اپنے سردار برن نوس کے زیر علم مملکت ایتالیہ پر چڑھائی کر دی برن نوس نام رومیوں کا رکھا ہوا ہے۔ کلٹک زبان میں "بران" بادشاہ کو کہتے تھے اور چونکہ یہ سردار رومیوں کے نزدیک اُن کا بادشاہ تھا اس لیے اُنھیں کی زبان کے لفظ بران میں تصرف کر کے اُسے برن نوس کہنے لگے۔ ایتالیہ پر چڑھائی کرتے ہی گال لوگ سارے علاقہ اتر دیریہ میں پھیل گئے رومی اپنا لشکر مرتب کر کے اُن کے مقابلہ کو روانہ ہوئے۔ مگر دریائے آلیہ کے کنارے ایسی سخت شکست کھائی کہ فقط چند گنتی کے رومی زندہ بچ کے گھراٹے اور شکست کی خبر ہم وطنوں کو پہنچائی۔ لیکن دشمن بھی بڑی تیزی سے اُن کا تعاقب کرتے چلتے آتے تھے اپنے شہر کی پوری شہر بپاہ کی حفاظت کرنا رومیوں کو غیر ممکن نظر آیا اور سو اس کے کچھ نہ ہو۔ کاکہ جو لوگ تو اناوندہ دست تھے اور دل کے مضبوط تھے وہ کٹیل یعنی روم کے قلعہ میں بھاگ بند کر کے بیٹھ رہے اور جلد ہی میں جو کچھ رسد فراہم ہو سکی جمع کر لی۔ ان لوگوں کے سوا جتنے رومی شہر میں رہ گئے تھے وہ یا تو جان بچانے کے لیے بھاگ کھڑے ہوئے یا زندگی سے ہاتھ دھو کے گھرون میں بیٹھ رہے اور موت کا انتظار کرنے لگے۔

ان انتظامات کے لیے اُنھیں تھوڑا ہی موقع ملنے پایا تھا کہ دوسرے دن دشمن آ پہنچے۔ سب روک شہر میں گئے۔ گلی کوچوں میں پھیل گئے۔ اور ہر طرف لوٹ مار شروع کر دی۔ نوشتے مارتے ہوئے جب وہ فورم میں پہنچے جہاں رومیوں کے سنیٹ کا اجلاس ہوا کرتا تھا اور جہاں حکام مقدمات فیصلہ کیا کرتے تھے تو اُنھیں عدالت کے مکان میں یہ تماشا نظر آیا کہ اُسی بڑے (ارکان سنیٹ) اپنی حکمرانی کی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ سفید اور ارغوانی کپڑے اُن کے بدن میں ہیں۔ لمبی سفید ڈاڑھیاں ناف تک لٹک رہی ہیں۔ اور ہاتھی دانت کے عصاے حکمرانی سب کے ہاتھوں میں ہیں۔ وحشی گال اُنھیں دیکھ کے سکتے میں آگئے ایک لڑتک خاموش کھڑے ہوئے حیرت کے ساتھ اُن کا تماشا دیکھتے رہے۔ ان بوڑھے لوگوں کا وقار و رعب اور اُن کی وضع و قطع دیکھ کے دم بخورہ گئے۔ اور آخر اُن میں سے ایک نے قدم بڑھا کے اپنے قریب والے بڑے (رکن سنیٹ) کی ڈاڑھی کو ہاتھ لگایا۔

گو یا اس امر کو معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ زندہ آدمی ہے یا بیجان مورت۔ اس وحشی گال کی پرستش دیکھتے ہی اُس نے اپنے ہوصائے سلطنت سے اُسے مارا جس کے حرکت کرتے ہی گویا ایک طلسم ٹوٹ گیا۔ اور گال نے جیشیوں نے چاروں طرف سے رخ کر کے قتل کرنا شروع کر دیا۔ اور تھوڑی دیر میں یہ سب بڑھے مار ڈالے گئے۔

ب روم بالکل لوٹ لیا گیا۔ مکانات اور شوالوں میں آگ لگا دی گئی وہی کھنڈ جن دُشواران اٹھ رہا تھا اُن کے درمیان میں گال لوگوں نے اپنا کیمپ قائم کیا۔ وہ انہیں کھنڈوں کے دھومین سے وہ راستہ پہنچانے کا کام لیتے تھے۔ لیکن ابھی تک وہ چھوٹا رومی لشکر جو تلو بند ہو کے بیٹھ رہا تھا اپنی جگہ پر استقلال سے قائم تھا۔ مگر مقابلہ کرنے یا باہر نکلنے کی اُن کو بھی جرأت نہ ہو سکتی تھی۔ اب فحظہ وفاقہ زدگی نے اُن کے حوصلہ سپت کر دیے تھے۔ اور کوئی صورت فلاح نہ نظر آتی تھی کہ کفایت نامید ہو جانے کے بعد انہیں ایک صورت امید نظر آئی۔

ایک رات کو یکایک اُن کے پاس ایک نو عمر رومی آیا جس کا نام پان طیوس کو می نوس تھا۔ یہ دریا سے طبر کو پیر کے - کالیا والون کے لشکر گاہ میں سے گذر کے - اور تار پیہ کی پہاڑ پر چڑھ کے (جو امر کہ اس وقت تک غیر ممکن تصور کیا جاتا تھا) قلعہ والون کے پاس پہنچا تھا۔ اور یہ خبر لایا تھا کہ کامل لوس جو جلا وطن کیا گیا تھا اس بات کا منتظر ہے کہ روم کی سنیٹ اُسے فرار شدہ رومیوں کا سردار تسلیم کرے۔ اگر اُس کے ساتھ اتنی رعایت کی گئی تو وہ اُن سب لوگوں کو ساتھ لے کے آپ کے بچانے کی تدبیر کرے گا۔ یہ مژدہ سنتے ہی بقیۃ السیف ارکان سنیٹ نے جھٹ پٹ جمع ہو کے کامل لوس کو شہریت کے حقوق پھر عطا کیے یعنی اُس کی جلا وطنی کا حکم منسوخ کیا۔ اور اُسے ڈک ٹے بڑی خدمت پر مامور کر دیا۔ یہ فیصلہ کرا کے پان طیوس نے شہر وانی میں جا کے کامل لوس کو خوش خبری سنائی اور وہ حمایت وطن کی تدبیروں میں مشغول ہوا۔ اس محب وطن قاصد کے واپس جانے کے بعد گالیا والیوں نے دیکھا کہ قلعہ کوہ تار پیہ کی جھاڑیاں جابجا سے پھٹی ہوئی ہیں گھاس روندی ہوئی ہے جس سے پتہ چلتا تھا کہ ادھر سے ادر چڑھ کے کوئی گیا ہے اور انہیں خیال ہوا کہ اس طرف سے چڑھ کے قلعہ پر قبضہ کیا جاسکتا ہے۔ اور برن فوس نے کوہ آلیس کے پہاڑی لوگوں کی ایک زبردست جماعت کو اس کام پر مامور کیا کہ

رات کے اندھیرے میں اوپر چڑھ جائیں اور دم کے قلعہ پر اچانک جا پڑیں۔ یہ لوگ بڑی مشکلوں سے چڑھ کے اوپر پہنچ گئے تھے اور قلعہ کوہ کے قریب تھے کہ قازون اور نظمن سنے ہوئے دیوں کی دیوئی بونے کے مندر پر چڑھی ہوئی تھیں بھڑک کے شور کرنا شروع کیا اور اُن کے نل چانے سے مرتس میں یوس جو ایک سال پہلے کانسلی کی خدمت پر مامور تھا جاگ پڑا۔ رومی ان قازون کو کھانے کب کے فراغت کر چکے ہوتے۔ مگر ایک دیوی کی نذر بیوسنے کے باعث یہ بچ۔ یہی تھیں۔ مرتس فوراً لپک کے اُس مقام پر آیا۔ اور عین وقت پر پہنچ گیا۔ کیونکہ ایک کا لیا دلا نظر نا کہ چڑھائی ختم کر کے ابھر آ پہنچا تھا جسے اُس نے اٹھا ڈھکیس دیا۔ اب قلعہ کے اور سپاہی بھی اُس کی مدد کو آ گئے۔ اور قلعہ کا لیا دلا لوں کی دست برد سے بچ گیا۔ اب کا لیا دلا نے محاصرہ دین پڑا۔ پڑے اُٹھائے گئے تھے۔ اور آخر کار اُنھیں گوارا کرنا پڑا کہ رومی لوگ تاوان کی رقم ادا کر کے اپنے شہر پر قابض رہیں۔ مطلبہ رقم تاوان تولی جا رہی تھی کہ کسی رومی نے شکایت کی کہ گالیادالون نے ہمارا، انصافی سے یہ بوجھ ڈال دیا ہے۔ یہ سنتے ہی گال لوگوں کے سردار برن نوس نے طیش میں آ کے اپنی تلوار جو بہت ہی وزنی تھی ترازو کے پڑے میں ڈال دی۔ اور کہا ”کجنت و بد نصیب ہے وہ جو مغلوب و پامال ہو گیا ہو!“ مگر اُس کے اس غرور کا بہت جلد خاتمہ ہو گیا۔ کیونکہ اب کامل نوس اپنے لشکر کو جمع کر کے آ پہنچا تھا۔ اُس نے آتے ہی دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ اور اُنھیں ایسی پوری شکست دے دی کہ وہ رقم بھی چھین لی جو تاوان میں دی گئی تھی۔ اور برن نوس ناکام رہا اور اپنی پہاڑیوں میں واپس چلا گیا۔

اُس کے جانے کے بعد اہل شہر نے اپنی پوری لیاقت و قابلیت کا ثبوت کے شہر روم کو از سر نو تعمیر کیا۔ لیکن اُس کے گرد کی سنگی شہر نیاہ اس کے بہت رون بعد قائم کی جاسکی۔ اب اس نئی تعمیر کے وقت سرکین پہلی سڑکوں سے تنگ۔ بے قاعدہ اور تکلیف دہ ملی گئی تھیں اس کے علاوہ انھوں نے دریا کے گھاٹوں اور پانی کے فراہم کرنے کے مقاموں کا بھی لحاظ نہیں رکھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہر روم کی صحت بمقابل سابق کے گمڑ گئی۔

اب ایک بڑی بحاری رقابت و عداوت کامل نوس اور مرتس میں لی نوس کے درمیان

میں پیدا ہو گئی۔ کامل لوس کو تو یہ دعویٰ تھا کہ اسٹی گایا والون کو شکست دی تھی۔ اور مین
 لی لوس کو یہ زعم تھا کہ اس نے قلعہ روم کو بچا یا تھا اور اس بہادرانہ خدمت کے صلہ میں کیپی
 ٹولیس کے خطاب سے یاد کیا جاتا تھا۔ یہ دونوں اپنے آپ کو اعلیٰ درجہ کا معزز تصور کرتے
 تھے۔ اور دونوں مین سے ہر ایک سمجھتا تھا کہ گایا والون سے روم کو ہم ہی نے بچا یا ہے اور
 اُس کا روادار نہ تھا کہ یہ نامور ہی اُس کے حریفہ کی جانب منسوب کی جائے۔ کامل لوس ہمیشہ
 سے سارے بطارقہ میں زیادہ مغرور و تکبر سمجھا جاتا تھا۔ اور امارت کا حامی تھا۔ اُس کی
 خلاف مین لی لوس نے اپنے تعلقات پلے بی لوگون سے بڑھائے۔ اس کی ابتدا تو اُس نے
 رحم دلی و عام ہمدردی کے طریقہ سے کی۔ لیکن چند ہی روز میں جوش رقابت سے اپنے اغراض حاصل
 کرنے کے لیے وہ پھوٹ ڈالنے پر آمادہ ہو گیا۔ بلکہ اپنے مقصد سے بھی کسی قدر آگے بڑھ گیا۔
 اس کی یہ حالت دیکھ کے سارا گروہ بطارقہ اُس سے نفرت کرنے لگا۔ کیونکہ وہ سمجھے کہ مین لی لوس
 اب ہمارے گروہ سے نکل گیا ہے۔ بطارقہ کے دشمن ہو جانے کا یہ نتیجہ ہوا کہ مین لی لوس اپنی ہی
 شخص جس نے قلعہ روم کو زبردست دشمنوں سے بچا یا تھا۔ جس نے آٹھ مرتبہ اہل شہر کو موت
 کے چکل سے رہائی دلائی تھی۔ دوبار ایک محصور شہر کی یواردن پر ب۔ یہ پہلے سیڑھی لگا
 کے چڑھ گیا تھا۔ اور جس کی فیاضی کا یہ حال تھا کہ چا۔ سو قرضہ ادا۔ ان کو اپنے پاس سے روپیہ
 دے کے قرض خواہوں کی غلامی سے آ۔ اوی دلائی تھی۔ ان شخص کی نسبت یہ حکم جاری کیا
 گیا کہ کوہ تاربین کی چوٹی پر بیجا کے دہان سے نیچے پھینک دیا جائے۔ اور اسی شہر میں جہان
 کبھی اُسے سب سے زیادہ عزت و عظمت حاصل تھی اُس کا نام امارتہ تجارت کے ساتھ یاد کیا
 جانے لگا کہ حکم تھا خاندان مین لی لوس کسی لڑکے کا نام مرتس نہ رکھا جائے۔

روم میں معمول تھا کہ ایک گروہ کو جب کوئی نمایاں فتح حاصل ہوتی تو فوراً دیسی ہی ایک
 فتح دوسرے گروہ کو بھی حاصل ہو جاتی۔ ۹۳۸ قبل محمد بن قیوس لی لوس نے جو کہ برسرِ ولایت
 اہل روم میں خاص قوانین جاری کی جو کہ بعد کے سلسلہ واقعات پر بڑا اثر پڑا۔ یہ قوانین جو لی لوس نے ان قوانین کے
 تھے ان میں ایک خاص بات یہ تھی کہ ان کی روم کے دو کانسولوں میں سے ایک کے لیے جائز تھا کہ پلے بی
 لوگون بن کر منتخب کیا جائے اور دوسرا یہ قانون تھا کہ کسی رومی کے لیے چاہے کوئی ہو یہ ناجائز تھا کہ

پانچ سو ایکڑ سے زیادہ زمین اپنے قبضہ میں رکھے تاکہ کسی شخص کی قوت اعتدال سے زیادہ نہ بڑھنے پائے۔

فصل ہفتم

پرہوس کی چڑھائی (سنتھہ قبل محمد سے آئندہ قبل محمد تک)

گالیادالون کے حملوں نے اٹریس کا دالون کو اس قدر حقیر و پامال کر دیا تھا کہ رومیوں نے بڑی آسانی کے ساتھ انھیں مغلوب و مغتول کر کے اپنا مطیع فرمان بنالیا۔ لیکن ان کے جنوب کی طرف جنگجو اور بہادر قومیں آباد تھیں جن میں سامنی لوگوں کو سب پر فوقیت حاصل تھی۔ ان سے رومیوں سے مدت دراز تک لڑائیاں ہوتی رہیں۔ جن میں بڑے بڑے سخت معرکے پیش آئے۔

ایک بار ان کے ہاتھ سے رومیوں نے بڑی بھاری شکست کھائی اور وہی چڑھ کے گئے تھے مگر وہاں دشمنوں کے زرعے میں پھنس گئے۔ کوہ ایپی نائن میں ایک تنگ گھاٹی تھی جو کہ "کوڈن فورکس" کہلاتی تھی اور اس کی کچھ ایسی حالت تھی کہ وہاں سے نہ آگے بڑھنا ممکن تھا اور نہ پیچھے ہٹنا۔ اس گھاٹی کے جال میں رومی پھنس گئے اور کوئی تدبیر بنائے نہ بنی۔ آخر انھیں مجبور ہونا پڑا کہ سامنی لوگ جو شرطیں پیش کرین انھیں چاروناچار قبول کرین انھیں مجبور روئے دست و پاؤں کے سامنی لوگوں نے بوڑھے عقلمند سپہ سالار پانطیسوس برانڈیوس سے پوچھ بھیجا کہ اب کیا شرط پیش کیے جائیں؟ اس نے پہلے تو یہ صلاح دی کہ سارے رومیوں کو چھوڑ دو تاکہ آزادی سے اپنے گھر چلے جائیں۔ سامنی لوگوں نے اس شہوہ کے قبول کرنے میں عذر کیا اور پھر اس کی رائے پوچھی تو اس نے کہا "بھیا اگر میری پہلی رائے تمہیں پسند نہیں ہے تو پھر سب کو قتل کر ڈالو۔ اور خیال رکھو کہ ایک جی بج کے گھر نہ جانے پائے۔" ان دو متضاد راؤں پر سامنی لوگوں کو حیرت ہو گئی اور انھوں نے اس سے اختلاف رائے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا "میری پہلی رائے اس بنا پر تھی کہ بغیر کوئی تادیب یا نذرانہ لیے ہوئے تم ان کو چھوڑ دو گے تو ان کو اپنا احسان مند بنا لو گے۔ ایک

زبردست توہم تھا رومی دوست ہو جائے گی۔ اور ہمیشہ کے لیے تم میں اُس میں رابطہ قائم ہو جائے گا۔ لیکن جب تم نے اس راے کو نہیں قبول کیا اُن سے نفرت ہی کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ اور اپنی پر آمادہ ہو تو پھر تمہارے مقاصد کے لیے یہی مناسب ہے کہ دشمنوں کی جو بڑی اور زبردست جماعت تمہارے بس میں آگئی ہے اُس میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑو۔ کیونکہ ان میں اُن کے بڑے بڑے بہادر ہیں جو موقع پانے پر تمہاری دشمنی میں کوئی بات اٹھانہ رکھیں گے۔ یہ وقت سامنی لوگوں نے ان دونوں راؤن میں سے ایک بھی قبول نہ کی اور بہترین قرار دی وہ نہایت ہی ناعاقبت اندیشی اور لغویت کی تھی۔ انھوں نے رومیوں کو قتل تو نہیں کیا۔ لیکن انھیں اسی دولت میں مبتلا کیا جو اُن کی نظر میں موت سے بدتر تھی۔ لہٰذا بس رومی مجبور کیے گئے کہ ہاتھ ٹیک کے چپائے بنیں اس کے بعد وہ سب ایک گاڑی میں بیلوں کی طرح جوتے گئے اور یوں دیل کر لینے کے بعد انھیں اجازت دی گئی کہ اپنی پوری قوت کے ساتھ واپس چلے جائیں۔ اور جب تک زندہ رہیں اپنی اس توہین کا انتقام لینے کی فکر میں لگے رہیں۔

آخر سترہ قس محمد میں رومیوں نے سامنی لوگوں کو بالکل مغلوب کر دیا۔ جس کے بعد رومی لوگ سارے وسط ایشیاء کے مالک تسلیم کر دیے گئے۔ ان قوموں سے فراغت کرنے کے بعد رومی جنوب کی طرف اور بڑھے۔ اور جزیرہ نما سے ایشیاء کے جنوب میں یونانیوں کی جو نو آبادیاں قائم ہو گئی تھیں اُن سے آ بھڑے۔ انھیں جب رومیوں کی قوت زبردست نظر آئی تو انھوں نے روم کے جنگی لڑائیوں سے متاثرہ کرنے کے لیے اپنے آبائی ملک یعنی ریاست اے یونان سے مدد مانگی۔ رومیوں کو وہ اپنی قدیم تہذیب و تاسواری کے زعم میں جنگی ڈاکوؤں اور لوٹروں سے زیادہ وقعت نہ دیتے تھے۔ اور انھیں انھیں الفاظ میں یاد کیا کرتے تھے۔ جنوبی ایشیاء میں خلیج طارنم کا نام آج کے جزیرہ میں بھی لوگوں کو نظر آتا ہے۔ اس خلیج کے سرے پر طارنم نام ایک شہر تھا جو کہ یہاں اسپارٹا والوں کی ایک آبادی تھی۔ یہ لوگ اسپارٹا کے مذاق جفاکشی و سپہگرمی کو تو مدت ہوئی بھول چکے تھے۔ مگر اپنی قدامت پر فخر و ناز اب بھی اُن میں باقی تھا۔ جب اُن لوگوں سے رومیوں سے نزاع شروع ہوئی

تو انھوں نے ایپاٹس کے یونانی تاجدار پر ہوس سے ملک مانگی۔

سکندر اعظم کی مان اُلم پائے کے ہم نسب ہونے کے باعث یہ پر ہوس سکندر کا قریبی رشتہ دار تھا۔ اُس کا باپ مارڈا لایا تھا۔ اور آبائی تخت کے بچپن ہی میں ہاتھ سے نکل جانے کے باعث اُس کی زندگی کا ابتدائی حصہ اور اُس کی جوانی سکندر کے سپہ سالاروں کے درباروں اور یونانی لشکر کا ہون میں بسر ہوئی تھی جہاں رہتے رہتے اُس کے دل میں فقط اس بات کا شوق ہی نہیں پیدا ہوا تھا کہ اپنے عزیز سکندر کی سی شہرت و ناموری حاصل کرے بلکہ نبرد آزمائی کے قنون میں اُس نے کمال بھی پیدا کر لیا تھا۔ پھر جب بطلمیوس لاغوس کی مدد سے اپنا اپنا اُس کا آبائی تخت و تاج بھی حاصل ہو گیا تو اُس نے بحراؤد ریاکار کے ساحل پر ایک پہاڑی گنج کو آباد کر کے آدمیوں اور دولت کے حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیا۔ تاکہ اُن کے ذریعہ سے فتنیں حاصل کرے۔ مگر باوجود ایسی الواغزیوں کے وہ اتنا مستقل نہ تھا کہ اپنے کسی مقصد میں کامیاب بھی ہو سکتا۔ چنانچہ اُس کی ساری زندگی بڑی بڑی ناتمام مہموں کے ایک سلسلہ سے بھری ہوئی ہے۔

الغرض مارن ٹین لوگون کی درخواست اُس نے خوشی کے ساتھ قبول کر لی۔ اور سردار دن اور پیدلون کے ایک زبردست لشکر اور بیس ہاتھیوں کے ساتھ ششہ قبل محمد کے موسم گرما میں اِطالیہ کے جنوبی ساحل پر اُترا۔ سکندر کے بعد سے یونانی ہاتھیوں کے لڑائی میں کام لینے لگے تھے جن سے پیشتر وہ بالکل نا آشنا تھے۔ دریا سے سیس کے کنارے اُس سے اور رومیوں سے ایک بڑی بھاری لڑائی ہوئی۔ جس میں رومیوں کے گھوڑے کوہ پیکر ہاتھیوں کو دیکھ کر ایسے بھڑکے کہ میدان پر ہوس ہی کے ہاتھ پر۔ لیکن فتح کے ساتھ اُس کا نقصان بھی اس قدر ہوا تھا کہ اُس نے دل میں خیال کیا کہ اگر ایسی ہی ایک بھی اور لڑائی ہوئی تو میں بالکل تباہ و برباد ہو جاؤں گا۔ چنانچہ اُس نے اپنی ہی طرف سے صلح کی تحریک کی۔ معاہدہ صلح کی گفتگو کے لیے رومیوں کی طرف سے جو سفیر اُس کی لشکر گاہ میں آئے اُن میں سب سے زیادہ معزز و با اثر قیدس فیری قیوس تھا۔ جو ایک سیدھا سادہ شخص اور پُرانے رومیوں کی مستقل مزاجی کا ایک مکمل نمونہ تھا۔

پر ہوس جو ایک مہذب و شاہستہ یونانی تھا اور وحشی قوموں کو ذلت و حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا یہ دیکھ کے کچھ اعلیٰ روحانی کمالات اگلے زمانہ کے یونانیوں میں تھے وہی ایک غیر تعلیم یافتہ رومی سپاہی میں نظر آ رہے ہیں متحیر ہو گیا۔ اسی حیرت کے باعث کئی بار اُسے آزمایا بھی۔ ایک مرتبہ تو یہ کیا کہ سونے کا ایک بڑا بھاری خزانہ جیسا کہ کبھی رومیوں کی نظر سے نہیں گزرا تھا قیوس کے سامنے رکھ دیا اور خواہش کی کہ تم میری ملازمت اختیار کر لو۔ اس کے جواب میں قیوس نے کہا ”جس افلاس دیا تلخاری و پاکبازی کی شہرت کا لطف میں اپنی وطن میں اٹھایا کرتا ہوں اُس کی قدر قیمت میری نظر میں دنیا کی تمام دولتوں سے بڑھی ہوئی ہے۔“ ایک بار پر ہوس نے اپنے خیال کے مطابق اُس رومی سردار کے مہوت و متحیر بنا دینے کے لیے یہ کارروائی کی کہ اپنے خیمہ کا پردہ جو اُٹھایا تو کیا نظر آتا ہے کہ ایک قوی پہل باہتی اُس کے پاس کھڑا سونڈ ہلارہا ہے اور اپنی سونڈ سے بگلی بھی بجاتا ہے۔ یہ دیکھتے ہی قیوس بجا سے بھوکھا یا مرعوب ہونے کے ہنس پڑا۔ اور بولا ”جس طرح باوجود بڑے بڑے خزانوں کے میں بادشاہ کی پردانین کرتا۔ اسی طرح اس عظیم الجثہ جانور کو اُس کے پاس دیکھ کے بھی میں پردانین کرتا۔“ ان دونوں باتوں میں ہار کے اور ناام ہو سکے پر ہوس نے دل میں کہا ”اچھا دیکھو فلسفہ یونان کے مختلف مسائل سن کے بھی یہ گھبراتا اور مرعوب ہوتا ہے یا نہیں۔“ اور ایک عالم کو جو اُس کی ملازمت میں تھا اپنے دربار میں بلوائے حکم دیا کہ اپنی قوروس (اپنی کیورس) کے اصول فلسفہ کو بیان کرو۔ یعنی اس مسئلہ پر بحث کرو کہ انسان کی مہتی صرف اس مقصد کے لیے ہے کہ جس طرح ممکن ہو اپنے آپ کو خوش کرے۔ یہ مسئلہ سنتے ہی قیوس چلا اٹھا۔ اور ہر قیوس دیتا! پر ہوس کو یہی چیز عطا کر۔ اور ٹارنٹا والے جب تک ہم سے لڑتے رہیں اُس وقت تک اُنھیں بھی اسی عقیدے کا دل سے معتقد بنا دے۔“

الغرض ان باتوں کے بعد بادشاہ پر ہوس اور قیوس دونوں ایک دوسرے کی بہت تعظیم و تکریم کر کے جدا ہوئے۔ اور قیوس اُس کا اس قدر دوست بن کے اس صحبت سے گیا تھا کہ چند ہی روز بعد جب پر ہوس کے طیب نے رومی سینیٹ (مجلس حکومت) سے

اس بات کا وعدہ کیا کہ میں زبردستی کے اپنے آقا کا کام کروں گا تو قیوس نے پرہوس کو ایک پڑا ٹوٹا خط لکھ کے متنبہ کر دیا۔ اور بتا دیا کہ ”آپ اپنے دوستوں اور دشمنوں کا انتخاب نہایت بے احتیاطی سے کرتے ہیں۔“ اس کی شکر گزاری میں پرہوس نے اُن تمام رومی اسیروں کو چھوڑ دیا جو اُس کے ہاتھ میں گرفتار تھے۔ اس کے معاوضہ میں رومیوں نے بھی یہ کیا کہ پرہوس کی رعایا اور اُس کے دوستوں میں سے جتنے لوگ اُن کے پاس گرفتار تھے اُن کو آزادی دی۔ جس فلسفی کا اوپر ذکر آچکا ہے۔ اتفاقاً وہ روم کی سیر کو گیا تھا۔ جان سے اُس نے اپنے بادشاہ کو لکھ بھیجا کہ ”یہ شہر نہیں ایک مندر ہے اور یہاں کاسیت نہیں بلکہ بادشاہوں کا ایک دربار ہے۔“

اس کے بعد پرہوس نے میگنا گیشیا (جنوبی ایتالیہ کے یونانی مقبوضات) کو چھوڑ دیا اور جزیرہ صقلیہ پر چڑھائی کی۔ مگر جیسی امید تھی ویسی کامیابی نہ نصیب ہوئی۔ اور ایتالیہ میں واپس آیا۔ یہاں آتے ہی مقام بے نے فون طوم میں اُسے رومی افسر مرسس قوریوس کے مقابلہ میں سخت شکست ہوئی۔ مرسس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ جلتی ہوئی مشعلیں لے کے ہاتھیوں پر پورش کر دیں۔ ان مشعلوں کو دیکھ کے ہاتھی اس قدر سم گئے کہ اعتبار سے باہر ہو گئے اور اُنھوں نے بدحواس ہو ہو کے بھاگنے میں اپائرس والوں کو بھی دھپسا ہی نقصان پہونچا دیا جیسا کہ اُن کے دشمنوں کو پہونچا یا تھا۔ آخر لڑ بھڑ کے رومیوں نے یونانیوں کی لشکر گاہ پر قبضہ کر لیا۔ اور اس تجربہ سے رومیوں کو اس کا حال معلوم ہو گیا کہ یونانی لوگ کس قسم کی لشکر گاہ قائم کرتے ہیں۔ جو مقابل اُن کی لشکر گاہوں کی نہایت مہذب و شائستہ اور اعلیٰ درجہ کی تھی۔

اس شکست نے پرہوس کی اس بات پر مجبور کر دیا کہ اپنی اس مہم کی پانچ سال کی مشقت پر خاک ڈال کے ایتالیہ سے چلا جائے۔ مگر دل میں امید تھی کہ مقدونیہ میں پہونچنے کے دیگر علاقہ ہاے یونان کو فتح کروں گا۔ چنانچہ اسی خیال سے اُس نے یونان میں پہونچتے ہی انطی کو نوس گوناٹاس سے لڑائی چھیڑ دی۔ سترہ قبل محمد میں ایک زبردست لڑائی ہوئی جس میں مقدونیہ والے اور پرہوس کے طرفدار شہر ارغوس کی مٹرکون...

باہم لڑ رہے تھے۔ اور دست بدست لڑائی ہو رہی تھی۔ اسی اثنا میں ایک عورت نے اپنے مکان کے کوٹھے پر سے دیکھا کہ اُس کا بیٹا خود بادشاہ پر ہوس سے لڑ رہا ہے۔ اس پر ٹھنجلا کے اُس نے بادشاہ پر ایک کھرا اس زور سے کھینچ مارا کہ پر ہوس غش کھا کے گھوڑے سے گر پڑا۔ اُسے گرنے دیکھتے ہی کسی مقدونیہ کے سپاہی نے تھپٹے ایک ایسا بھر پور ہاتھ مارا کہ اُسی وقت اُس کا کام تمام ہو گیا۔

رومی کانسل مرقس پر ہوس کو شکست دے کے روم میں گیا تو شہر میں اُس کا دخل نہایت ہی دسوم اور بڑے تزک و احتشام سے ہوا۔ پر ہوس کی لشکر گاہ کا مال غنیمت اُس کے پیچھے پیچھے تھا۔ وہ ہاتھی جو اُسے غنیمت میں لے گئے اُس کے جلوس میں تھے۔ اور ان کی بچھون پر عالیشان تلاریاں تھیں۔ یہ ایک ایسا شان دار جلوس تھا جو آج تک کبھی رومیوں کی نظر سے نہیں گزرا تھا۔ سنیت نے خواہش کی کہ اس زموری کے علیہ میں مرقس کو ایک سطلہ امن بھی دیا جائے۔ لیکن اُس نے اس انعام کے لینے سے انکار کیا۔ اور کہا: "میری ساتھی ایک طرز میں جو میری قبضہ میں موجود ہے بنیت ایک باشندہ شہر کے میری ضرورتوں کے لیے بڑی کافی ہے۔ پر ہوس کی واپسی اور موت کے ساتھ ہی ایطالیہ کی یونانی و آبادیوں کی ساری امیدیں خاک میں مل گئیں۔ اور سب نے مجبوری۔ دیون کے آگے مہر طاعت جھکا دیا۔ ان تمام میں اس افراد سے چاندی رومیوں کے ہاتھ آئی تھی کہ اُسے اگر ایک سکہ بنائے گئے۔ ورنہ رومیوں میں اس سے پہلے سواپتیل کے اور کسی قسم کے سکہوں کا رواج نہ تھا۔ اور ان اس طاعت سے تقریباً سترہ قبل مجرمین رومی لوگ سارے جزیرہ ایطالیہ کے راکب ہو گئے۔

دسوان باب

قرطاجنہ کی لڑائیوں کا زمانہ (۳۵۰ء قبل محمد سے ۳۳۰ء قبل محمد تک)

فصل اول

قرطاجنہ اور سراقوس (۳۴۹ء قبل محمد سے ۳۲۰ء قبل محمد تک)

ارض شام کے فنیقی لوگوں کا حال بیان ہو چکا ہے جو دنیا میں سب سے پہلے الوالغرم تاجر

ایک بڑا علاقہ اُن کے زیر حکومت تھا۔ اُن کی سلطنت بھی ایسی نہ تھی کہ رومیوں کی لبت کے ہم پایہ نہ ہو مگر ہاں یہ فرق البتہ تھا کہ قرطاجہ میں روم کی سی سپہ سالار نہ ہو سکتے تھے بلکہ تاجرانہ جمہوریت تھی۔ وہ لوگ دولتمندی کو دھوم دھام اور شان و شوکت سے زیادہ پسند نہ کرتے تھے۔ لڑائیوں کے میدانوں میں بذات خود شمشیر زنی کرتے اور جو ہر شجاعت دکھانے کے عوض مہوار یا ب سپاہیوں کو لڑا یا کرتے تھے جن کے پاس جانے یونانی روپیہ کی آرزو میں نوکری کرتے۔ اُن کے پاس مراکشی سواروں کے رسالہ تھے۔ اور مختلف ملکوں اور قوموں کے غلام۔ جن کو تاجر فرمان روا یا ان قرطاجہ ایسی شہنشاہوں دیکھتے جن سے خون اور ناپسندیدگی کی جھلک نمایاں ہوتی۔

قرطاجہ کا اثر اور اُس کی قوت اُن دنوں اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اس حد قدیم میں وہ رومہ الکبریٰ کا نہایت ہی خطرناک حریف ہو سکتا تھا۔ مگر ایطالیہ کی یونانی نوآبادیوں نے قرطاجہ والوں کی روک تھام کی۔ جزیرہ صقلیہ کے قبضہ کو اُن سے ہٹا لیا۔ اور اس طریقہ سے قرطاجہ کی قوت گھٹ گئی۔

اسے فی نیہ والوں کی اُس مہم کے بعد جو پوپونی شین لڑائی کے سلسلہ میں نہایت برصیبی پر ختم ہوئی تھی ڈیونی سیوس نام ایک شخص نے شہر مرقوسہ میں بہت بڑی عظمت حاصل کر لی تھی۔ اور سترہ قبل مسیح سے سترہ قبل مسیح تک بادشاہ بن کے فرمان فرما کر رہا تھا وہ ایک درشت مزاج آدمی تھا اور اُس کے ہاتھ سے اتنے مظالم ہوئے تھے کہ اُس کا نام ایک ظالم شخص کی مکمل تصویر لوگوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ اُس میں قابلیتیں بھی تھیں۔ اور صقلیہ کے دوسرے یونانیوں اور سر قوسہ والوں میں ربط و ضبط پیدا کر کے اُس نے قرطاجہ والوں کو کئی دفعہ شکستیں دیں۔ اور قریب تھا کہ قرطاجہ والوں کو صقلیہ سے مار کے نکال دے۔ اُس کے متعلق جو کمائیاں بیان کی جاتی ہیں۔ اُن میں سب سے زیادہ مشہور اُس کے کان اور اُس کے دوست دامو قلیز کی کمائیاں ہیں اُس کے کان سے مراد ایک مکہ ہے جسے اُس نے سلطنت کے قید خانہ کے اندر تعمیر کرایا تھا۔ اور کہا جاتا ہے کہ وہ ایسے طریقہ سے بنایا گیا تھا کہ جب وہ اُس میں جا کے بیٹھا تو بر گشتہ بخت قیدی آپس میں جو کچھ

باتین کرتے اُس کے کاؤن تک پہنچ جاتین اور وہ بے احتیاطی سے جو کچھ کہ جاتے اُس سے علم حاصل کر کے وہ اُن کے خلاف احکام جاری کرتا۔ داموکلنز اُس کا ایک درباری بیان کیا جاتا ہے جس نے کسی موقع پر اپنی یہ منظر نامہ کی تھی کہ میں ایک دن کے لیے بادشاہ ہو جاتا۔ ڈیونی سیوس نے وعدہ کیا کہ تمھاری یہ آرزو پوری ہوگی۔ چنانچہ دوسرے ہی دن داموکلنز تخت شاہی پر بٹھایا گیا۔ اور اُس کے خوش کرنے کے لیے نہایت ہی شان و شوکت اور دھوم ظاہر کی گئی۔ اور وہ حد درجہ کی عیش پرستی میں مشغول تھا۔ انھیں رنگ و لیون میں ایک دفعہ اُس کی نظر ادرپو اُٹھی تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک شمشیر برہنہ عین اُس کے سر کے اوپر ایک کچے دھانگے میں بندھی ہوئی ٹکڑی ہے۔ اور ٹوٹ کے اُس کے سر پر گر رہی چاہتی ہے یہ دیکھتے ہی داموکلنز کے حواس جاتے رہے اور سارا عیش منقص ہو گیا۔ ڈیونی سیوس کے خیال میں ایک بادشاہ کی زندگی کا بھی نمونہ تھا۔ مگر یہ نمونہ سچ ہے کہ اُس کے سے بے اصول و ظالم بادشاہ کی فرمان روائی کا نمونہ تھا جو محض سطوت و جبروت کی بنا پر حکومت کر رہا تھا۔ مگر ایک حق پرست اور رعایا سے محبت کرنے والے بادشاہ کی یہ زندگی کا نمونہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

ڈیونی سیوس نے مرتے وقت کہا کہ اپنے بیٹے کے لیے میں ایک شہنشاہی چھوڑ سے جاتا ہوں۔ جو نولادی دیوار سے محفوظ کی گئی ہے لیکن اُس کا بیٹا چھوٹا ڈیونی سیوس ویسا ہی ناکارہ و نااہل تھا جیسا کہ اُس کا باپ بہادر اور ہوشیار تھا۔ وہ ایک ہی مہینہ حکومت کرنے پایا تھا کہ ۹۲ء قبل محمد بن اُس کے بھتیجے ڈیون نے اُسے تخت سے اتار کے حکومت اپنے قبضہ میں کر لی۔ اور ڈیونی سیوس دم لے تخت و تاج سے محروم ہونے کے بعد ایک کتب کھول دیا۔ اور اپنی باقی ماندہ زندگی لڑکے پڑھانے میں صرف کردی۔

سرتوسہ ہی پرموتوف نہیں یونانیوں کی شجاعت و قابلیت اب ہر جگہ بہت جلد لکھٹی چلی جاتی تھی۔ یہ سرتوسہ کی قوت بھی جو قرقاجنہ کی ترقی کو رد کے ہوئے تھی کمزور ہو گئی۔ اور سکندر اعظم کے مرنے کے ساٹھ برس بعد جبکہ اُن چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں جو اُس کی عالمگیر شاہنشاہی کے ٹوٹنے سے پیدا ہوئی تھیں ہنگامہ آرائیان ہو رہی تھیں۔ رومیوں کے جو اپنے کو ہستانی جزیرہ نما پر قابض و متصرف تھے اور قرقاجنہ کے بحری سرداروں

کے درمیان پہلا جھگڑا یہ پیدا ہوا کہ دونوں میں سے کس کی قوت غالب اور کس کی مغلوب تسلیم کی جائے۔ شاید قرطاجہ داسے یافت کی سہ اولین کی اس پیشین گوئی سے ناواقف تھے کہ "کنعانی لوگوں کو خادموں بن کے رہنا چاہیے۔"

فصل دوم

قرطاجہ والوں کی پہلی لڑائی (۳۰۹ قبل مسیح سے ۳۰۵ قبل مسیح تک)

رومیوں اور قرطاجہ والوں کے جھگڑے کی بنیاد معلوم ہوتی ہے کہ صقلیہ میں ایٹالیہ والوں کی ایک نوآبادی تھی جو امیر تین کے نام سے مشہور تھی۔ اُن میں اور اہل قرطاجہ میں نزاع ہوئی۔ اور رومیوں نے اُن کی ملک کے لیے فوج بھیجی۔

یہ جھگڑہ ابتدا میں تو درخت جزیرہ صقلیہ ملک متحد دو تھا۔ بس میں رومیوں کو اہل قرطاجہ سے پیش پناہ دیا تھا۔ اس لیے کہ قرطاجہ والوں کی بحری قوت بڑی زبردست تھی اور اُن کے پاس اُس زمانہ کے لحاظ سے اپنی درجہ کے جہاز تھے۔ اور رومیوں کی بحری قوت اُن کے مقابل کچھ نہ تھی۔ آخر روم والوں نے بھی اپنی یہ کمزور محاذ کیجیو کے اہل قرطاجہ کی نمونہ پر جہازوں کا ایک پڑا تیار کیا۔ جس کے ذریعہ سے اُنھوں نے لڑائی کو صقلیہ کے علاقہ کے علاوہ دیگر مقامات میں بھی پھیلا دیا۔ کیونکہ رومی جہاز قرطاجہ والوں کے سوا محل پر جا جا کے لوٹ مار کرنے لگا۔ رومیوں نے اپنے جہازوں میں آتش ہتھیار کی کہ اُن میں اس قسم کی کلین لگائیں جن کے ذریعہ سے دشمن کے جہازوں کو پھنس سکتے ہیں۔ ان گلوں سے رومیوں کے جہازے میں ہو گئی تھی یا اُن کی جہازوں میں ہو گئی تھی اُس کا معاوضہ ہو گیا۔ اور کئی بحری لڑائیوں میں وہ کامیاب بھی ہو گئے۔ اور آخر کار اُن کا زبردست لشکر کانسٹینٹینوس امپریوس روم کے زیر علم افریقیہ کے سوا محل پر اور قرطاجہ کے علاقہ میں جا کے اتر پڑا۔

اس میں روم کے امپریوس کو ابتدا کی بار کامیابی ہوئی۔ اور اگرچہ اُس کا کانسٹینٹینوس ختم ہو گیا تھا۔ روم میں کانسٹینٹینوس کا انتخاب صرف ایک سال کے لیے ہوا کرتا تھا اور ہر سال

نیا کانسلیٹج ہوتا، مگر رومہ الکبریٰ کی سنیٹ نے اُس کی سپہ سالاری بدستور قائم رکھی۔ اور کانسلی کی مدت میں توسیع کر دی۔ وہ خود وطن واپس جانے کے لیے قیاب تھا۔ اور خوشامد و التجا کر رہا تھا کہ مجھے گھر آنے کی اجازت دی جائے۔ کیونکہ میری بھتیجی غارت ہوئی جاتی ہے۔ میرا غلام آلات کاشت کاری کو چرائے گیا ہے۔ اور وہ ان کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہیں۔ اور اگر کھیتی غارت ہو گئی تو میری غنیمت میں میرے بوی بچوں کو بڑی تکلیف ہوگی۔ مگر سنیٹ نے ان عذرات کی سماعت نہ کی۔ اور کہلا بھیجا کہ تمہارے بال بچوں کی خبر گیری سلطنت کے ذمہ ہو تم مطمئن رہو۔ الغرض باوجود برخاستہ خاطر ہی کے وہ افریقہ ہی میں رکھا گیا۔ جہاں اُس متواتر تحقیق حاصل کیں۔ اور نام پیدا کیا۔ لیکن ایک آخری میدان میں اُسے شکست ہو گئی۔ اس لڑائی میں اُس کا حریف مقابل زان پپ پوس نام ایک اسپارٹاکا باشندہ تھا جو قرحاجنہ والوں کی ملازمت میں تھا۔ قرحاجنہ کے اس یونانی سپہ سالار نے رومیوں کو زک ہی نہیں بلکہ اُن کے سپہ سالار رغلوس کو جس نے تبریر سے گزرا بھی کر لیا۔ لیکن فتح کے بعد جب اُسے معلوم ہوا کہ قرحاجنہ والے اپنے ملازم سپاہیوں اور افسروں کے ساتھ نہایت برا سلوک کرتے ہیں خصوصاً اُس صورت میں جبکہ وہ کسی غیر قوم و ملک کا آدمی ہو تو اپنے لشکر کو چھوڑ کے بھاگ بھاگ ہوا۔ اور اکثر لوگوں کا بیان ہے کہ وہ بھاگ کے بھی نہیں بچ سکا۔ کیونکہ جس جہاز میں سوار ہو کے اپنے وطن کو آ رہا تھا اُس کے کپتان نے قرحاجنہ کی سنیٹ کے حکم سے اُسے سمندر میں ڈبو دیا۔ لیکن یہ رومی مورخین کا بیان ہے جو اس معاملہ میں زیادہ وقعت اور وثوق کی نظر سے نہیں دیکھا جاسکتا۔

رغلوس کو ایک مدت تک قید رکھنے کے بعد قرحاجنہ والوں نے چند شرائط صلح دے کے روم میں بھیجا اور خیال کیا کہ یہ جاتے ہی اپنے اہل وطن کو مجبور کر کے اُن شرطوں پر راضی کر دے گا۔ چنانچہ اُس سے حلفیہ اقرار کرایا کہ اگر رومیوں نے ان شرطوں کو نہ مانا تو میں پھر اسی قید خانہ میں واپس چلاؤں گا۔ اس قول و قسم کے بعد رغلوس رومہ الکبریٰ کی شہر بنیاد کے نیچے پہونچ کر شہر کے باہر ہی ٹھہر گیا۔ اور اندر کہلا بھیجا کہ میں اب نہ سنیٹ کا ممبر ہوں اور نہ رومیوں کا کانسلیٹج۔ بلکہ قرحاجنہ والوں کا ایک غلام ہوں۔ اس لیے شہر کے اندر نہ آؤں گا۔

رومی سنیٹ نے اُس کا بیان سننے کے لیے شہر کے باہر ہی اجلاس کیا۔ اور اُس کی بے انتہا قدر و منزلت کی۔ کیونکہ اُس نے جو کچھ مشورہ دیا وہ اُس کے ذاتی مقاصد و منافع کے بالکل خلاف تھا۔ اُس نے کہا کہ آپ لوگ لڑائی پر استقلال سے قائم رہیں اور خوب کھوں کے بتا دیا کہ اہل قرطاج نہ کن کن باتوں میں دومیون کے مقابل کمزور رہیں۔ پھر سب سے التجا کی کہ ”آپ لوگ مجھ سے ایک بوڑھے شخص کی سلامتی کے لیے جو اب سلطنت کے بہت ہی کم کام آسکتا ہے اپنے مصالح کو ہرگز نہ چھوڑیں“ پھر کہا کہ ”قیدیوں کے مبادلہ کی بھی کچھ ضرورت نہیں ہے“ یہی ایک صورت تھی جس میں اُس کے لیے نجات و آزادی کی امید ہو سکتی تھی۔ مگر اُس نے کہا کہ ”قیدیوں کا مبادلہ کرنے سے آپ ہی گھاسے میں رہیں گے۔ اس لیے کہ قرطاج نہ کے جو فوجی افسر آپ لوگوں کے ہاتھ میں گرفتار رہیں اُن کا شمار تیرہ سے کم نہیں ہے۔ اور اُن کے ہاتھ میں آپ کا قیدی اکیلا ایک میں ہوں۔“

بہر تقدیر رومی سنیٹ کو محض اُس کے اصرار سے اپنی مرضی کے خلاف سلسلہ جنگ جاری رکھنا پڑا۔ اب سنیٹ والوں نے اُسے صلاح دی کہ ”تم اُس حلف کا لحاظ نہ کرو جو تم سے بیہوش ہو گئی ہے۔ اور بجائے دہان جا کے پابز بجز ہونے اور جان سے مارے جانے کے اپنے گھر جاؤ۔ اور بیوی بچوں میں جا کے بیٹھو“ لیکن شریف انفس رنغولوس اپنی دُھن پر قائم رہا۔ اُن کی خوشامردی کا ذرا بھی پاس و لحاظ نہ کیا۔ بیوی بچوں کو زار و قطار روتے چھوڑا شہر کے باہر ہی سے پلٹ کے قرطاج نہ والوں کے پاس چلا گیا۔ اور ثابت کر دیا کہ اپنی بات پر قائم رہنا اور اپنے ملک کو فائدہ پہنچانا اُسے اپنی زندگی و آزادی سے زیادہ عزیز تھا۔ قرطاج نہ والوں میں کسی ایسے شریف انفس کی قدر جاننے کی حس نہ تھی۔ جیسے ہی اُس کی صورت دیکھی اور معلوم ہوا کہ ناکام واپس آیا ہے سخت برہم ہوئے۔ اور طرح طرح کی تکلیفیں دے کے اُسے مار ڈالا۔ مگر چاہے وہ کیسی ہی اذیتوں سے مارا گیا ہو دنیا کو اُس کے نام کی عظمت نہیں بھول سکتی۔

لڑائی کے چند روز اور قائم رہنے سے ایسے شرائط پر صلح ہو گئی جو رومیون کے حق میں پہلی شرطوں سے زیادہ مفید تھے۔ قرطاج نہ والوں نے جو تیس برس کی مسلسل لڑائی سے

عاجز آگئے تھے اور جس کی وجہ سے اُن کی تجارت کو سخت ضرر پہنچ گیا تھا جزائر سارڈینیہ اور صقلیہ رومیوں کے حوالہ کر دیے بجز تیرہ تو سساکے جو ہر اسے نام آزد و مختار رکھا گیا تھا۔ یہ صلح اسی قبل محمد بن ہونی جس پر پہلی جنگ قرطاجنہ کا خاتمہ ہو گیا۔

فصل سوم

ہنی بال ایطالیہ میں (۹۰ء قبل محمد سے ۸۴ء قبل محمد تک)

پہلی جنگ قرطاجنہ کے ختم ہوتے ہی روم میں امن و امان قائم ہو گیا۔ اور ایسا امن کہ بناے روم سے بے کے اس وقت تک یہ دوسرا مرتبہ تھا کہ یانوس دیوتا کے مندر کا دروازہ بند کیا گیا۔ جو جنگ و پیکار کے زمانہ میں ہمیشہ کھلا رہا کرتا تھا۔ لیکن گذشتہ اطالوی سے جو نقصانات قرطاجنہ کو پہنچ گئے تھے انھیں قرطاجنہ والوں نے بہت محسوس کیا۔ حتیٰ کہ اُن کے سب سے بڑے مدبر ہائل کار نے کہا کہ میں اپنے چار بیٹن کو رومیوں کی مخالفت کے لیے چاشیر بنا کے تیار کروں گا۔ صقلیہ کے ہاتھ سے نکل جانے کی کمی اُس نے یون پوری کی کہ اسپین پر قرطاجنہ کی حکومت قائم کر دی جو ملک کہ اُن دنوں آجے ریا کھلتا تھا۔ اور جہاں سے چاندی کی کان ہونے کے باعث حکمرانوں کو بہت زیادہ دولت حاصل ہو کرتی تھی۔ لیکن کلث اور آجے ریا والے جو اسپین میں آباد تھے بہادر اور جنگ جو لوگ تھے۔ چنانچہ آخر کو ہائل کار انھیں لوگوں سے لڑاتا ہوا مارا گیا۔ اور نوٹ کی سپہ سالاری اپنے سب سے چھوٹے بیٹے ہنی بال کے ہاتھ میں چھوڑی جو نو برس کی عمر میں قربان گاہ پر بعل کی مورت کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ اور وہاں دیوتا کے سامنے اُس سے قسم لی گئی تھی کہ جب تک دم میں دم ہے رومیوں سے نفرت کرتا رہوں گا۔

ہنی بال جیسے ہی اپنی فوج کو اس بات کی تعلیم دے چکا کہ بے غدر اُس کی فرمانبرداری کیا کریں۔ رومیوں سے چھڑ پیدا کرنے کے درپے ہوا اور دل میں ٹھان لی کہ انھیں ایک ایسی پوری شکست دے دوں جو اُن کے حق میں ایک کاری حربہ ثابت ہو۔ چنانچہ اپنی طرف سے چھڑ کرنے کے لیے سترہ قبل محمد میں اُس نے ساگن تم نام ملک اسپین کے ایک شہر پر قبضہ

ہر لیا جو رومیوں سے اتحاد رکھتا تھا۔ اُس کی یہ زیادتی دیکھ کے رومیوں نے شکایت پیش کی کہ تم نے معاہدے کے خلاف کیا۔ رومیوں کی طرف سے یہ عذر پیش ہوتے ہی اُس نے بلا تامل ایتالیہ پر چڑھائی کر دی۔

ہنی بال کی یہ تاخت دنیا کی مشہور ترین مائخون مین ہے۔ جس لشکر کو وہ اپنے زیر علم لے کے چلا اُس مین کچھ تو قریطاً جنہ دالے تھے۔ کچھ گایا دالے۔ کچھ اسپین کے کلت نوگ تھے۔ مراکو یعنی نیوے ڈیا کے سواروں کا ایک رسالہ تھا اور اُس کے ہمراہ رکاب ۲۲ ہاتھی بھی تھے۔ اس سب لشکر کو لے کے وہ کوہستان پی رے نیر کے پار ہوا۔ خلیج یون کے گرد چکر کھاتا ہوا بڑھا۔ اور کوہستان آلپس کی گھاٹی پر جا پہنچا۔ جس مین گایا دالون کے سوا آج تک کسی حملہ آور کو قدم رکھنے کی جرات نہیں ہوئی تھی۔ اس مہم مین ہنی بالی کو جن سختیوں اور دشواریوں سے سابقہ پڑا۔ نہایت ہی خوفناک تھیں۔ اور وہی تھا جس کی پامردی مین کوئی دشواری اور کوئی آفت فرق نہ ڈال سکی۔ یہاں اُسے پُر مکردہ بعد گایا دالون سے لڑنے کے اپنا راستہ نکالنا تھا۔ پہاڑوں پر چڑھنا اور برن اور یخ کے سمندروں سے پار ہونا تھا۔ لیکن انھیں باتوں پر اُس کی دشواریوں کا خاتمہ نہیں ہوا بلکہ ایک موقع پر اُسے کوہستانی چٹان کو کاٹ کے اپنے لیے راستہ نکالنا پڑا۔ آخر ان سب مصیبتوں کے جھیل لینے کے بعد صبر و تحمل کے دربار سے اُسے یہ انعام ملا کہ ایتالیہ کے صاف میدان سامنے پھیلے ہوئے نظر آئے۔ اور وہ اُس خوشنما و خوش سواد سرزمین مین داخل ہوا جو دریا اے ری دالو اُس یعنی موجودہ دریائے ”پو“ کے کنارے واقع ہے۔

پیوپلیوس کورنے یوس اسک پیو جو کہ رومیوں مین کونسل کے مغرر عہدے پر ممتاز تھا سب سے فوج لے کے ہنی بال کے مقابلہ کو آیا۔ لیکن دریائے تلی نیوس کے کنارے اُسے کایہ شکست ہو گئی خود اسک پیو ایسا شدید زخمی ہوا کہ اُس کے بیٹے نے بڑی دشواری سے اُس کی جان بچائی۔ جان پچھل کے اور بڑی باوردی سے لڑ بھڑ کے دشمنوں کے حملوں کو روکا اور آخر اُسے جیتی جان جنگ پیکار کی آگ مین سے نکال لایا۔ اُس کے زخم ابھی اچھے نہیں ہونے پائے تھے کہ اُس کے ہم تربہ دہم عہدہ رومی سردار بطریوس مہم زیوس

کو اس ہوس نے گھیرا کہ نعمتی کا سہرا میرے سر پر ہے۔ اور فوج لے کے ہنی بال کے مقابلہ کو چلا۔ مگر شہر طری بیہ کے قریب اُس نے بھی شکست کھائی۔

اب موسم سرما شروع ہو چکا تھا۔ ہنی بال نے علاقہ ارنو کو دلدل کا راستہ اختیار کیا مگر میان کی زہریلی آب و ہوا کے اثر سے اُس کے لشکر نے اور خود اُس نے بھی بڑی سخت مصیبتیں اٹھائیں۔ اس سفر میں اُس کی آنکھ بھی جاتی رہی۔ اور کوچ کی دشواریاں ایسی سخت تھیں کہ کہتے ہیں صرف ایک ہاتھی جو بائیس مین سے اکیلا بچ رہا تھا یہاں کی پولی زمین سے اُسے صحیح و سالم نکال لایا۔ مگر ان تباہیوں پر بھی اُس کی شجاعت و حوصلہ مندی میں فرق نہیں آنے پایا تھا۔ کیونکہ تھرا سی مین نام جھیل کے پاس اُس نے رومیوں کو تیسری شکست دی۔ او بغیر اسکے کہ کوئی مزاحم ہونے کی جرأت کر سکے وہ یکم پانیا کے میدان میں آپہنچا۔ اُس کی یہ یورش دیکھ کے رومہ الکبریٰ مین کو فطس فابوس میکری موس ڈکٹے ٹر مقرر ہوا۔ فابوس تجربہ کار اور ہوشیار افسر تھا اور ہنی بال کی شجاعت سے واقف تھا۔ اُس نے کبھی دو بڑے سامنے آکے مقابلہ کرنے کی جرأت نہ کی۔ اور یہ طریقہ اختیار کیا کہ اپنے لشکر کو ہمیشہ ہنی بال کے قریب ہی رکھتا۔ ادھر ادھر چکر لگاتا رہتا۔ اور سامنے نہ آتا۔ اس لڑائی میں دیر لگانے کی وجہ سے اُس کا لقب کنک ططور (ڈھیل ڈالنے والا) پڑ گیا۔ وہ ہنی بال کے پاس رسد نہ پہنچنے دیتا۔ جس کی وجہ سے قرطاجنہ والوں کو سخت مصیبت میں مبتلا ہونا پڑا۔ اور پھر رسد کے ساتھ آفت یہ تھی کہ دشمن کا لشکر مقابلہ کے لیے سامنے تو نہ آتا مگر ہمیشہ اُس کے لشکر کے آس پاس لگا رہتا۔ اور اند میرے اُجالے جب ذرا بھی غفلت کا موقع پا جاتا تھا نقصان پہنچا دیتا۔ چند روز بعد جب فابوس ڈکٹے ٹری کی خدمت سے علیحدہ ہوا اور لوطیوس اسے میلیوس پولوس اور قائیوس طرنٹیوس واریڈا کانسول مقرر ہوئے تو سخت مزاج داروں کی ورشت مزا کی اُس کے ذمی عقل ساتھی پولوس کی ہوشمندی پر غالب آگئی۔ غرض پولوس نے رومیوں کو ابھار کے کانیکے میدان میں پھر ہنی بال سے لڑا دیا اور یہ لڑائی اُن کے حق میں سب سے زیادہ تباہ کرنے والی ثابت ہوئی پولوس سے جہاں تک بنا میدان میں قدم جمائے رہا اور فوج حاصل کرنے کی کوشش کی

لیکن ساری کوششیں بے سود ہوئیں۔ رومی بہت کثرت سے مارے گئے اور تھوڑے ہی
 تھے جو جان بچا کے گھر جاسکے ہوں۔ رومیون میں سے ایک شخص لن طولوس جو مڑی
 بیون کی خدمت پر مامور تھا بھاگتا ہوا جا رہا تھا کہ راستہ میں اُس نے پولوس کو اس
 حالت سے ایک چٹان پر بیٹھے ہوئے دیکھا کہ پیڑے سے خون کے فوارے بہ رہے ہیں
 اُس شخص نے اپنا گھوڑا پیش کیا کہ اس پر سوار ہو کے چلے چلیے۔ مگر اُس نے انکار کیا۔ اور
 کہا: بس اب تم ہی اپنی جان بچاؤ۔ مجھ سے تو یہ نہ بن پڑے گا کہ اس الزام سے اپنے کو
 بری کر سکوں۔ اور نہ یہ بتے گا کہ اپنے ہم ہمد شخص (وارو) کو سنیٹ کے سامنے ملزم ٹھہرائیں
 اتنے میں تعاقب کرنے والے قریب آ پونچے۔ لن طولوس اُسے چھوڑ کے بھاگا اور تھوڑی
 دور جانے کے بعد اُس نے پلٹ کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ پولوس کا نسل دشمنوں کے
 برچھے میں چھدا پڑا ہے۔ اس لڑائی میں رومیون کا بڑا بھاری نقصان ہوا۔ جس کا
 کسی قدر اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ انگوٹھیاں جنھیں انکون لوگ پہنا کرتے تھے انھیں
 قرطاجنہ والوں نے میدان جنگ سے چن چن کے اس کثرت کے ساتھ جمع کیا تھا کہ
 کہ ہنی بال نے ایک من انگوٹھیاں اپنی فتح مندی و کامیابی کا ثبوت دینے اور روم
 میں اپنی دست برد اور رومیون کی بُزول و پامالی کا حال ظاہر کرنے کے لیے قرطاجنہ
 میں بھیجی تھیں۔

ہنی بال کی خاص کامیابی کا مرکز کانیا کا میدان تھا اور اکثر لوگ اس پر متحیر ہوئے
 ہیں کہ ہنی بال نے یہ فتح پاتے ہی بیان سے فوراً رومہ الکبریٰ کی طرف کیوں نہ کوچ
 کر دیا۔ لیکن اس میدان میں اگرچہ اُسے بہت بڑی فتح حاصل ہوئی مگر اُس کا بھی تھوڑا
 نقصان نہیں ہوا تھا۔ اور بہت سے نامی سپاہی کٹ گئے تھے۔ اس پر طرہ یہ کہ قرطاجنہ
 والوں نے بھی اپنے جلیا بغض و حسد کی وجہ سے اُس کی کسی قسم کی ٹمک نہیں کی۔ حالانکہ
 اس موقع پر ضرورت تھی کہ قرطاجنہ سے تھوڑی سی تازہ دم فوج میدان جنگ میں
 آجاتی۔ قطع نظر اس کے جو فوج فی الحال ہنی بال کے زیرِ کمان تھی اُسے بھی علاقہ
 کمپانیہ کی دولت مندی اور وہاں کے سامانِ عیش نے عشرت پرستی میں مبتلا کر دیا تھا۔

اور چند ہی روز میں ایسا بنا دیا تھا کہ اُن کا سارا لشکر اور جو شیلہ پن تشریف لے گیا۔
 ہان اسپانیہ میں البتہ ہنی بال کا بھائی ہس درو بال فوج جمع کر رہا تھا کہ اُس کی
 مدد کو روانہ کرے مگر ہان رومیوں کی طرف سے اِس کی پہچان نہ ہو سکی اور اُلوالوغرم بھائی
 ہس درو بال کے سر پر موجود تھے جو اُس کی ہر کوشش میں مزاحم ہوتے اور جان تک
 بنتا اُس کی تدبیروں کو نہ چلنے دیتے یہ دیکھ کے ہس درو بال کو نہایت غصہ آیا اور ایک
 میدان میں بہادر دی سے مقابلہ کر کے اُنھیں فاش شکست دی اور ایسی شکست کہ اِس کی
 پہچان نہ ہو سکی اور اُس کا بھائی دونوں مارے گئے اور میدان قرطاجنہ والوں کے ہاتھ رہا۔
 فتح حاصل کرتے ہی ارادہ کیا کہ اپنے بھائی کے نقش قدم پر چل کے خود ملک اِطالیہ میں
 داخل ہو۔ مگر اِس سے زیادہ فتح مندی اُس کی قسمت میں نہیں لکھی تھی۔ دریا سے
 سے طوروس کے کنارے رومیوں کی طرف سے کونسل قیوس فلوریوس نیرداس کے
 مقابلہ کو آیا۔ اور دونوں میدان گیر و دار گرم ہوا۔ جس کا خاتمہ اِس پر ہوا کہ
 ہس درو بال مارا گیا۔ نیرو نے اُس کا سر کاٹ لیا۔ اور اُسے لے کے جنوب کی طرف
 سفر کیا اور ہنی بال کے قریب پہونچ کے حکم دیا کہ ہس درو بال کا سر ہنی بال کے لشکر کے
 سامنے ڈال دیا جائے۔ اور قرطاجنہ کے واسیروں کو چھوڑ دیا کہ وہ ہنی بال کے پاس
 جاکے اُسے اس شکست کی خبر پہونچائیں۔ اِسی واقعہ پر گویا ہنی بال کی کامیابان خیم
 ہو گئیں۔ کیونکہ پھر اُسے رومیوں کے مقابلہ میں کوئی نمایاں فتح نہیں حاصل ہوئی۔ مگر اِس
 اِطالیہ کی سرزمین کو نہ چھوڑا۔ اپنے لشکر کے ساتھ مقام بریشیم میں پڑا رہا جو جزیرہ
 نما ہے اِطالیہ کی انتہا پر واقع ہے اور اِس کا انتظار کر رہا تھا کہ کوئی موقع ملے تو
 پھر رومیوں پر حملہ کر دے۔ وہ اِس بات کو جانتا تھا کہ قرطاجنہ کے لیے بچاؤ کی صرف
 ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ روم کو خود اُس کے قرب و جوار میں کمزور کر دے۔
 مگر یہ آرزو ہنی بال کے دل ہی میں رہی کبھی پوری نہ ہوئی۔ کیونکہ اُسی۔ میان تک کہ بعد
 واقعات نے اِطالیہ سے نکال کے اُس سے خدا جانے کمان کمان کی خاک چھوئی۔

فصل چہارم

قرطاجنہ کی دوسری لڑائی کا نتیجہ (۸۵۰ قبل مسیح سے ۸۴۰ قبل مسیح تک)

اس پوری مدت میں اہل قرطاجنہ برابر اسی کوشش میں رہے کہ رومیوں کے مقابلہ میں نہ سنے دشمنوں کو ابھار کے کھڑا کریں انھوں نے فلپ شاہ مقدونیہ سے دوستی پیدا کی۔ یہ وہی فلپ تھا جس نے اراطوس کو زہر دیا تھا۔ چنانچہ قرطاجنہ والوں کے ابھارنے سے فلپ اس بات کی تدبیریں کرنے لگا کہ بکرا ایڈریاٹک کے پار اتر کے مملکت ایٹالیہ پر چڑھائی کرے۔ لیکن رومیوں نے اہل قرطاجنہ کو جواب ترکی بہ ترکی یہ دیا کہ جزیرہ نما سیونان ہی میں ایٹولہ والوں کو اس بات پر ابھار دیا کہ فلپ کے علاقہ پر حملہ کر دیں۔ جس کی وجہ سے فلپ بجائے ایٹالیہ کی طرف رخ کرنے کے گھر ہی کے جھگڑوں میں پھنسا رہ گیا۔

اس کے بعد قرطاجنہ والوں نے یونانی شہر سرقوسہ والوں کو رومیوں سے توڑ کے اپنا دوست بنا لیا۔ اس کی جزیرہ میں پونچی تو وہاں مرس قلا دیوس جو ایک چست و چالاک اور اوالو العزم جنرل تھا اور جسے ہنری بال کے مقابلہ میں بڑی مندو حاصل ہو چکی تھی سرقوسہ کے پامال کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ مگر یہاں پہونچ کے اُسے بڑی دشواریاں پیش آئیں شہر کی خوب مضبوطی سے قلعہ بندی کی گئی تھی اور دنیا کا مشہور مہندس ارشمیدس اُس کے اندر موجود تھا۔ ارشمیدس نے ایسی ایسی کلین ایجاد کی تھیں جن سے محاصرہ کرنے والے نہایت ہی ڈرتے اور خوف کھاتے تھے، آخر دو برس کے سخت محاصرہ کے بعد مرس قلا دیوس کو پتہ لگ گیا کہ شہر کی تفصیل فلاں مقام پر کمزور ہے۔ اُدھر سے ناگمان یورش کر کے اُس نے تفصیل توڑ دی اور شہر میں قتل و خون ریزی کا بازار گرم ہو گیا۔ رومی سپہ سالار نے شہر کو خوب لٹوایا۔ مساکر کیا۔ اور فوج والوں کے ہاتھوں رعایا پر بڑے بڑے ظم کرائے۔ مرس ارشمیدس کے کمالات کا معترف تھا۔ دل میں ڈرا کہ ایسا نہ ہو اس قتل عام میں وہ، ایسی جاہل رومی کے ہاتھوں مارا جائے۔ لہذا عام حکم دیا کہ جنرل کو کوئی شخص

ارشیدس کو نہ قتل کرے۔ لیکن اُس عام خونریزی میں کون کس کو بچاتا تھا؟
 جس دن رومی شہر متوسلین داخل ہوئے، ان ارشیدس علم ہندسہ کے ایک مسئلہ کے
 حل کرنے میں اس قدر مستغرق تھا کہ اُسے چڑھی نہ تھی کہ شہر میں کیا ہو رہا ہے اور کیسی قیامت
 پڑ رہی ہے۔ اسنے میں دیکھا کہ ایک رومی سپاہی تلوار اٹھائے ہوئے میری طرف آ رہا ہے جو تک
 کے اُس کی صورت دیکھی اور پھر اُسی مسئلہ کی دہرائی لگ گیا۔ اب نظر آیا کہ اُس کی تلوار
 بند ہو چکی اور میرے سر پر پڑا ہی چاہتی ہے تو بے اختیار ہاتھ کو سپر باندھے بولا "بڑا
 اتنا ٹھنڈا ذکر میں اس مسئلہ کو حل کر لوں" رومی سپاہی یہ بھی نہ سمجھا کہ یونانی شخص کیا تک
 رہا ہے۔ اور ایک ہی دار میں اُس کی زندگی کا جراثیم گل کر دیا۔ یہ واقعہ سترہ سترہ قبل عیسوی
 ہے۔ اور اسی وقت سے ہر اتوسہ دولت روم کے تابع ہو گئے۔ رومیوں کے عیسوی عقیدہ کا
 ایک جز بن گیا۔

نومر رومی سردار پوپ لیوس کارلنے یوس اس کی بیوی سپیو جس نے طبیعتی نوس
 کے میدان میں اپنے باپ کی جان بچائی تھی چوبیس برس کی عمر میں ہسپانیہ کا حکمران
 مقرر ہوا تھا۔ اس کا شمار رومیوں کے بہترین اور اعلیٰ ترین نامور و نامیوں میں تھا اس کو دوتابو
 سے بلاتنا عقیدت تھی۔ ہمیشہ اُن کی حمایت کا خواستگار رہتا اور بے دماغانے کوئی کام نہ کرتا تھا۔ اس کو دل
 ایسا نرم اور اُس کے اخلاق میں کچھ ایسی و فری تھی کہ لشکر دانوں کو اس سے بے انتہا محبت
 تھی یہ ایسے اوصاف تھے جن کی بدولت اُسے ہسپانیہ کی حکمرانی میں پوری کامیابی حاصل
 ہوئی۔ وہ تمام مقامات جو قرطاجنہ والوں کے قبضہ میں تھے اُن کے ہاتھ سے نکل نکل کے
 اُس کے قبضہ میں آ گئے۔ قوم کلٹ کے بہت سے لوگوں کو روم کا دوست بنا دیا۔ ایسے ایسے
 قومی خدمات بجالانے کے بعد رومہ الکبریٰ میں واپس آیا۔ اور سینیٹ کے سامنے یہ تجویز
 پیش کی کہ جس طرح بنے ہوئے بال کو مملکت ایتالیہ سے نکلنے پر مجبور کیا جائے۔ اور اس کی
 سب سے بہتر تدبیر یہ ہے کہ خود افریقہ میں لڑائی چھیڑ دی جائے۔ کیونکہ اس صورت میں
 اُسے خواہ مخواہ اپنے وطن کی حمایت کے لیے واپس جانے پر مجبور نہ ہونا پڑے گا۔

معمود تجربہ کار ہزار نابوس نے اس مہم کو سخت خطرناک تصور کیا اور بچا سے

اس کے کہ اس کی پیو کو افریقہ پر چڑھائی کرنے کے لیے کوئی فوج دی جائے فابیوس نے سفیٹ کو اس طرف متوجہ کر دیا کہ اس کی پیو کو صقلیہ کا پرد کو نسل مقرر کر دیا جائے اور اُسے اجازت دی جائے کہ اگر مناسب سمجھے تو سمندر پار ہو کے افریقہ پر چڑھائی کر دے۔ اس کی پیو کی الو العزمی نے اس کو بھی غنیمت سمجھا۔ اور صقلیہ میں پہنچ کے اہل ایطالیہ کی ایک بڑی بھاری جماعت جمع کر لی۔ انھیں اسلحہ کے استعمال اور قواعد جنگ کی تعلیم دی۔ اور یوں تیار ہونے کے بعد جہازوں پر سوار ہو کر افریقہ کی جانب لنگر اٹھایا۔ وہاں پہنچتے ہی اُس نے نیومیڈیا کے بادشاہ ماسینیس سا کو اپنا دوست بنا لیا جس کا یہ اثر پڑا کہ قرطاجنہ والے مراکش کے سالہ سے محروم ہو گئے جس سے اُن کی بہت بُری قوت تھی۔

اپنی یہ کمزوری دیکھ کے قرطاجنہ والوں ہنی بال کو بلایا کہ آکے اپنے وطن کو بچاؤ مگر اس کی پیو اتنا بڑا بردست رومی اندر تھا کہ خود ہنی بال بھی باوجود سابقہ تجربہ بون اور الو العزمیوں کے اُس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ مقام زاما کی لڑائی میں ہنی بال کو کایہ شکست ہو گئی۔ اس لڑائی سے اہل قرطاجنہ کو اتنا بڑا نقصان پہنچ گیا کہ اب سلسلہ جنگ کا قائم رکھنا اُن کے امکان سے باہر تھا۔ مجبوراً سخت سے سخت شراٹک صلح جو رومیوں کی طرف سے پیش کیے گئے اُن کو قبول کرنا پڑے آخر صلح ہو گئی اور جدید عہد نامہ کے شرائط کی رو سے انھیں اپنے تمام جنگی جہاز اور ہاتھی دولت روم کے حوالہ کر دینا پڑے۔ اور اس کے پابند کیے گئے تھے کہ بعد ازاں نہ کوئی نیا جنگی جہاز بنائیں۔ اور نہ نئے ہاتھیوں کو لڑائی کے لیے تیار کریں۔ اس کے علاوہ خراج کی حیثیت سے ایک بڑی بھاری رقم بھی اُن کو رومیوں کی نذر کرنا پڑی۔ اور اقرار کرنا پڑا کہ کسی ایسی سلطنت سے بھی کبھی نہ لڑیں گے جو رومیوں کی دوست ہوگی۔ الغرض اس دوسری جنگ قرطاجنہ میں جو سلسلہ قبل محمد بن ہونی تھی قرطاجنہ والوں کی ساری قوت و عظمت خاک میں مل گئی۔

اس کی پیو ایک نہایت ہی شاندار ٹرائلٹ برٹے کو فرادرزنگ احتشام کے ساتھ

رومۃ الکبریٰ میں داخل ہوا۔ اس کی پیروی ہی پہلا رومی شخص ہے جس نے پہلے پہل بے تعصبی کے ساتھ یونانی علوم و فنون کو حاصل کیا۔ یونانیوں نے اس وقت تک جاہل و درشت مزاج رومی نسل و وحشت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

پہلی بار اس کے بعد بھی کچھ دنوں تک قرقاطجنہ میں رہا۔ جہاں تک بنا اپنے ملک کی انتظامی حالت پہنچائی۔ اور سلطنت کو ترقی دینے کی کوشش کی۔ یہاں تک کہ اُس کے اہل وطن ہی میں سے اُس کے چند بے وقوف دشمنوں نے اُسے اس بات کا ملزم ٹھہرایا کہ وہ رومیوں کے خلاف سازش کرتا ہے اور آخر اُس سے سوا اُس کے اور کچھ نہ بن پڑا کہ سواد وطن کو خیر باد کہہ کے بھاگا اور ارض شام میں پوپنچ کے انطیوگوس اعظم تاجدار شام کے دربار میں پناہ لی۔

گیارھواں باب

دولت روم کا عروج و اقبال (۱۱۱۱ء قبل محمد سے ۱۱۱۱ء قبل محمد تک)

فصل اول

دولت و عظمت کی شان و اربابان (۱۱۱۱ء قبل محمد سے ۱۱۱۱ء قبل محمد تک)

قرقاطجنہ کی دوسری لڑائی کے ختم ہونے کے زمانہ تک رومیوں میں جنگ و پیکار کا جو سلسلہ قائم رہا اُس کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ اپنی آزادی پر قرار رکھنے کے لیے تھا۔ کیونکہ اگر رومی اطرسکا والون اور ساتنی لوگوں اور نیز اہل قرقاطجنہ سے مقابلہ کر کے اُن پر غالب نہ آتے تو یقیناً اپنے اُن حریفوں کے ہاتھ سے ہمال بھی ہو جاتے۔ لیکن اب اس زمانہ کے بعد نظر آتا ہے کہ رومیوں کی لڑائیاں فتح حاصل کرنے اور اپنی عظمت بڑھانے کے لیے تھیں۔ اور علی العموم غیر ضروری اور نا انصافی کے اصول پر مبنی تھیں۔ یہاں سلطنت تو اُن لڑائیوں کو محض اس لیے چھڑتے اور سلسلہ نبرد آزمائی کو بڑھاتے تھے کہ میدان جنگ میں فتح حاصل کر کے انھیں امتیاز و ناموری حاصل ہو۔ اور ادنیٰ درجہ والے

رومی بھی اُن لڑائیوں کو اس لیے پسند کرتے تھے کہ مغویج ملکہ سے سلطنت کو اس قدر دولت ہاتھ آجاتی کہ رمایا سے خراج حاصل کرنے کی ضرورت نہ باقی رہتی اور اہل شہر سے کوئی ٹیکس نہیں ہانگتا۔

ردیون کی معمولی پالیسی یہ تھی کہ سرحدی علاقہ پر پرسی چھوٹی قوم کو اپنی حمایت و پناہ میں لے کے اُس کی دشمن بڑی دولتوں اور حکومتوں سے لڑائی مول لیتے۔ اور چھوٹے خانیوں کے ہمانہ پیدا کرتے۔ بلا لحاظ اس کے کہ اُن چھوٹی قوموں کی شکامیتیں واجبہ اور منصفانہ ہوں یا غیر منصفانہ۔ اور قاعدہ کی بات ہے کہ سب کو اپنی ایسی حمایت کرنے والا مل جاتا ہے تو شہریوں کی جرأت و ہمت کی بڑھ چلا کرتی ہے۔ الغرض اس طریقہ سے بڑی بڑی مملکتوں کے مقابلہ میں اشتہار جنگ دے کے وہ اُن کی قوت توڑ دیتے اور اُن کی پامالی و تباہی کے درپے ہو جاتے۔ غالب آئے کے بعد وہ صلح ایسی شرطوں پر کرتے کہ وہ مملکتیں شکست کا اثر کم ہونے کے بعد ذرا بھی پھیننے اور سنبھلنے کی کوشش کریں تو رومی انھیں بغاوت کا الزام دے کے اُن پر فوج کشی کر دیتے۔ اور اپنے زبردست لشکر سے انھیں دم بھر میں ٹٹا کر رکھ دیتے تھے اور اُن کی فکر و روی فکر و مین طمع ہو کے دولت روم کا ایک صوبہ بن جاتی۔ اُن کی حرکتیں بالکل تہی کی سی تھیں جو اپنے شکار کے ساتھ کھیلتی ہے۔ پہلے اُسے لنگھا کر دیتی ہے۔ پھر چند لمحوں کے لیے اُسے یہ خیال کرنے کا موقع دیتی ہے کہ میں آزاد ہوں۔ مگر جب وہ بھاگنا چاہتا ہے تو جھپٹ کے مار ڈالتی اور اطمینان سے بیٹھ کے کھاتی ہے۔

جن قوموں نے دوستی پیدا کر کے اُن سے مدد مانگی تھی وہ بھی گھٹے ہی میں رہیں۔ کیونکہ مدد دینے کے چند ہی روز بعد وہ کمزور کی گئیں۔ پھر اُن کی پامالی کے لیے کوئی نہ کوئی ہمانہ پیدا کر لیا گیا اور وہ تباہ و برباد کر دی گئیں۔ ردیون کو اپنے تمام ران بے حسیتی و بدعہدی کے افعال پر کبھی شرم نہ آتی۔ اور اُن کی حکومت کا اصلی اصول یہ تھا کہ جو شخص قوی ہے وہی حق دار بھی ہے۔ ہم چونکہ زبردست ہیں لہذا جو چاہیں کریں اُس کا حق رکھتے ہیں۔

جو معزز رومی کونسل کے عہدے پر مامور ہوتے وہ کونسل رہنے کا زمانہ تو عموماً

روم میں بسر کرتے اور جیسے ہی کونسل کی مدت پوری ہو جیتی پر وہ فی صوبجات کو اختیار کر لیتے جہاں پہنچ کے یا تو وہاں کے حاکم و والی مقرر ہو جاتے یا سرحد پر رطانی چھڑ دیتے ان صوبوں میں وہ پرد کا نسل کے لقب سے یاد کیے جاتے اور روم میں نہ مانہ کانسلی میں جو اقتدارات ملا کرتے تھے اُن سے بھی زیادہ اختیارات انھیں یہاں مل جاتے اور حکومت اُن کے ہاتھ میں ہوتی اس خدمت پر وہ رومہ الکبریٰ کی سنیٹ کی مرضی کے مطابق یا حسب تقاضاے ضرورت کبھی تین کبھی پانچ اور کبھی آٹھ سال تک قائم رہتے۔

چھوٹے صوبوں کی حکومت اُن لوگوں کو دی جاتی جو روم میں ایک سال تک پائٹری کی خدمت ادا کر چکے ہوتے۔ اور اپنے علاقوں میں پہنچ کے پروپرائٹز کلاتے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ رومہ الکبریٰ کا ہر سوز آدمی اپنی باریق ایک مدبر سلطنت یا ایک زبردست سپلاور بن جاتا اور ترقی و ناموری کے لیے اُسے وسیع میدان مل جاتا۔

یہ عمدہ داران روم اکثر اوقات اپنے اقتدارات کو غیر مناک طریقوں سے کام میں لاتے۔ اور رعایا کے ساتھ ظلم و جور کا برتاؤ کر لے۔ اور سرکاری محاصل کے علاوہ بہت سی دولت خود اپنی جیبوں میں بھرنے کے لیے رعایا کو لوٹ لیا کرتے اب روم کا وہ عہد پیشین نہ تھا جبکہ ایک زبردست رومی بطریق اپنے دہانتدارانہ افلاس پر فخر و اڑتا تھا اور یہ اصول مد نظر تھا کہ بطریق ہو یا۔ پٹے بی۔ دونوں کیساں راست ہوتا ہے اتنی ہی زمین اور اتنے ہی غلام اپنے قبضہ میں رکھتے تھے جن کی اُنھیں ضرورت ہوتی اور اتنے ہی کا اپنے آپ کو حقدار تصور کرتے۔ اب تو قلعی نہیں کا وہ قانون جو ایک خاص مقدار سے زیادہ زمین پر کسی کے قابض ہونے کے خلاف تھا فنا ہو گیا تھا۔ لڑائی میں گرفتار ہو کے جو قیدی آتے سستے داموں بیچ ڈالے جاتے۔ فقندیوں نے دولت مند کی مقدار بھی بڑھا دی تھی لہذا ہر دولت مند کا گھر اور اُس کی زمین داری غلاموں کی ایک تعداد کم از کم بھری ہوئی تھی۔ زمین کے ہونے جو تے کا کام مطلقاً اُنھیں غلاموں پر چھوڑ دیا گیا تھا اس کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ روم کے آزاد غریب جو مزدوری دے کے ذرا عنت کے کام پر لگائے جاتے بیکار

ہو گئے تھے۔ اور فقر و فاقہ میں مبتلا اسی قدر نہیں ہی غلام اپنے آقاؤں کے مگر کی تمام
 ضرورتیں پوری کر دیتے۔ کپڑے، سی کے وہ تیار کر دیتے فریخچر وہ بنا دیتے۔ عرض
 ساری ضرورتیں انھیں سے رشتہ جو ہاتھیں۔ اور روم کے عنایتوں دستکاروں اور تمام
 اس حزن کی روزی یک قلم جانی رہی انھیں غلاموں میں بعض یونانی بھی تھے۔ جن میں
 بڑائی کا بہت تھی۔ اور اپنے آقاؤں سے زیادہ صاحب علم تھے۔ وہ ان کے مکر ٹری
 اور بعد قرار پائے۔ چند روز میں آقا سے زیادہ مانوس ہو جاتے اور اکثر اوقات انھیں غلامی
 سے آزادی مل جاتی۔ بعض غلاموں سے روم کے تمام خزانے آمدنی موقوف ہو گئے تھے۔
 بدترین کام جو رومی اپنے غلاموں سے لیتے یہ تھا کہ مالکوں کی دلچسپی اور تفریح کے
 لیے باہم لڑائے جاتے۔ یہ بدعصب لڑنے والے غلام جو گرسے ڈھکی اے (توریلے)
 کہلاتے شمشیر زنی کی تعلیم کا ہون میں رکھے جاتے۔ لڑائی لڑنے مضمون کی طرح خوب تیار کیے
 جاتے۔ مگر سب اس لیے تھے کہ فنونِ لڑنے اور جان دینے کا تماشا اپنے آقا اور اس کے
 احباب کو دکھائیں۔ ان کی لڑائی کا دنگل قوس یا نعل کی وضع کا تعمیر کیا جاتا۔ اور اپنی
 تھنڈی کے نام سے مشہور ہوتا تھا۔ اس میں گرد اگر نشست گا ہون کی صفیں ہوتیں۔
 ان کے درمیان میں ایک کشادہ میدان رہتا جس پر بالو بچھا دی جاتی۔ اس بالو پر ان
 غریب غلاموں کی جوڑیں اُکے لڑتی۔ اور کشتی۔ مرنے لگتی۔ کبھی آدمی درندوں سے
 اور کبھی درندے درندوں سے لڑا لے جاتے۔ آدمیوں پر شیر بھروسے جاتے۔ غرض ہر تماشہ
 میں بیسیوں انسانوں کی جانیں جاتیں۔ اور سنگدل امرا سے روم بیٹھ کے ان کا تماشا
 دیکھتے۔ غلاموں کی باہمی لڑائی زیادہ لطف کی لڑائی سمجھی جاتی۔ جب کوئی تلوار یہ
 دوسرے کے ہاتھ سے زخمی ہو کے گرتا تو غالب حریف جس نے غالباً اُسی صبح کو اپنے
 زخمی حریف کے ساتھ ایک ہی پیالہ میں بیٹھ کے کھایا پیا ہوتا اس کے خون میں تلوار
 رنگنے کے بعد تماشا یون کی طرف دیکھتا کہ اب کیا حکم ہے۔ اگر لوگ اپنے انگوٹھے
 نیچے کی طرف جھکا دیتے تو چند روز کے لیے اس غریب کی جان بچ جاتی۔ اور اگر سب
 اپنے انگوٹھے اوپر اٹھا دیتے تو غالب تلوار یہ کا فرض تھا کہ اُسی وقت تلوار کا ایک

اور ہاتھ مار کے اس کا کام تمام کر دے۔ پھر اس کا سیانی سے جیتنے اور سرخرو ہونے واسے کی خوشی اسی وقت کے لیے تھی۔ کیونکہ اُسے بھی اپنی زندگی میں اس کے سرا اور کسی بات کی امید نہ تھی کہ طاقتِ باہمت کے جواب دے دینے کے بعد خود بھی کسی جرأت سے مغلوب ہو اور اسی طرح مارا جائے۔

یہ تنوریون کی روایتی رومیون میں بڑی ہی دلچسپی کی چیز تھی۔ جب کوئی شخص کانسٹنٹین کی خدمت پر حاضر ہو تا تو اُس سے یہ سیر و کھانے کی ضرورت فرمائش کی جاتی۔ ہم آج اس کا خیال آنے سے بھی بھرا جاتا ہے کہ رومیون کی ہر فرد اور اُن کے حشر کے موقع پر اس ظالمانہ تماشہ کی بدولت کتنے ایک آدمی قتل ہو جاتے ہوں گے۔ اس ہیئت کی سیر و تفریح کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ رومیون کے دلوں میں مساوت پیدا ہوتی جاتی تھی۔ اور انسانی مصائب کی طرف سے بے پروائی روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔

ان باتوں کے ساتھ رومیون میں علم کا ذوق بھی اس قدر زیادہ بڑھ گیا تھا کہ اس سے پیشتر کبھی نہیں دیکھا گیا تھا مگر اُس کے ساتھ اس کو بھی نہ بھولنا چاہیے کہ اُن لوگوں میں علم سے مراد وہ علوم تھے جن سے نہ انسانی مشکلات میں کسی شہم کی کمی ہو سکتی تھی اور نہ اُن سے ہنرمندی اور صنعت و حرفت کو ترقی ہو سکتی تھی۔ اُن میں کتابتِ علم و فنس کی تصنیف اور نیز ہر قسم کے استاد سب یونان سے آئے تھے۔ لہذا ہر بات میں وہ یونانیوں کے نقش قدم پر چلتے اور اپنے بچوں کو فلسفہ اور فصاحت و بلاغت کی تعلیم دیتے اور حصولِ کمال کے لیے زبانِ یونانی کی تعلیم لازمی تھی۔ خود رومیون میں بھی تصنیفِ تالیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ مگر اُن کی تمام تصنیفیں یونانی تصانیف کی ناقص و غیر مکمل نقلیں تھیں۔ چند وزمین یونانیوں کی اتباع کا انہماک اس درجہ کہ وہ بچہ یونانیوں کی دیو مال اور اُن کے دیوتاؤں کی مزخرفانہ کہانیاں پوری پوری رومی لٹریچر میں اخذ کرنی لگیں جنہیں اُن کے بعض رومی تو اُن کے معتقد و معترف ہو جاتے اور بعض ہنس پڑتے اور جوج اور دولتِ ہندی کا ایک کرشمہ یہ بھی تھا کہ دینی گرجاؤں میں بڑی سرعت کے ساتھ کہانی جاتی تھی۔ اور بعد الموت کی طرف سے غافل ہوتے جاتے تھے۔ اُن میں

غالب گروہ اپنی کوریں نہ کھادادہ محتاج کا منشا یہ تھا کہ انسان سے جان ناک بن پڑے بس اپنے عیش و آرام کا سامان فراہم کرنا چاہیے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ تمام مٹی اور بہترین اخلاقی اصول جو افعال انسانی کے مفاد و اغراض تباہے جاتے ہیں اُن میں مردہ ہوئے جاتے تھے۔

غرض جو دولت بڑھتی تھی اُن میں عیش پرستی اور تکنت بھی بڑھتی جاتی تھی۔ ہر دولت مند آدمی کا ایک گھر نہ رہتا اور ایک یا متعدد بنگلہ اُس کی ہیلت کی زمیندار می بن ہوتے۔ اور جہاں تک بنگلہ اس قسم کے دو لون مکان نہایت ہی نفاست و دولت مندی کی شان اور بڑے تکنت سے آراستہ کیے جاتے تھے۔ عین چوکور انیسوں کا فرش ہوتا جن میں بڑی خوبصورتی و نزاکت سے بچی کاری کا کام بنایا جاتا۔ بارغ بڑی توجہ و سرگرمی سے اور بہت سارے پیرنٹ کر کے تیار کیے جاتے۔ اُن میں جابجا مورقین نقشب کی جاقین۔ درختوں کی وضع سے ملدہ عمدہ خوبصورتیاں پیدا کی جاتیں جابجا خوشنما حوض قائم ہوتے اور اُن میں پھلدار جھوڑی جاقین پھلیوں کا انھیں بہت ہی شوق تھا۔ اور اس کا شغف اس قدر بڑھ گیا تھا کہ رومۃ الکبر علی کی منیٹ

(مجلس حکومت) کے کسی رکن کو ایک بار مجمع عام میں یہ الزام دیا گیا تھا کہ اپنی ایک جاتی مچھلی کے مرجانے پر اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔ یہ الزام سُن کے اُس ممبر منیٹ نے کہا ”ہاں میں ایسا ہی دقیق تھل ہوں۔ یہ صاحب مجھے الزام دے رہے ہیں اُن کی یہ حالت ہے کہ ایک چھوڑتین تین بی بیان مر گئیں۔ گرائی کی آنکھیں نم ہوئیں ایسا مضبوط دل کوئی کہان سے لاسکتا ہے“ وہ ہلنگ جن پر کھانے کے بعد آدمی آکے لیٹا کرتے تھے۔ اُن پر نرم و نازک گرے بچے ہوتے۔ اور اس ترتیب سے بچاے جاتے کہ اُن پر برابر برابر تین آدمی لیٹ سکیں۔ اُن کی دعوتیں نہایت شان داری کی ہوتیں اعلیٰ درجہ کے قیمتی گوشت۔ نفیس و لذیذ ترکاریاں۔ قسم قسم کی مچھلیاں بڑے اہتمام کے ساتھ ددر ددر سے لائی جاتیں۔ ایک خاص قسم کے چوہے نفیس غذا میں کھلا کھلا کے خاص طور پر ہرسون میں تیار کیے جاتے۔ اور اُس کے بعد بڑے اہتمام سے پکائے جاتے

اُن کے دسترخوان نہایت ہی اعلیٰ ترین دولت مندی تکلف اور انفاست مزاجی کے نمونہ ہوتے۔ جو لوگ پرانی جاکشی کی معاشرت کو پسند کرتے تھے اس نئے اسلوب زندگی اور ان تکلفات کو بڑا سمجھتے اور جہاں تک بنما احکام اور قوانین کے ذریعہ سے لوگوں کو ایسی فضول خرچین سے روکتے۔ کبھی حکم جاری ہوتا کہ ایک معینہ شمار سے زیادہ تعداد مہمانوں کی نہ ہو کرے۔ کبھی یہ فرمان نافذ ہوتا کہ کسی دسترخوان پر تین قسم کے گوشتوں کے علاوہ چوتھی قسم کا گوشت نہ ہونے پائے۔ اور کبھی اس بات کی تاکید کی جاتی کہ ایک بوجھ سی اور دلی مرغی کے سوا اور کسی طائر کا گوشت دسترخوان پر نہ آئے پائے۔ مگر یہ سب قابل مضحکہ احکام تھے جو فقط نام کے لیے جاری ہو جاتے کبھی اُن پر عمل درآمد نہ ہونے پاتا۔ جب دعوتوں کا موقع آتا تو یہ سب احکام رکھے رہ جاتے اور ہر قسم کے مسرفانہ تکلفات اور شان داری و شوکت میں کوئی بات اٹھانہ رکھی جاتی۔

کھانے کی طرح لباس میں بھی تبدیلی ہوتی جاتی تھی۔ طوغہ کے رنگ طرح طرح کے ہو گئے تھے اور آخر میں طوغہ بھی چھوٹ گیا۔ دوسری قسم کے لباس جو زیادہ موزون و ضخیم نظر آتے اختیار کر لیے گئے۔ اور طوغہ فقط اُس وقت کے لیے باقی رہ گیا جبکہ اہل شہر کو کبھی ہر بار ہی لباس میں آنا پڑتا۔ ایک مرتبہ ممانعت ہو گئی تھی کہ خاتونان روم نہرتھوں پر سوار ہوں۔ اور نہ طلائی و ارجوانی رنگ کے کپڑے پہنیں۔ مگر عورتوں نے اس قانون کی ذرا بھی سماعت نہ کی اور اُس کے منسوخ کرانے کے لیے بڑا شور و ہنگام مچایا۔ مرس پورقیوس کا ٹوٹنے جو سنسریعی ہسپتال تھا اور ایک سادہ مزاج ہو رہا تھا۔ وہی امیر تھا جہاں تک بنا عورتوں کی شورش کا مقابلہ کیا۔ اُس کا قول تھا کہ اگر یہ قانون منسوخ ہو گیا تو غریب گھرانوں کی عورتوں میں شوق پیدا ہو گا کہ دولت مند بیگم کی پردہ کی پر دی کریں اور انہیں کی سی وضع اختیار کریں۔ یہ ایسا شوق ہے جو انہیں نسل و منلوک الحال بنا کے تباہ و برباد کر دے گا۔ اور آخر میں وہ اپنے کہیے پر نادم ہون گی۔ اسی سلسلہ میں اُس نے یہ بڑی نازک و لطیف بات کہی تھی۔ جہاں کسی عورت کو کوئی ایسے کام نہ کرنے پر شرم آئی جو اُس کے کرنے کا ہے تو اُس کے ساتھ اُن کاموں کے کوسٹے پرچہ منہیں کر کے

اُس کا نام ہونا موقوف ہو جائے گا۔ لیکن اُن مجسٹریٹ صاحب کا کچھ زور نہ چلا۔ اور وہی ہوا جو عورتیں چاہتی تھیں۔ قانون مذکور منسوخ ہو گیا۔ اور چند ہی روز میں وہ سونے کے مرصع زیور جواہرات اور بھاری کپڑوں سے لدی پھندی نظر آنے لگیں۔

مگر اتنا غنیمت تھا کہ ابھی تک رومی فوج کی اُس شان اور اس کی جان بازی و فتح مندی میں فرق نہیں آنے پایا تھا۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ اب وہ پیسے سے زیادہ باضابطہ تھی اور اُس کے سپاہی اور افسر اعلیٰ ترین اصول جنگ کے مطابق لڑا کرتے جہاں وہ اپنا مورچہ قائم کرتے گرد ایک فھیل بنا لیتے اور لشکر گاہ کے گرد ایک گہری خندق کھدوایا کرتے، ہمیشہ مربع وضع کی ہوتی اور اُس کے چاروں ضلع برابر ہوتے۔ اُس کے چار پھانگ ہوتے جو اکثر ایسے مضبوط بنا سے جاتے کہ رومیوں کے ہارسے ہوئے ایسے بعض بعض پھانگ آج تک موجود ہیں۔ رومی لشکر کی باقاعدگی اس قدر مکمل تھی کہ رومی لشکر گاہ پر کسی حریت کا اچانک آپڑنا غیر ممکن تھا۔ لڑائی میں ہر رومی سپاہی کو بغیر اس کے کوئی تباہ اپنے خدات اور اپنے فرائض بخوبی معلوم ہوتے اور ایسی نکیس کے ساتھ کبھی اتفاقی طور پر بھی کسی رومی سپاہی سے اپنے فرائض جھگی بجالانے میں غلطی یا فرود نہ نہ ہوتی۔ جاڑوں کا موسم عموماً اپنی حفاظت کے سامان پیدا کرنے اور اپنے مورچوں اور قلعوں کے زیادہ مضبوط کرنے میں یا مشرکوں کے بنانے میں صرف کیا جاتا۔ تاکہ رومہ الکبریٰ اور اُس کے تمام صوبجات کے لشکر گاہوں اور پڑاؤ کے مقاموں میں آمد و رفت کا سلسلہ بہ آسانی قائم رہے اُن کی بنائی ہوئی سڑکیں اس قدر مضبوط تھیں کہ بہت سی آج تک موجود ہیں۔ سپاہیوں کو اپنے خدات بجالانے کا صلہ و انعام اکثر اس طریقہ سے دیا جاتا کہ مفتوح ممالک میں سکونت اختیار کرنے اور بسنے کی اجازت دی جاتی اور پھر رومہ الکبریٰ میں شہری ہونے کے حقوق بھی انھیں حاصل ہوتے جو قدیم دولت روم کے عہد میں ایک نعمت عظمیٰ کی حیثیت رکھتے تھے۔ لہذا رومیوں کی جو نو آبادیاں دیگر مقامات میں قائم ہوتی تھیں وہ صوبجات روم کے دیگر بلاد کے مقابل زیادہ ممتاز تھیں کی جاتیں اور اُن میں رہنے والے رومیوں کے حقوق بھی سب سے زیادہ اور بہت

بڑے چڑے ہوتے۔

رومیوں کی یہ تبدیلیاں جن کا اوپر ذکر ہوا۔ تدریجاً دولت روم کو اُس عہد کی طرف بڑھاتی لاتی تھیں جس کی تاریخ ہم اب شروع کرنے والے ہیں۔ اور چونکہ ہر واقعہ کی ابتدا کو جداگانہ اور متماثر کر کے بتانا دشوار ہے اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اُن سب کو ایک تہید کی حیثیت سے ایک ساتھ بیان کر دیا جائے تاکہ جو واقعات بعد کی فصلوں میں بیان ہوں گے سب اُن کے نتائج تصور کیے جائیں۔ اور واقعات اب بعد کی توضیح ہوں گی۔

فصل دوم

اہل مقدونیہ سے لڑائی (پہلے قبل محمد سے سترہ قبل محمد تک)

قرطاجنہ کی لڑائی کے ختم ہونے سے پہلے ہی رومیوں نے اپنی وضع اور اپنی پاسی اہل یونان پر ظاہر کر دی تھی۔ کیونکہ اسے فی ریبہ والون کی بحری تاخت و تاراج اور ڈاکہ زنیوں کا انھوں نے خاتمہ کر دیا تھا۔ اسے فی ریبہ والون ملک بکریا ملک کے مشرقی کنارے پر یونانیوں کا پہلا مقبوضہ مقام تھا۔ علیٰ ہذا القیاس رومیوں نے اسے طویہ والون سے اتھا د پیدا کر لیا تھا۔ اور اُن کی مدد سے یہ فائدہ اٹھایا کہ ہنری بال کی مدد پر جب فلپ شاہ مقدونیہ آنے کو تھا اسے طویہ والے گھر میں اُس کے مقابلہ کو اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اُسے کسی طرح گھر چھوڑتے نہیں بنی۔ اُس کے بعد اسے طویہ والون پر جب فلپ کا زیادہ دباؤ پڑا تو انھوں نے رومیوں سے مدد مانگی جن کے کہنے سے لڑنے کو تیار ہو گئے تھے مگر رومیوں نے انھیں مدد دینے سے انکار کیا۔ لیکن چند ہی روز بعد سترہ قبل محمد میں رومی سپہ سالار طیطوس کو اُن طوس فلاسے نیوس نے مقام سنوسی فالہ کی چٹانوں پر فلپ کو فاش شکست دی اور مجبور کر دیا کہ رومی جی شرائط کو پیش کریں انھیں فلپ قبول کرے۔ رومیوں کی شرطوں میں ایک اہم شرط یہ تھی کہ فلپ تمام یونانی شہروں پر سے عام ازین کہ وہ یورپ میں ہوں یا ایشیا میں اپنا قبضہ اٹھائے۔ گویا رومیوں نے اہل یونان کو مقدونیہ والون کی غلامی سے

آزادی ولادی۔ چنانچہ خود فلاسے نیوس نے یونانی شہر کارنٹھ میں جا کے عین اُس وقت جبکہ اس بھتی لکھیلوں کی شرکت کے لیے یونانیوں کی ایک جماعت عظیم جمع تھی اس بات کا اعلان کر دیا کہ دولت روم نے یونان کو آزادی دلادی۔

یہ مزوہ سن کے یونانی بے انتہا خوش ہوئے اور اس جوش و خروش سے بے تحاشا خوشی کے نغمہ مارنے لگے کہ کہتے ہیں بہت سے ظیور جو اوپر ہوا میں اُڑ رہے تھے اس شور کے تھپڑے کھا کھا کے زمین پر گر پڑے اور فلاسے نیوس چونکہ اُن کا آزادی دلانے والا تھا اُس کی جس قدر تعظیم و تکریم اور آؤ بھگت کی جاتی تھی وہ اُس کے احسان سے کم سمجھی جاتی تھی۔ لیکن بہت ہی جلد ہی کھل گیا کہ اس موعودہ آزادی کے معنی صرف یہ تھے کہ بجائے مقدونیہ کے بادشاہ کے انھیں دیون نے اپنا غلام بنا لیا ہے۔ ۶؎ پھر ویدیم عاقبت خود گرگ بودی، یونانیوں نے کسی قسم کی آزادی ظاہر کرنے کی ذرا بھی کوشش کی اور اُن کے نئے مالکوں نے سخت مزاحمت سے پیش آنے کے باوجود کہ ہم نے یقین جو آزادی دلائی ہے اُس کے کیا معنی ہیں۔

ایتھاکے جن شہروں پر فلپ کا قبضہ تھا اُن سے اُس کے دست بردار ہو گئے ہی رومیوں کو موقع مل گیا کہ اُن مقامات کے معاملوں میں دخل دین۔ علیٰ ہذا ایتھاس رومیوں کے دو اور نئے دوست تھے جن کے باہمی جھگڑوں میں رومیوں نے یہ پانسی اختیار کی کہ شام کے فرمان روا کے خلاف نوعمر و نا تجربہ کار بادشاہ مصر بطلمیوس اور یونین شاہ پرکاموس کی تائید کریں۔ شام کے بادشاہ انطوگوس اعظم کو بھی اس بات کا خیال نہ آیا کہ جان تک بنے رومیوں سے لڑائی کوٹالے اور اس کا سبب یہ تھا کہ اُس کے دربار میں ہنی بال موجود تھا۔ جسے رومیوں سے دلی عناد تھا اور ہمیشہ اُن کی دشمنی پر تل رہتا تھا وہ انطوگوس کو پہلے ہی سے ابھار رہا تھا کہ خود جا کے یونان پر چڑھائی کر دیجیے او۔ ایک دوسرا شکر مچے دیجیے کہ میں دوبارہ جا کے خاص ایلالیہ پر حملہ کروں۔ اور رومیوں کو اُن کی دست دراز یوں پر سزا دوں۔

ہنی بال کے اس مشورہ پر انطوگوس پہلے تو خوش ہوا۔ اور یونان کے علاقہ اے طو

پر چڑھائی بھی کر دی۔ مگر ہنئی بال کو لشکر دے ایلٹالیہ پر روانہ کرنے کے بجائے اُسے اس
 ایلٹالیہ کے سفر سے روک دیا جس کی وجہ یہ تھی کہ لہنئین وہ ہنئی بال کی ناموری دشمنیت پر
 حسد کرتا تھا اور یہ نہ چاہتا تھا کہ فتحمدی کا سہرا ہنئی بال کے سر رہے۔ خود وہ لشکر لے کے
 جویونان کی طرف چلا تو جزیرہ یوہو امین پہونج کے ٹھہر گیا اور ایسا عیش پرستی اور رنگ
 ریون مین پڑا کہ لڑائی کی تیاری کا سارا زمانہ ٹھن پروری مین صرف کر دیا یہاں تک
 کہ ناگمان خبر آئی کہ رومی لشکر قریب آ پونچا۔ یہ سن کے انطیوگوس ایشیائے کوچک
 مین واپس آیا۔

رومی لشکر کا سپہ سالار اس مہم مین اس کی پیڑ تھا۔ اور اُس کا بھائی افریقانوس
 اعظم اُس کے نائب کی حیثیت سے ساتھ آیا تھا۔ کوہ سپی لوس کے قریب دونوں لشکر
 مین ایک بڑا بھاری میدان کارزار گرم ہو جس مین انطیوگوس کو کھلی شکست ہو گئی۔
 اور ہنئی بال کی بتائی تدبیرین خاک مین مل گئیں۔ اس عہد کے نامور ترین اور اعظم ترین
 سپہ سالاروں افریقانوس اور ہنئی بال مین سے ایک بھی اتفاقاً اس میدان مین
 موجود نہ تھا۔ افریقانوس تو بیماری اور ناسازی طبع کی وجہ سے عرصہ گیر و درمیں شریک
 نہ ہو سکا اور ہنئی بال شہر پام فیلیہ مین محصور ہو گیا تھا۔ لیکن لوگوں کا بیان ہے کہ اس
 زمانہ کے قریب ہی اُن دونوں سپہ سالاروں مین دوستی ہو گئی اور اس کی پیونے ایک
 ن اثنائے گفتگو مین ہنئی بال سے پوچھا ”تمہارے نزدیک دنیا مین سب سے بڑا
 سپہ سالار کون ہے؟“ ہنئی بال نے کہا ”سکندر“ پوچھا ”اور اُس کے بعد؟“ جواب دیا
 ”پربوس“ سوال کیا ”اچھا پھر اُس کے بعد؟“ بولا ”مین“ اس کی پیونے پوچھا ”اچھا
 اگر میرے مقابلہ مین تم کو فتح حاصل ہو جاتی تو کیا کہتے؟“ اُس کے جواب مین فرطاً جہن
 کے بوڑھے سپہ سالار نے کہا ”تو سکندر کے بعد دوسرا سپہ سالار مین اپنے آپ ہی کو
 قرار دیتا“

لڑائی کے بعد پھر صلح ہوئی تو رومیون نے انطیوگوس کے ساتھ یہ شرط کی
 اور اس پر بہت اصرار کیا کہ وہ ہنئی بال کو اپنے دربار سے نکال دے۔ اس کی پیونے

ایک بہادر اور شریف دشمن کے ساتھ ایسے بے رحمی کے سلوک کو نہیں پسند کیا اور سخت مخالفت کی۔ لیکن اُس کی کچھ نہ چلی۔ اور ہنی بال کو مجبور ہونا پڑا کہ اپنی زندگی کے آخری بڑے معاملے کے دن بھی نہ مین جا کے بسر کرے۔ اور وہاں کے بادشاہ پر ویسا ہی حمایت میں پناہ لے۔ جب رومیون کو اس کی خبر ہوئی تو اُس کے تعاقب میں وہاں بھی پونچے اور شاہ پر ویسا سے بھی تقاضا شروع کیا کہ ہنی بال کو اپنی قلمرو سے نکالے۔ رومیون کی یہ حالت دیکھ کے آخر کار ہنی بال نے دلتنگی اور ہر طرف سے ستارے جانے کے باعث یہ جملہ کہا کہ مین خود ہی رومیون کو ایک بوڑھے شخص کی دہشت آزادی دلا دوں گا۔ اور جام زہری کے اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

لوقیوس اسکی بیوی کو اب ایشیا طوقس کا خطاب دیا گیا۔ لیکن اُس کے روم پہنچنے کے ایک سال بعد مارقیوس پورقیوس کا ٹوٹنے اُسے اپنے سامنے طلب کیا کہ مہم شام اور وہاں اپنے زمانہ حکمرانی کا حساب پیش کرے۔ افریقانوس کو اپنے بھائی کے ساتھ ایسا سلوک ہونے اور اُس کے خلاف اس قسم کا الزام قائم کیے جانے سے سخت صدمہ ہوا اور زبردستی اُسے عدالت کے قبضہ سے نکال لے گیا۔ اس پر برہم ہو کے کاٹنے یہ کارروائی شروع کی کہ خود افریقانوس سے قرطاجنہ کے مال غنیمت کا حساب طلب کیا۔

افریقانوس کا چال چلن ہمیشہ دیانت داری اور نہایت ہی راست بازی کا رہا تھا۔ جب اُس پر الزام عائد کیا گیا تو اُس نے جواب دہی میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ مگر پیشی کے دوسرے دن عین اُس وقت جبکہ جج لوگ اپنی اپنی کرسیوں پر آکے بیٹھ چکے اور اجلاس کرنا شروع کیا۔ چلا کے کہا ”آج کا دن میری فتح زاما کا دن ہے جس دن ہر سال خوشی کی عید منائی جاتی ہے۔ بیان بیٹھ کے گہین اُڑانے سے کیا حاصل؟ چلیے دیوتاؤں کا شکریہ ادا کریں۔“ اس تقریب کے یاد آتے ہی سینیٹ نے اپنا اجلاس ملتوی کر دیا۔ اور اس کی بیوی سب لوگوں کو لے کے کیپٹل (قلعہ) میں گیا۔ وہاں قربانی کی رسم ادا کی۔ اور سیدھا شہر سے نکل چلا گیا اور کسی کو اتنی جرأت نہ ہوئی کہ اُسے روکے شہر سے نکل کے وہ براہ راست اپنی زمیندار سی میں گیا جو بی ٹرنوم میں تھی اور وہیں اپنی باقی ماندہ زندگی

صرف کردی اور مرتے وقت وصیت کردی کہ میں یہیں دفن بھی کیا جاؤں تاکہ میرے لشکر گردا
ہم وطنوں کو میری ہڈیاں بھی نہ نصیب ہو سکیں۔

۳۵۰ قبل محمد میں وہ پونڈ زمین ہوا۔ اسی سال ہنئی بال نے بھی اپنی زندگی ختم
کی تھی اور اسی سال ایچیا والون کے بہادر سپہ سالار نی پوپے مون کی زندگی کا چراغ
بھی گل ہوا جو تانی عظمت و شان کی آخری یادگار کہلاتا تھا۔ اُس غریب کو سی نیا
والون نے گرفتار کر لیا تھا اور نہایت ہی شرمناک طریقہ سے بیچا رے کی جان لی۔

فصل سوم

ہیو پور و رستم (۳۵۰ قبل محمد سے ۳۵۰ قبل محمد تک)

کتاب حمد قدیم یعنی تورہ کی کتاب دانیال میں انطیوگوس اعظم کی لڑائیوں کے
بارے میں پیشین گوئی کی گئی ہے۔ اُس کے زمانہ میں بنی اسرائیل کو بڑے بڑے مظالم
برداشت کرنا پڑے۔ اس لیے کہ ان دنوں فرمان رواے شام انطیوگوس اور تاجدار مصر
بطلمیوس کے فی ما بین جو لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں اُن کا میدان جنگ ارض ہیوداہی ہوئی
تھی۔ انطیوگوس نے ملک فارس پر چڑھائی کی اور ایران کے شہر الی ماش کے معبد
کو لوٹ رہا تھا کہ ۳۵۰ قبل محمد میں اُس کی زندگی خاتمہ ہو گیا اور اُس کا بیٹا سلوقس
تخت پر بیٹھا۔ یہ سلوقس کتاب دانیال میں ”موصول بڑھانے والے“ کے لقب سے یاد
کیا گیا ہے۔ اُس نے اپنی زبردستی کی ہوس میں ہیوڈورس نام اپنے ایک سردار کو روانہ
کیا کہ بیت المقدس میں حرم ربانی یعنی پہلی سلیمانی کے خزانہ میں جو کچھ ملے اٹھا لے جائے۔
سیدو کے مقتدرے اعظم اونیس کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اپنی قوم کے لوگوں کو جمع
کیا اور نہایت ہی حضور طلب اور خضوع و خشوع سے دعا مانگی اور خدا کی مدد و حمایت
کا خواستگار ہوا۔ اگلے زمانہ کی اکثر دعاؤں کی طرح یہ دعا بھی قبول ہوئی۔ اور ہیو
ڈورس نے جیسے ہی ارادہ کیا کہ مقدس و محترم خزانہ کے مکان میں قدم رکھے ناگهان
ایک نہایت ہی خوبصورت شان و شوکت اور عجب اور عجیب کا سوار زرق برق اسلمہ

لجائے اور اپنی ہی عظمت و جبروت کے دواور سواروں کو اپنے ہمراہ لیے ہوئے نوازا
ہوا۔ اور لہو ڈورس کو ڈھکیل کے نیچے گرا دیا۔ اور اتنے کوڑے مارے کہ نہ اُس کے
ہوش و حواس بجا رہے اور نہ اُس میں بات کرنے کی طاقت رہی۔

لہو ڈورس کے ہمراہیوں نے گھبرا کے ادنیاس کے سامنے التجا کی کہ خدا کے
لیے ہمارے سردار کو بچا لیے۔ ادنیاس نے ترس کھا کے اُس کی جان بچنے کی دعا کی۔ اور
وہی فرشتہ نما صورتیں پھر نمودار ہوئیں اور لہو ڈورس سے کہا ”کہ اس مقدس مقتدا کی سفارش
شفاعت سے تمہاری جان بخشی کی جاتی ہے۔ لو جاؤ۔ اور خدا کے ان نمایاں کاموں کی
دنیا میں اشاعت کرو۔“ اس طریقہ سے خدا کی ان منتخب و برگزیدہ لوگوں کو پھر ایک بار
یقین دلایا گیا کہ خدا کا فرشتہ اُن کی حفاظت و حمایت کے لیے اُن کے حرم کے
اُس پاس موجود رہا کرتا ہے۔ جس کے غصہ سے انھیں ہمیشہ خائف رہنا
چاہیے۔“

لہو ڈورس نے یہاں سے جا کے اپنے مالک سلیموس کو زہر دے دیا اور انطیو گوس اعظم
کے دوسرے بیٹے انطیو گوس اپنے فانس نے تخت و تاج پر غصہ قبضہ کر لیا۔ اس نے تاجدار
شام کی شریر انفسی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ اور بے انتہا ظالم تھا۔ اس کے ساتھ
اُس کی بغویت اور بے عقلی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ سلطنت کے تمام ارکان اور ری
رعایا کو اُس سے نفرت ہو گئی۔ اُس کی یہ حالت تھی کہ شراب کے نشہ میں بدست و دہوش
سنبھ کھٹے پیتے ہوئے انھار کی مڑکون پر مارا مارا پھرتا اور راگمروں کو پتھر کھینچ کھینچ
کے مارتا۔ میلوں اور مذہبی عیدوں میں خود اپنے دیوتاؤں کی پرستش کا اس نے کچھ ایسا طریقہ
اختیار کیا تھا کہ لوگوں کو اُس کی عبادت گزار میں بجائے پرستش کرنے کے مبدوون کا مصداق اُڑانے
کی شان نظر آئی اور مذہب کی اس توہین و تشعیک کے ساتھ ساری رعایا کو جبریہ تاکید
تحتی کہ دیوتاؤں کی پوجا میں کوئی کوتاہی نہ کریں۔ چاہے اس مذہب کے پیرو ہوں یا
نہ ہوں۔ یہود میں جب اُس کے یہ احکام پوسچے تو ادنیاس کے بے دین بھائیوں نے اُسے
مسند اقتدا سے نکال دیا اور خود مقتدا سے قوم بن گئے۔ حالانکہ ادنیاس نبک نفس و پاک لطن

اور اچھا مقدس تھا اور وہ بے دین تھے چنانچہ مقدانی کی مسند پر قبضہ ہاتے ہی انھوں نے بائبل کی تجویزوں کی حمایت شروع کی۔ اور یرشلیم (بیت المقدس) کی آبادی کے اندر یونانیوں کی بت پرستی کے لیے ایک رقبہ کھینچا۔ اور لوگوں کو اجازت دی کہ مشیت زنی وغیرہ کی دھڑلے اور اس قسم کی اور کثرتیں جاری کریں۔ اُن کا تماشا جوش و خروش سے دیکھیں۔۔۔ دران کے لیے بیت المقدس کی عبادت چھوڑ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

اس کے بعد ہی یہ حکم جاری ہوا کہ میکس سلیمانی جو انبیائے موحدین کی یادگار اور توحید کا پُرانا سرشت تھا جیو پٹر دیوتا کے نام پر نذر کر دیا جائے۔ خود انطیوگوس یرشلیم میں آدمی کا خاص حرم کے اندر محسوس پڑا۔ مقدس قربان گاہ پر سورن کا گوشت چڑھایا جس سے زیادہ ناپاک کوئی چیز یہود کے نزدیک نہ ہو سکتی تھی۔ اور ساری عمارت کے در و دیوار سور کے گوشت کا شور باجھڑک چھڑک کے ناپاک کیے گئے۔ اور یہودیوں میں اسے جس کسی نے سور کا گوشت کھانے یا جیو پٹر کے نام پر بھینٹ چڑھانے۔ یا بچوس دیوتا کی نذر کے لیے ایک خاص بوٹی کو جو "ایوی" کہلاتی تھی جلوس اور دھوم دھام کے ساتھ لیجانے سے انکار کیا سخت بے رحمی اور ظالمانہ سختیوں کے ساتھ قتل کیا گیا۔ دو یہودیہ عورتوں کو جنھوں نے اپنے بچوں کا خنہ کر دیا تھا یہ سزا دی گئی کہ اُن کے بچے اُن کے گلے میں باندھ کر لٹکائے گئے اور ان بچوں سمیت شہر پناہ کی بلندی سے نیچے ٹپک کے مار ڈالی گئیں۔ محرم مفتی یہود ابتر اور ایک مان اور اُس کے سات بیٹے اسی وقت کے مشہور ترین شہیدوں میں تھے۔ مگر بہت سے یہودیوں نے اطاعت قبول کر لی۔ خاص حرم الحرم کے اندر جیو پٹر دیوتا کی ایک قربان گاہ تعمیر کی گئی۔ اور اس سے پہلے کبھی کسی زمانہ میں بھی عبادت الہی ایسی خطرناک حالت میں نہ نظر آئی تھی جیسا کہ ان دنوں نظر آرہی تھی۔ کیونکہ خانہ خدا ناپاک کیا گیا اور مقدس ایوان دین اور عام اسرائیلی لوگوں نے کیساں طور پر خواہ بہ جبر و اکراہ یا بہ رضا و رغبت بے دینی اختیار کر لی۔

آخر کار ارض یہود کے ایک چھوٹے شہر میں جس کا نام "سودن" تھا ایک مقام اور جوش مخالفت کی آواز بلند ہوئی۔ انطیوگوس کا ایک افسر دیوتاؤں کے سامنے

نذرین چڑھانے کے لیے لوگوں کو جمع کر رہا تھا کہ نسل ہارون کے ایک اسرائیلی کو جو
 ”متھتھاس“ کے نام سے مشہور تھا غصہ آگیا۔ وہ بڑی جوان مردی کے ساتھ بگڑ کھڑا
 ہوا۔ طیش میں آکے ایک یہودی کو جو جیو پھڑ کی قربان گاہ پر نذر چڑھا رہا تھا قتل کر ڈالا
 اور اُس کے بعد اپنے بیٹاں اور چند اور یہودیوں کو لے کے مخالفت پر آمادہ ہو گیا
 اور اُس کے سچے جوش نے کچھ ایسا کہاں دکھایا کہ بہت سے اسرائیلی جمع ہو گئے۔ یونانیوں
 کو شکست دی اور وہ جان بچ کر قتل کیے گئے۔

یہ لوگ بہت سے یونانیوں اور بت پرستوں کو قتل کر کے اپنے خاندان والوں کو لے
 کے پہاڑوں پر بھاگ گئے۔ جان اور بہت سے دیندار یہودی اُن سے آئے اور زور و
 شور کے ساتھ دشمنوں پر جہاد شروع کر دیا۔ خود متھتھاس زیادہ زمانہ تک زندہ نہیں
 رہا اور مرتے وقت اُس نے اپنے دینی بھائیوں کی سرداری اپنے تیسرے بیٹے
 یہودا کو دی جو اپنی شجاعت کی وجہ سے مکائیوس یعنی پھوڑے والا کہلاتا۔ یہ یہودا
 اُن لوگوں میں تھا جنہیں خدا کی مدد پر پورا بھروسہ تھا۔ اور اُس کی امید کے مطابق
 خدا نے اُس کی مدد بھی کی۔ چنانچہ بہت بھڑکی جماعت سے اُس نے تین دفعہ
 یونانیوں کے پورے لشکر کو شکستیں دے دیں اور ساری ارض یہودا کو اُن کے قبضہ
 میں نکال لیا۔ اب متواتر فتوح حاصل کر کے اُس نے بیت المقدس کی راہ لی۔ ادب و
 تعظیم سے شہر کے اندر داخل ہوا اور پورے تین سال بعد عین اُسی تاریخ جس دن کہ
 حرم ربانی جیو پھڑیو تا کی نذر کیا گیا تھا وہ شرک کی نجاست سے پاک کیا گیا اور پھر
 توحید کی آواز بلند ہوئی۔ لیکن صیہون کی پہاڑی پر بیدین یہودیوں کی ایک جماعت
 قبضہ کیے ہوئے تھی۔ جنہوں نے اپنے موحّد و خدا پرست ہم وطنوں کو بہت ستایا۔

انطوگوس اپنی فالس نے ایران پر ایک چڑھائی کی تھی وہیں اُسے یہودیوں کے غلبہ
 اور اپنے افسروں کی ناکامیوں کی خبر پونجی۔ طیش میں آکے نہایت ہی گھبراہٹ کے
 ساتھ تھوڑے دنوں میں روانہ ہوا۔ مگر راستہ ہی میں تھا کہ ناگمان ایک ایسے
 تکلیف دہ صیبت کے معرض میں مبتلا ہو گیا کہ کسی حال میں عین نہ آتا تھا اس کے ساتھ اُس کے

اپنے مظالم مقدس چیزوں کی بے حرمتی اور سچے موحدون کی اذہار سنانی کی۔ دھانی تکلیف اُس مرض کی تکلیف سے کچھ کم نہ تھی۔ بہر حال جناب سرور کائنات سے ۳۲ برس پہلے وہ مر گیا اور اُس کا بیٹا انطیگوس یو پا تو ر اُس کا جانشین ہوا مکا نیو کس اور اُس کے ہمراہیوں کے مقابلہ پر اُس نے بھی لڑائی جانی رکھی اسی اثنا میں انطیگوس کے چچا زاد بھائی امیطریوس نے اُسے تخت سے اتار دیا اور اُس کے ساتھ ہی یہود نے رومیوں سے دوستی و صلح کی درخواست کی۔ لیکن قبل اُس کے کہ اُن کے سفیر رومیوں کے پاس واپس آئیں ان دیندار یہودیوں اور اُن بدین اسرائیلیوں سے جو رومیوں کے اثر سے بت پرست ہو گئے تھے ایک سخت لڑائی ہوئی جس میں دینداروں کو بڑی بھاری شکست ہوئی۔ مگر یہود اُسے بھائی جانے تھے کہ جھنڈے کے نیچے دیندار یہودیوں نے پھر جیت ہو کے بڑی بڑی بہادریاں دکھائیں۔ اور روز بروز اپنے ہم قوم دشمنوں سے زیادہ حقوق حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ ۳۷ قبل محمد میں اُنھوں نے ایک نئی سند حکمرانی و فرمان فرمائی حکومت شام اور دولت روم دونوں سے حاصل کر لی اور تسلیم کر لیا گیا کہ وہ آزاد اور خود مختار ہیں۔

مگر ان خدا پرست یہودیوں میں بھی لوگوں کے دلوں پر خود غرضیاں طاری تھیں جو نے تھن کو اُس کے بھائی شمعون نے دغا بازی کی راہ سے مار ڈالا اور تو می حکومت اپنے ہاتھ میں لے کے یہودیوں کا فرمان روا بھی بن گیا اور مقتدا سے اعظم بھی قرار پایا شمعون کے بعد اس کا بیٹا یہودیوں کا حکمران و مقتدا ہوا۔ اور اُس کے بیٹے ارستوبول کو کچھ ایسی عزت و عظمت حاصل ہو گئی کہ اُس نے بادشاہی کا لقب بھی اختیار کر لیا۔

ان میں سے پہلے مقتدا سے یہود کے بیٹے اونیاں کو انطیگوس اے پی فالنس نے جلا وطن کر دیا تھا۔ وہ بیت المقدس سے نکل کے مصر میں گیا۔ اور وہاں یہودیوں کی ایک بڑی نوآبادی قائم کر لی۔ اور اپنا ایک معبد بھی تعمیر کر لیا جو اُس سے پیشتر کسی زمانہ میں آئی اُس دیوتا کا مندر قرار دیا گیا تھا۔ اس طریقہ سے اشعیا پیغمبر کی پیشین گوئی پوری ہوئی کہ ”مصر کے پانچ شہر کنعانی زبان بولیں گے“

فصل چہارم یونان کا کلیہ مفتوح ہوجانا و سترہ قبل مجسمے کے قبل محمد بنک

اسی زمانہ کی شکست کے بعد سے مقدونیہ کا بادشاہ فلپ دولت روم کا مطیع و منقاد رہا۔ لیکن دل ہی دل میں اُسے رومیوں سے نفرت تھی اور اُن کی جانب سے اُس کے سینہ میں بغض و عناد کے سوا کچھ نہ تھا اُس کے ان دلی جذبات و خیالات کا واسطہ اُس کا بیٹا پرسیوس ہوا۔ اُس نے سترہ قبل محمد بن مقدونیہ کے تخت پر قدم رکھا۔ اور تخت نشین ہوتے ہی آزادی حاصل کرنے کی ایک آخری کوشش کی۔ چنانچہ مقدونیہ اور روم میں لڑائی چھڑ گئی۔ جس نے یونانیوں کی بہادری سے طول کھینچا۔ جب اس جنگ و بیکار کے سلسلہ کو ایک معتدب زمانہ گزر گیا تو رومیہ الکبریا سے لوقیوس ایلییوس پولکس جس کا باپ کانیا میں مارا گیا تھا پرسیوس کے قابض پھینچا گیا۔ اُس نے لڑائی میں بڑے بڑے کامیابان دکھائے اور آخر میں قس محمد بن پاپیڈا کے میدان میں اُس نے پرسیوس کو شکست دے دی۔ پرسیوس بے دست و پا ہو کر بھاگا۔ اور شکست خالی سے ابھر اُدھر مارا مارا پھرتا تھا کہ شہر سموطراقہ میں گرفتار کر لیا گیا۔ جب وہ گرفتار کر کے لوقیوس کے سامنے لایا گیا تو التجا کی کہ میرے ساتھ اور جو سلوک چاہے کیا جائے مگر میں شائف کے جلوس میں نہ نکلا جاؤں۔ اس کا پیچیدہ اور گول گول جواب لوقیوس نے یہ دیا کہ جس مہربانی کی تم مجھ سے درخواست کرتے ہو وہ تمہیں خود اپنی ذات سے حاصل ہو سکتی ہے۔ مطلب یہ تھا کہ تمہیں اختیار ہے چاہو تو خودکشی کر کے اپنے آپ کو اس ذلت سے بچا لو۔ رومیوں میں سچی خدا پرستی اور کسی سچی شریعت کے نہ ہونے کا ایک نمونہ یہ بھی تھا کہ خودکشی کو بہادری اور بلند حوصلگی تصور کرتے تھے۔ حالانکہ سچ یہ ہو کہ مصیبت سے بچنے کے لیے جان دے دینا ایک نہایت ہی ذلیل و بزدلانہ فعل ہے۔

لوقیوس علی العموم ایک شریعت انفس آدمی خیال کیا جاتا تھا اور یونانیوں کے علم و ہنر کی نہایت ہی قدر کرتا تھا مگر باوجود اس کے جب رومی سنیٹ کے پاس سے اس مضمون کا فرمان صادر ہوا کہ علاقہ ایپائرنس کے کم از کم چھ شہروں میں رومی سپاہیوں کو لوٹنے اور تاراج

کرنے کا موقع دیا جاسے تو اُس نے نہ اس میں کوئی غصہ کیا اور نہ ذرا تامل بلکہ فوراً لوٹ مار کی اجازت دے دی۔ اور واپس آگے شہر روم میں ایک اعلیٰ درجہ کی خزانگاہ کا لطف اٹھا یا دریا سے طہیر کے دہانے سے رومۃ الکبریٰ تک خود پر سیوس کے شاہی بجرے میں بیٹھ کے سفر کیا۔ اور وہاں پہنچتے ہی بڑے بھاری جلوس اور بڑے کرد فر کے ساتھ کبھی مل یعنی قلعہ روم میں اس شان سے داخل ہوا کہ آگے آگے وہ تھا اور اُس کے پیچھے پیچھے یونان کا بے نصیب بادشاہ طوق و سلاسل پہنے ہوئے جا رہا تھا اور سر سے پاؤں تک حسرتِ یاس اور زحمت و غم کا محسوس ہوتا تھا۔ اس تذلیل کے بعد پر سیوس شہر ابابون بھیج دیا گیا جہاں اُس نے اپنی حسرتِ نصیب زندگی کے باقی ماندہ دن پورے کیے۔

سلطنتِ مقدونیہ کے استیصال کے بعد رومیوں نے اپنے اصلی اور حقدار دوست اہل ایطولیہ کے ساتھ کچھ ایسا برتاؤ کیا کہ وہ اُن کی مخالفت پر اُٹھ کھڑے ہوئے مگر نیچا روم میں اتنا دم کمان تھا دم بھر میں کھل کے رکھ دیے گئے۔ اور روم کی سینٹ نے صرف اتنے جرم پر کہ ایچا دالون کی لیگ نے ایطولیہ دالون کے شریک کرنے کا فقط ارادہ کیا تھا اُن سے استدعا کی کہ اپنے ایک ہزار اہل شہر کو قیدیوں کی طرح اسیر کر کے روم میں بھیج دو۔ اس حکم کے بموجب جو یونانی قیدی روم میں گئے اُن میں سب سے زیادہ ممتاز اور معزز پولی بیوس مورخ تھا جو شہر مگا بوموس کے ایک معزز شخص کا بیٹا تھا روم میں آگے وہ ایوی لیوس کا بہت بڑا دوست ہو گیا۔ اور ایوی لیوس نے اپنے دو بیٹے تعلیم و تربیت کے لیے اُس کے حوالے کیے جن میں سے چھوٹے لڑکے کو افریقانوس کے بیٹے اس کی بیٹی اپنا بیٹی بنایا اور وہ ایوی مائوس کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ جلاوطنان یونان سترہ سال تک رومۃ الکبریٰ میں رہے اس مدت میں انھوں نے بارہا واپسی وطن کے لیے التجا کی اور درخواستیں پیش کیں مگر سماعت نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ ایوی مائوس نے مجسٹریٹ کا تو سے سفارش کی کہ اس بارے میں آپ اپنے اخوسے کچھ کام لیجیے اور اُس کے بعد جب سینیٹ میں اس مسئلہ پر بحث ہوئی تو کانٹونے اُٹھ کے کہا "اس موقع پر یہ سوال کرنا غائباً محض اوقات ہی غنائع کرنا ہو گا کہ آیا یہ بے نصیب یونانی بڑے اپنی ٹیڈیان سرزمین ایتالیا کے

سپر دکرین گے یا ایچیا مین لے جائیں گے۔ اُس کی اس تقریر کا ایسا اثر ہوا کہ بعض لوگوں میں رحم کا جوش ہوا۔ اور اُن کے برائیکہتہ ہو جانے سے آخر کار غریب و مظلوم یونانیوں کو واپسی وطن کی اجازت ملی۔

رومیون نے فتح کرنے کے بعد یونان کی گردن پر حکومت کا جو بھاری سوار رکھ دیا تھا وہ اس قدر سخت اور غیر منصفانہ تھا کہ آخر تھک کے اور عاجز آ کے ایچیا والوں نے پھر مخالفت میں ہاتھ پاؤں مارنا شروع کیے۔ اس بغاوت کا حال معلوم ہوتے ہی رومیون کی طرف سے یوقیس مومیوس اُن کی سرکوبی کے لیے آیا۔ سرکش حامیان وطن سے لڑا۔ نہایت آسانی سے انھیں شکست دی اور کورنتھ میں داخل ہو کے شہر کو لوٹا۔ خوب تاخت و تاراج کیا اور اس کے بعد کورنتھ میں آگ لگا دی۔ تاکہ لٹے ہوئے مکانوں کا نام و نشان بھی نہ باقی رہے مختلف قسم کی دھاتوں کا جو سامان آرائش امرا کے مکانوں اور بت خانوں میں تھا آگ کے شعلوں میں لگھلا۔ اور اُن سب کے میل سے ایک خاص قسم کی مرکب وزنی دھات بن گئی جو کورنتھی پتیل کے نام سے مشہور ہوئی اور بت سازی کے لیے وہ بہترین دھات تصور کی جاتی تھی۔

اس لوٹ میں منتخب زمانہ تصویروں مورتوں اور اور قسم کی صنعتوں کا ایک بڑا بھاری ذخیرہ رومیون کے ہاتھ آیا۔ مومیوس ایک خشک مزاج جاہل پلے بی یعنی عامی تھا۔ اُس نے ان چیزوں کی قدر صرف اس وجہ سے کی کہ اور وں کو اُن کی قدر کرتے دیکھا اور اُن چیزوں کو جواز پر لاد کے جاز والوں کے سپرد کرتے وقت جب اُس نے یہ فقرہ کہا کہ "دیکھو اگر ان میں سے کوئی چیز بھی تلف ہوئی یا کھوئی تو تم سے نئی جھسری جائے گی" تو بہت متین اور منذب لوگوں کو بے اختیار ہنسی آگئی۔ مگر باوجود اس جہالت اور بے تیزی کے وہ بہت سے شائستہ و تعلیم یافتہ رومیون سے زیادہ دیانت دار تھا۔ اس لیے کہ مال غنیمت میں سے کوئی چیز بھی اُس نے اپنے قبضہ میں نہیں کی بلکہ جو کچھ ہاتھ آیا اُسے سلطنت کی جادو تصور کرتے روم میں بھیج دیا۔ مال غنیمت کی ان چیزوں میں سے کسی ایک کی قیمت بھی اُس نے نہیں لی۔ روم نے اکثر مٹی میں داخل ہوتے وقت ٹرائف کے موقع پر تو اُن سب

چیزوں کو اُس نے اپنے جلوس میں دکھایا۔ لیکن ٹرائف کے بعد ہی اُس نے اُس سارے ساز و سامان اور اُن قیمتی اشیاء کو سلطنت کے حوالہ کر دیا کہ اُن سے دار السلطنت کی پبلک کارٹون کی آراستگی میں کام لیا جائے۔

کارنتھ کی تاخت و تاراج اور اُس کی تباہی و بربادی کا یہ واقعہ سلاطنت قبل محمد میں پیش آیا۔ اور اُسی پر یونان کی باقی ماندہ آزادی کا باطل خاتمہ ہو گیا۔ اب ملک یونان روم کا ایک صوبہ تھا جو اچھیا کے عقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ اور اب چونکہ یونان ملکت دوم کا ایک صوبہ تھا لہذا اس کے بعد سے اُس کے عروج و زوال کے واقعات اور اُس کی پوری قسمت اپنے مالک رومیوں کے عروج و زوال اور اُن کی قسمت سے وابستہ تھی۔ اسے ٹی نیا (ایتھنز) اب بھی علم و فضل اور حسن و جمال کے اعتبار سے روم کے تمام صوبجات میں شہرت امتیاز رکھتا تھا۔ اور نو عمر رومیوں کی تعلیم و تربیت کے لیے وہ ایک قسم کا کالج قرار پا کرتا تھا۔

فصل پنجم

قرطاجنہ کی تیسری بڑائی (سلاطنت قبل محمد سے سلاطنت قبل محمد تک)

رومیوں نے اپنی جس گزشتہ فتح کے ذریعہ سے قرطاجنہ کی قوت توڑ دی تھی اُس پر انھیں اطمینان نہ تھا۔ لہذا اُن کے دل میں ٹھنی ہوئی تھی کہ جس طرح سب نے اپنے پرانے دشمن اہل قرطاجنہ کو وہ پوری طرح تباہ و برباد کر دین تاکہ اُنھیں پھر کبھی سر اٹھانے کی جرات نہ ہو سکے اس خیال کے ذہن نشین ہونے کے باعث وہ قرطاجنہ سے لڑائی چھیڑنے کے لیے کوئی بہانہ ڈھونڈ رہے تھے۔

ایسے موقع کے حاصل ہونے کے لیے اُنھیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا اور ایک بہانہ ہاتھ آ ہی گیا۔ نومید یا یعنی مراکش کے پرانے بادشاہ ماسی مس ساسے رومیوں سے دوستی تھی اور اُس کا سموں تھا کہ بارہ بار قرطاجنہ کی قلمرو میں گھس کے لوٹ مار کرتا تھا۔ اور رعایا میں سے اکثر لوگوں کو کچرے جاتا تھا اور قبل اس کے کہ کوئی مزاحم ہو وہاں سے چلا جاتا کیا عجب کہ اُس کی یہ میاں گیان خود رومیوں کے اشارے سے ہوئی۔

قرطاجنہ والوں نے جب دیکھا کہ نومید یا دوائے اپنی ان کارروائیوں سے کسی طرح باز نہیں آتے تو ان کے مقابلے کے لیے ہتھیار اٹھائے۔ اور وہ نومید یا دالوں سے لڑنے کو تیار ہوئے اور ادھر دولت روم سے پیام گیا کہ ”تمہارا یہ فعل خلاف معاہدہ ہے کیونکہ تم اقرار کر چکے ہو کہ ہمارے کسی دوست سے نہ لڑو گے۔ اور اسی منس ہمارا دوست ہے۔“ یہ پیام ہی نہیں گیا بلکہ محقق اسی بنیا و پر دولت روم نے قرطاجنہ کے مقابل اشتہار جنگ دے دیا۔

قرطاجنہ والے اپنی موجودہ کمزوری کو جانتے تھے جب ان کے قبضہ میں لڑائی کے اعلیٰ درجہ کے جہاز۔ لڑائی کے ہاتھی۔ قواعد دان سپاہیوں کا لشکر اور ہنی بال کا ایسا زبردست سپہ سالار موجود تھا اس وقت تو رومیوں سے وہ پیش نہ پاسکے اب اس کمزوری اور بے دست و پائی کے زمانہ میں ان کے لیے بھلا کیا امید ہو سکتی تھی؟ اسی خیال سے لڑائی سے بچنے اور رومیوں کی استقامت میں انھوں نے کوئی کوشش اٹھانے سے انہیں روک دیا۔ انھوں نے صاف اقرار کر لیا کہ دولت روم کی ناراضی دور کرنے کے لیے ہم ہر کام کے لیے تیار ہیں۔ اور جو شرطیں پیش کی جائیں چاہے وہ کیسی ہی سخت ہوں ہم قبول کر لیں گے۔ اسی قدر نہیں۔ انھوں نے ضمانت کے طور پر کھیل پیش کر دیے۔ اپنے اسلحہ حوالہ کر دیے۔ اپنے شہر کی قلعہ بندی بھی ہموار کر دی۔ مگر سب بیکار رہا۔ رومیوں نے ول میں تھان لی تھی کہ قرطاجنہ کو تباہی کر کے دم لین گے۔ لہذا کچھ سماعت نہ کی۔ اور ان کی عاجزانہ درخواست کا جواب دیا گیا یہ تھا کہ ”روم الکبریٰ کی سنیت کو سوا اس کے کہ تمام اہل قرطاجنہ اپنے شہر کو چھوڑ کے سمندر سے دور کسی اندرونی حصہ نامک میں چلے جائیں۔ اور وہاں اپنے لیے نیا شہر بسالیں جو ساحل سے بہت دور واقع ہو۔ اور قرطاجنہ بالکل ہموار کر دیا جائے اور کسی طرح سے اطمینان نہیں ہو سکتا۔“ یہ ایسی بات تھی جس کو قرطاجنہ والے کسی طرح قبول نہ کر سکتے تھے سب نے متفق لفظ کہا ”اس کا۔ روائی سے تو مرجانا بہتر ہے۔“ اور تیار ہوئے کہ جب تک دم میں دم میں رہیں گے مگر وطن اور کانون کو اپنے بھیتے جی بایاں ہموار نہ ہونے دیں گے۔ زن و مرد اور ختنے ختنے بچے تک جٹ گئے کہ جس طرح سبے جلد کی جلدی اپنے شہر کی دیوار میں پھر بنالیں۔ لو ہا پٹیل تاننا یا جو کوئی دھات فائدہ داری کی

جزیرہ اور برتنوں وغیرہ میں نظر آ یا سب کو گلا کے ہتھیار بنالیے گئے۔ یہاں تک کہ سوسنے اور چاندی کے زیور بھی اسی ضرورت کے لیے گلا ڈالے گئے اور عورتوں کو بجاے اس کے کہ ناک کان یا گلے میں کوئی زیور پہنیں یہ زیادہ اچھا معلوم ہوا کہ حامیان وطن کے ہاتھ میں کوئی حربہ ہو۔ قرقطاجنہ کے زن و مرد میں اس وقت جو جوش و خروش تھا۔ اُس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جنتیون کے لیے رسیوں کی ضرورت ہوئی تو نازک بدن و نازنین خاتونان قوم نے اپنی لمبی گھونگر و ارز لفین کاٹ دیں اور کہا جاؤ انھیں بیٹ بیٹا کے رسیاں بناؤ۔

روم کی طرف سے اسکی پومیلیا نوس (جس کی سفارش سے یونانیوں کو غلامی و اسیری سے آزادی اور واپسی وطن کی اجازت ملی تھی) اُن لوگوں کے مغلوب و مقبور کرنے کی خدمت پر مامور ہوا۔ وہ ایک بڑا لشکر عظیم لے کے ساحل افریقہ پر اُترا اور قرقطاجنہ کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن مسلسل ایک سال تک یہ حالت رہی کہ اسکی پیو کی تمام کوششیں یہاں کے بڑھیسب اور جان پر کھیلنے والے باشندگان شہر کی جانفشانیوں کے مقابل ناکام ثابت ہوتی رہیں۔ اہل قرقطاجنہ بھوک پیاس اور ہر طرح کی بلاؤں میں مبتلا تھے اور اس کے ساتھ اُن میں باہمی پھوٹ بھی تھی۔ لیکن رومیوں کے سامنے لڑائی سے کسی طرح قدم نہیں ہٹاتے تھے۔ لیکن رومیوں سے پیش پاتا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس کی پیو نے جب لڑ بھڑ کر شہر پناہ پر قبضہ کر لیا تو قرقطاجنہ کے ہر بلند اور مضبوط مکان کا دروازہ بند ہو گیا۔ اور اُن کا ہر گھر رومیوں کے مقابلہ میں ایک قلعہ بن گیا۔ مدت تک یہی حالت رہی کہ اہل قرقطاجنہ کا ہر مکان رومی سپاہیوں سے لڑنے والی ایک زبردست گڑھی تھا۔ اور بغیر سخت لڑائی اور مار و کھار کے رومی اُس پر قبضہ نہ کر سکتے تھے۔ ان لڑائیوں میں اس کی پیو کے بھی ہزاروں سپاہی کٹ گئے۔ اور مڑکون اور گلیوں میں آتش زدگی اور خونریزی روز بروز بڑھتی ہی جاتی تھی۔ مگر قرقطاجنہ ان کارروائیوں سے سمار و تباہ بھی ہوتا جاتا تھا اس عظیم الشان شہر کی تباہی و پامالی کا منظر ایسا عبرت ناک اور جگر خراش تھا کہ باوجود اپنے سپاہیوں کے مارے جانے کے جوش اور فیض و غضب کے خود اس کی پیو بھی تاب نہ لاسکا اور

اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور وجہ یہ ہوئی کہ قرطاجنہ کے عظمت و جبروت کو اس بے رحمی سے خاک میں ملتے دیکھ کے اُس کے دل میں خیال گزرا کہ ممکن ہے کبھی روم کے کبھی ایسا ہی زوال نصیب ہوا اور اُس کی مالی شان عارتوں سے بھی یوں شکستہ بلند ہوں۔

الغرض بد مذہب اہل قرطاجنہ کا کچھ زور نہ چلا اور رومی سینٹ کے حکم سے پُرانا عظیم الشان شہر قرطاجنہ تباہ ہو گیا۔ اور پوری طرح تباہ و سمار پامال کر دیا گیا۔ باشندوں میں سے جو بچتے بچے وہ آتے رہے۔ رومن کی طرح بچے اسے کئے اور گرہ کا مالک جو قرطاجنہ کی قلعہ دین شامل تھا روم کا ایک پامال حادثہ صوبہ بنایا۔ یہ عبرت خیز واقعہ سال قبل مسیح کا ہے۔ بلکہ رومیوں کے ہاتھوں بیان بھی ویسے ہی مظالم اور سنگدلی کے کرشمہ نظر آئے جیسے کہ آئین کے ہاتھوں سے جہز و زینت یونان کے شہر کو رستم بن نظر آچکے تھے۔ اس کی پہلی تاریخ و ملت کے پھر سے عزم ہوا اور روم میں آپس آیا۔ یہ معمول اُسے ایک مالی شان اور رافضی کی عزت ہوئی اور انہیں اوس کا مغز خطاب دیا گیا۔ اس کے بعد وہ سپانیہ میں بھیجا گیا۔ اس لیے کہ ملکہ وگروین کی بیٹی تھی۔ نہ خلیہ نازین کی مزارحت بڑے عیش و خوشی اور بڑی جہاد میں سے کر رہے تھے وہاں کا شہر خوبان۔ اس کے مقابلہ میں ملکہ دو سال تک لڑنا رہا اور آخر قحط کی سبب مہیہ بن اور کھیفون کے بعد جب ترمزہ کے لوگوں کو نظر آیا کہ اب ہم میں باطل و مہین باقی رہا ہے تو ان یاس نصیب نامرادوں نے بعوض اس کے کہ بے رحم دشمن کے آگے سر جھکائیں۔ ہم خونریزی کر کے اور ایک دوسرے کو قتل کر کے اپنی زندگیوں کا خاتمہ کر دیا۔ اور نامی سپہ سالار روم افریقانوس کو دوبارہ نظر آیا کہ جس کسی میدان کا وہ مرد میدان ثابت ہوتا ہے وہ تباہی دیا مالی ہی کا منظر ہوتا ہے۔ افریقانوس کے اخلاق اور ذاتی خصائل کا لحاظ کیا جائے تو وہ ایک مہربان رحم دل اور انعم اور فیاض سردار تھا۔ لیکن دیگر سردار روم کی طرح سلطنت کے ظالمانہ احکام کی تعمیل و بجا آوری میں اُسے بھی کوئی عذر شامل نہ کرنا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ کسی مغلوب و مستحق شخص کے پامال و تباہ کرنے

سے اپنی عظمت میں فرق نہیں آتا ہے۔

اسی زمانہ کے قریب پیر کاموس کے آخری بادشاہ اطالوس نے اپنی سلطنت دولت روم کے سپرد کر دی۔ اور رومیوں کا قدم ایشیائے کوچک کی زمین پر مضبوط جما دیا جس کے وسیع کرنے اور اس کے حدود کے آگے بڑھانے میں رومیوں نے کبھی کمی نہیں کی۔ اگرچہ اس کوشش میں انھیں بڑی بڑی خطرناک لڑائیاں لڑنی پڑیں۔

گیارھواں باب

رومیوں کی پولیسک پارٹیوں (۱۲۷ء قبل محمد سے ۱۲۷ء قبل محمد تک)

فصل اول

گرائی چھ ۱۲۷ء قبل محمد سے ۱۲۷ء قبل محمد تک

اب اس باب میں رومیوں کا نیا زمانہ شروع ہوتا ہے جیسی نصیحتیں پہلے رومیوں کے ہاتھ سے دوسری قوموں کو پہنچتی رہی ہیں ویسی ہی اب رومنہ الکبریٰ کو اپنے باہمی جھگڑوں اور سفیٹ اور رعایا کے اختلاف کی وجہ سے بہہ چنے لگی تھیں۔ گویا اپنے مظالم کا بدلہ رومیوں کو خود اپنی ہی ذات سے ملنے لگا تھا۔ ان نزاعوں کی وجہ سے ملک کون پر روز خون ریزی بہتی۔ اور آسے دن قتل و خون کا بازار گرم رہتا۔ اور آخر کار انھیں فتنہ انگیز یون کی بددلت وہ پڑانی آزادیانہ جمہوریت بھی تشریف لے گئی۔

پہلے پہل جس نے رومیوں کو پڑائی فیلنگ کے جوش کو پیدا کیا وہ جبرئیلوس سپروئوس تھا اس کے باب میں یہ پانچ لڑائیاں اور وہ ان کے دنوں آٹھامید انوں میں ہمارے دی دکھا کے نام سے معلوم کی تھی۔ اور اسکی پیرو قیقاٹوس اول کی بیٹی کو ریلیاٹس کی مان تھی۔ یہ کو ریلیاٹعلہ پانچ دہائیوں میں دیکھ کر انہام بلند و مستقبل مزاج اور زمانہ ہی مضبوط گیر کی طوالت تھی کہ سنی سامین بیوہ ہو گئی تھی۔ اور کہ بڑے بڑے مغرور نامی مردان روم نے شادی کے بہام وسیلے مگر اس نے مطلقاً کیا۔ کیا۔ رومی حوریتیں

یوگی میں زندگی کاٹ دینے کی بالکل عادی نہ تھیں۔ اور اس بارہ خاص میں کارنیلیا نہایت ہی غیر معمولی خاتون تسلیم کی جاتی تھی۔ دوسرا شادی نہ کرنے کا سبب یہ تھا کہ اُسے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا بڑا خیال تھا۔ چنانچہ انھیں نہایت ہی ہوشیار ہی اور داشت کے ساتھ پالا لکھیا یا پڑھایا اور فنون جنگ سکھائے۔ ایک مرتبہ رومہ الکبریتی کی ایک معزز خاتون کارنیلیا سے ملنے کو آئی تھی جس نے بڑے خروٹاز کے ساتھ اپنا تمام قیمتی زیور اور اپنے جواہرات اُسے دکھائے اور کہا "اے اب تم بھی مجھے اپنا زیور دکھاؤ" کارنیلیا نے اس کے جواب میں اپنے لڑکوں کو اُس کے سامنے لاکے کھڑا کر دیا اور بولی "لو بی بی میرے لعلوں کو بھی دیکھ لو۔ میں تو اپنا زیور انھیں کو سمجھتی ہوں"

کارنیلیا اپنے بیٹوں کے معاملہ میں انتہا درجہ کی حوصلہ مند بھی تھی۔ اور جب اُس کی لاڈلی بیٹی سم پر دنیا کی شادی اسکی بیوی یا اُس کے ساتھ ہوئی تو وہ اکشر کہا کرتی تھی۔ "یہ ان لڑکوں کی بر قسمتی ہے کہ میں گراچی کی ماں مشورہ ہونے کے بجائے ایک افریقائی لڑکی کی ماں اور دوسرے کی ساس کہلاتی ہوں۔ جیڑوس گراق چوس نے جیسے ہی ٹری بیون کا درجہ حاصل کیا۔ ایک نیاز منداری کا قانون سینٹ کے سامنے پیش کر دیا جس کا منشا یہ تھا کہ اراضی کی تقسیم از سر لڑکی جائے۔ دو متمدن روم نے پوری قوت اور نہایت جوش سے اس قانون کی مخالفت کی۔ لیکن پہلے بی لڑکوں کی کثرت نے اسے سے وہ قانون پس ہی ہو گیا۔ اس کے بعد گراق چوس نے اس سے بھی قدم آگے بڑھایا اور روز بروز سینٹ کو زیادہ پریشان کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ جب اُس کے ٹری بیون نے کی موت ختم ہوئی اور وہ دوبارہ منتخب ہونے کے لیے پیش ہوا تو اُس کے طرفداروں نے فورم میں بڑا شور و غوغا مچایا۔ اور سینٹ کے اجلاس میں جبر پہنچی کہ گراق چوس دم کا بادشاہ ہونے والا ہے۔ سینٹ والے یہ افواہ سُن کے نہایت ہی تلیش اور بڑے غیظ و غضب کے ساتھ فورم میں گھس آئے۔ اُن کی صورت دیکھتے ہی پہلے بی لوگ ہراس بھاگے۔ اس یورش اور ہنگامہ میں کسی کا لٹھ خود گراق چوس پر پڑ گیا جس کے صدمہ سے وہ اسی جگہ گر کے مر گیا۔ مخالفوں نے اُس کی لاش دریائے طبریا میں پھینک کے بہادی

اور اُس کے طرفداروں پر بھی لوگوں نے زعم کیا۔ چنانچہ اُس کے گروہ کے کم از کم تین سو آدمیوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا۔

طبرئوس گراتچوس کا بھائی قیوس عمر میں اُس سے نو سال چھوٹا تھا۔ اُس کی مان کو رنلیا نے کوشش کی کہ قیوس اُس راستہ پر نہ چلے جو بڑے بھائی کے حق میں جان تان ثابت ہوا تھا۔ مگر قیوس نے اُس کی ایک نہ سنی اور جیسے ہی اُس کو پہونچا کہ ٹری بیوں منتخب ہو کوشش کر کے ٹری بیوں کا رتبہ حاصل کر ہی لیا۔ یہ رتبہ اور اقتدار حاصل کرنے کے بعد اُس نے اپنے بھائی کے قانون زینداری کو جاری کر دیا۔ اور بھی بہت سی ایسی کارروائیاں کیں جو سلطنت کے حق میں اس قانون سے بھی زیادہ خطرناک تھیں اس کی بیوا بھی لیاؤس جسے قیوس کی بہن بیا ہی ہوئی تھی۔ اُن دونوں سینٹ اور پُرانے طرز حکمرانی کا بہت بڑا طرفدار تھا۔ وہ کچھ اس طرح اچانک مر گیا کہ لوگوں نے قیوس گراتچوس اور اُس کی بہن کے ذمہ یہ الزام عائد کیا کہ ان دونوں نے مل کے ایلی بیاؤس کو زہر دے دیا ہے۔ اگرچہ یہ اتہام بالکل بعید از قیاس تھا مگر اس کی اس قدر شہرت ہوئی کہ قیوس ٹری بیوں کی خدمت سے ہٹا دیا گیا۔ اور سینٹ نے موقع پا کے ارادہ کیا کہ اُس سے بعض امور کے متعلق جو اب طلب کرے سینٹ کے اس ارادہ کی جیسے ہی شہرت ہوئی۔ قیوس کے طرفدار بگڑ کھڑے ہوئے۔ ایک شورش مجاہدی اور اُن کا ایک زبردست گروہ اسے دن ٹائٹ پھاڑی پر جمع ہوا اور سینٹ کو دھکی دی کہ ہم اپنے معاملہ کا تصفیہ اپنے اسلمہ کی قوت سے کرائیں گے۔ قیوس کسی ایسی کارروائی کے لیے تیار نہ تھا۔ اور اتنی قوت نہیں رکھتا تھا کہ اپنے ملک اور اپنی سلطنت کے مقابل ہتھیار اٹھائے اور خونریزی کر کے کامیاب ہو۔ وہ ہتھیار کھول کے اپنے طرفداروں کے پاس گیا۔ اُن کو سمجھایا اور کوشش کی کہ اُن میں اور سینٹ میں صلح کراوے۔ کانسٹانٹین نے بعض اس کے کہ اُس کی تجویزوں کی طرف توجہ کریں مخالفوں کے مقابلہ پر ایک مسلح اور باضابطہ فوج بھیج دی۔ جس کی صورت دیکھتے ہی قیوس کے تمام پیرو دستبردار ہو گئے اور جس سے جدھر بنا بھاگ گیا۔ قیوس نے جب اپنی حالت ایسی نازک دیکھی

تو بھاگ کے ایک جھاڑی میں چھپ رہا جو رو میون میں متبرک تصور کی جاتی تھی۔ یہاں اُس کا ایک وفادار غلام ہمراہ تھا۔ قیوس نے اُس جھاڑی کے اندر پہنچتے ہی اُس غلام سے کہا ”مجھے مار ڈالو۔ غلام کو جرات نہ ہوتی تھی مگر آقا کے حکم سے سرتابی بھی نہ کر سکتا تھا۔ تلوار کا ایک زبردست وار مار ہی دیا۔ مگر جب دیکھا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے اپنے آقا کو قتل کیا ہے تو خود بھی اپنی تلوار پر اس طرح گرا کہ اُس کی زندگی کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ سینٹ نے وعدہ کیا تھا کہ جو کوئی گرا قیوس کا سر لائے گا اُسے وہ سر سونے سے تولیا جائے گا۔ اتفاقاً کسی شخص کو قیوس گرا قیوس کی لاش مل گئی اُس نے سر کاٹ لیا اور اُس میں گلا گلا کے خوب سیسہ پلا دیا۔ تاکہ خوب بھاری ہو جائے اور اُس کے عوض میں بہت سا سونا ہاتھ آئے۔ اس کے بعد گرا قیوس کے پیرؤن کا تعاقب کیا گیا اور جہاں ملے چرچن چرچن کے نہایت سفاکی دے رہی تھی قتل کیے گئے اور اب رو میون میں سفاکی و خونریزی کا مادہ اس سرعت سے بڑھ رہا تھا کہ چنہ ہی روز پہلے قیوس کے بھائی کے ہنگامہ میں جتنے آدمی مارے گئے تھے اُس کے دس گئے۔ یہ تین ہزار آدمی اس موقع پر قتل کیے گئے۔

کورنیلیا اب تک زندہ تھی۔ اپنے دونوں بے بہا لعلوں کے ضائع ہو جانے کے بعد اپنے ایک دیہات کے مکان میں جا کے عزت گزین ہو گئی۔ جہاں وہ سالہاں سال تک جی اور ہمیشہ نہایت عزت و حرمت کی زندگی بسر کرتی رہی۔ جب وہ مری تو اُس کی یادگار میں اُس کی ایک صورت بنا کے کھڑی کی گئی۔ اور اُس پر وہی لقب کندہ کر دیا گیا جو اُسے بہت پسند تھا اور اُسے بہت مشک ملا تھا۔ یعنی ”گرا قیوس کی ماں“۔

فصل دوم

مار یوس (۱۷۷۱ء قبل مجری سے ۱۷۷۲ء قبل مجری تک)

بوڑھے بادشاہ موری طانیہ یعنی ماسی نس سا کی وفات پر اُس کے بھتیجے یوگر تھا نے تخت پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ اور رو میون کے مقابلہ میں اڑائی ٹھکان دی۔ قیوس ما یوس (رومی ہزار)

اُسے یہاں تک عاجز کیا کہ اُس نے ایک دوسرے فرمانِ روائے ٹوٹی دیا (مرکش) کے پاس جا کے جس کا نام بوک کوس تھا پناہ لی۔ بوک کوس نے دغا بازی کی اور پکڑ کے اُسے رومیوں کے حوالے کر دیا۔ دولتِ روم کی طرف سے جو عمدہ دار اس خدمت پر مامور ہو کے بوک کوس کے پاس گیا وہ یوقیس کورنے یوس سی لائے۔ سی لائے چاہا کہ اس فتحزئی کو ماریوس سے ازراہ فریب چھین کے نامور ہی کا سہرا اپنے سر باندھ لے۔ چنانچہ اپنی انگوٹھی میں مہر کی جگہ ایک تصویر کھدائی جس میں دکھایا گیا تھا کہ وہ بوک کوس سے یوگر تھا کوئے رہا ہے۔ اسی مہر کو وہ خطوط اور معاہدوں پر ثبت کیا کرتا۔ اور دنیا پر ظاہر کرتا کہ موری طانیہ کا فاتح وہی ہے۔ یہ امر ماریوس کو نہایت ہی ناگوار ہوا۔ کیونکہ اس ملک کی فتح اور اس کامیابی کا حقیقی باعث وہی تھا۔

الغرض ماریوس اور سی لائین نہایت ہی عداوت پیدا ہو گئی۔ اور دونوں ایک دوسرے کو حقارت و نفرت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ ماریوس ایک پلے بی شخص تھا اُس کے مان باپ ایک گاؤں کے غریب و کم حیثیت لوگ تھے۔ جب وہ ایک معمولی ادنی سپاہی تھا اُس کی بہادری و شجاعت دیکھ کے اس کی پیوا سے می لیا نوس اس پر مہربان ہو گیا تھا اور رفتہ رفتہ ترقی دلا کے اُسے سلطنت کے اعلیٰ عہدوں پر پہنچا دیا تھا۔ وہ جاہل و غصب ناک شخص تھا اور بطارت کے کبر و نخوت اور اُن کی عیش پرستیوں کو نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا بچپن میں کسی بخومی کی زبان سے یہ پیشین گوئی سنی تھی کہ وہ سات بار کونسل کی معزز خدمت پر مامور ہوگا۔ اس لیے بیباکی کے ساتھ آرزو مند تھا کہ جس طرح بنے اس پیشین گوئی کو پورا کرے۔ اُس کے خلاف سی لاکورنے لیا کی نسل سے تھا۔ جو کہ روم کا معزز ترین خاندان تھا۔ وہ تمام عیوب جن کی وجہ سے بطارتہ روم قابلِ تزلزل ہو گئے تھے اُس کی ذات میں موجود تھے۔ مگر باوجود ان عیوب کے وہ متعدد جنگی نہایت ہی تعلیم یافتہ اور سوسائٹی کا مکمل نمونہ تھا۔ اس کے بعد جولائی چٹری قبری اور طیوٹون لوگوں کے مقابل تھی۔ یہ دونوں وحشی توہین جتین جن کی اہلیت کا پتہ نہیں۔ اگرچہ ناموں سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ قبری سے کلٹ لوگ مراد ہیں۔ اور طیوٹون سے مراد عظیم الشان قوم ٹیوٹامک کا کوئی گروہ ہے جو لوگ کہ بحر اسود سے نکل کے مغرب کی جانب پھیل گئے تھے۔ یہ توہین ایٹالیہ میں مہس پُرن

کا یا (جسنی) کا جو حصہ رومیوں کے قبضہ میں تھا اُس پر قابض و متصرف ہو گئیں۔ اور چند سال اُن ملکوں کو سخت نقصان پہونچاتی رہیں۔ روم سے جو فوج اُن کی سرکوبی کو گئی اُسے شکست دے دی۔ یہاں تک کہ ماریوس نے پہونچ کے پہلے شہر اُکس کے پاس اور پھر شہر ملان کے قریب اُنھیں دوز بردست شکستیں دیں۔ اس آخری شکست کے بعد اُن دیشیوں میں سے جتنے لوگ زندہ بچے انھوں نے اپنے جو رو بچوں کو قتل کر کے خود بھی خودکشی کرنی۔ اور مملکت اِیطالیہ ہمیشہ کے لیے اُن کی دست برد سے محفوظ ہو گئی۔

ماریوس پانچ دفعہ کونسل مقرر ہو چکا تھا۔ اب رشوتیں دے دے کے اور تفرقہ پسند پہلے بی لوگوں سے طرح طرح کے وعدہ کر کے پھر کونسل منتخب ہوا۔ پہلے بی لوگوں کی ان دنوں رومہ الکبریٰ میں یہ حالت ہو رہی تھی کہ ارکان سینٹ کو جو اس وقت تک نہایت ہی معزز و محترم رہتے تھے قحارت کی نگاہ سے دیکھتے۔ اور انھیں سلطنت کا دشمن تصور کرتے۔ اس زمانہ میں سرکش گروہ کا سب سے زیادہ پسندیدہ مسلہ یہ تھا کہ اِیطالیہ کے دوسرے باشندوں کو بھی روم کا سٹی زن تسلیم کیا جائے۔ مگر سینٹ کو اس میں سختی کے ساتھ اختلاف تھا۔ جو ڈرتے تھے کہ اگر اس قدر کثیر تعداد نئے ووٹ دینے والے پیدا ہو گئے تو لوگوں پر ہمارا جو کچھ اثر ہے تشریف لیجائے گا۔ آخر کار اہل اِیطالیہ نے اپنا مقصد پورا کرنے کے لیے ہتھیار اُٹھائے۔ اور ماریوس اُن کے مقابلہ پر مجبور کیا گیا۔ یہ لڑائی جو سوشل وار (تدنی لڑائی) کہلاتی ہے تین سال تک ہوتی رہی۔ اور آخر ۱۵۱ قبل محمد میں اس بات پر ختم ہوئی کہ رومی شہرین ہونے کے حقوق تمام اہل اِیطالیہ کو دے دیے گئے۔ سوا سامنی قوم والوں کے جو اب تک لڑے جاتے تھے۔ چند شرطیں البتہ ایسی لگا دی گئی تھیں جن سے سینٹ والوں کو امید تھی کہ وہ اصلی رومیوں کو ووٹ ملنے سے محروم نہ ہونے دیں گی۔ ادھر روم میں تو یہ جگہ دے پا رہے اُدھر پونطوس کا بادشاہ متھیری داطیس ارض مشرق میں قوت پکڑ کے دولت روم کے لیے ایک جڑا بھاری خطرہ بن گیا۔ اس کے مقابلہ کو ایک لشکر روانہ ہونے والا تھا جس کی سپہ سالاری کے لیے ماریوس اور سی لا دونوں سامعی تھے۔

سی لائون دونوں کو نسل تھا۔ اور سینٹ نے باغیہ طور پر اسے اس خدمت پر مامور کیا تھا۔ مگر ماریوس کو یہ گوارا نہ تھا۔ اُس نے اپنے گروہ کے لوگوں کو جمع کیا اور انھیں لے کے فورم میں چڑھ گیا۔ بطریقوں کو وہاں سے زبردستی مار کے نکال دیا۔ اور اُس کے ہمراہیوں نے اسے سپہ سالار روم تسلیم کر لیا۔ سی لائون اس زمانہ سے بھاگ کے اپنے لشکر میں پہنچا اور اُن وفاداروں کو جمع کیا جو ہر حال میں اُس کا ساتھ دیتے تھے۔ انھیں لے کے وہ شہر روم میں آیا۔ پٹنی لوگوں کے غلبہ حاصل کیا اپنی سپہ سالاری کی دوبارہ تجدید کی۔ سینٹ کو پھر حسب سابق بحال اور جمع کیا۔ اور اُس کی پہلی حکومت قائم کی۔ ماریوس اُس کے آتے ہی بھاگ بکھڑا ہوا۔ اور سیلانیہ میدان خالی پا کر یوپیٹیس گورنر نے یونان اور قیوس اور قیوس اور قیوس کو کونسل مقرر کر کے اُن سے حلف لی کہ نظام سلطنت کو اُسی آئین پر قرار رکھیں گے جس پر کہ وہ چھوڑے جاتا ہے اور خود اپنا لشکر کے سر پر حملہ کرے۔ ماریوس یہاں سے بھاگا تو فریقہ کی راہ لی۔ مگر باد مخالف نے سواحل ایتالیا سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ مجبوراً ایتالیا ہی کے ساحل پر ایک غار میں چھپ کے بیٹھ رہا جس کے دہانہ پر گھاس کا پردہ پڑا تھا۔ مگر قسمت نے لوگوں کو اُس کا پتہ بتا ہی دیا۔ جنھوں نے گرفتار کر لیا اور شہر میں لے آئے۔ میں لیجا کے قید کر دیا۔ روم کی سینٹ نے قطعی حکم جاری کر رکھا تھا کہ وہ جہاں ملے قتل کر دالا جائے اس حکم کی تعمیل کے لیے ایک سپاہی قید خانہ میں بھیجا گیا۔ قید خانہ تنگ و تاریک تھا۔ اور ماریوس زمین پر پڑا ہوا تھا۔ وہ سپاہی اندر گھسا تو اُس کی ہیبت اور اندھیرے کے باعث سہما ہوا تھا اور کانپ رہا تھا کہ اُس کی خوف زدہ آنکھوں کو نظر آیا جیسے ماریوس کی آنکھوں سے شعلہ نکل رہے ہیں۔ ان شعلوں کی بجلی سے اُس پروردہشت طاری ہوئی۔ اتنے میں ماریوس بادل کی طرح گرج کے بولا۔ قیوس ماریوس کے قتل کی تجویزات ہو سکتی ہے؟ یہ آواز سننے ہی وہ سپاہی اُٹھے پاؤں بھاگا اور کمال بدحواسی کے ساتھ چلاتا جاتا تھا کہ ”میں اُسے نہیں مار سکتا!“ ”میں اُسے نہیں مار سکتا!“ اس کے ساتھ ہی اہل شہر کو یاد آیا کہ اُسی ماریوس نے کبھی کس چیز سے ہم اہل ایتالیا کے حقوق کی حمایت کی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب اُس کے بچانے پر آمادہ ہو گئے۔ اُسے ایک جہاز دی جس پر سوار ہو کے وہ ساحل افریقہ پر پہنچ گیا۔ یہاں وہ قراطید کے ویران کھنڈوں اور ستونوں میں مارا مارا پھرتا تھا کہ وہاں کے رومی دہلی نے حکم بھیجا ”یہاں سے چلے جاؤ“

جو شخص یہ حکم لایا تھا ماریوس نے اُس کی صورت دیکھی اور بے پروائی سے کہا "اُس سے
 جانے کہ دنیا کون دیران کھنڈرون میں تم نے قیوس ماریوس کو بیٹھے دیکھا ہے۔"
 اس اثنائ میں رومہ الکبریٰ میں یہ واقعات پیش آئے کہ جن دو کونسلوں کو کسی لا
 متہرا کے گیا تھا، جن میں باہم نزاع پیدا ہوئی۔ اور قنہ اپنے حریف سے مغلوب ہو کے
 جلا وطن کر دیا گیا۔ قنہ کو پتہ لگ گیا کہ ماریوس قرطاجنہ کے کھنڈرون میں موجود ہے۔
 اُس کے پاس پیام بھیجا کہ آپ آئے میری مدد کیجیے۔ یہ پیام ملتے ہی ماریوس نہایت طیش
 کے ساتھ واپس آیا۔ اور وہی چلتی پھرتی لگائے ہوئے جو قرطاجنہ کے کھنڈرون میں اُس کے
 جسم پر تھے روم میں داخل ہوا۔ اب تک نہ اُس نے خط بنوایا تھا۔ اور نہ بال کٹوائے تھے۔
 اور صورت بالکل وحشی و زندوں کی سی ہو رہی تھی۔ ساحل ایتالیہ پر قدم رکھتے ہی اہل ایتالیہ
 اور مغرور غلاموں کا ایک زبردست لشکر اُس کے گرد جمع ہو گیا جسے لے کے روم پر حملہ آور ہوا
 رومہ الکبریٰ کے مضبوط بچاؤ کے دعواد کر کے کھلوا دیے۔ اور انتقام کی کارروائی شروع
 کر دی۔ سب لاکے دوستوں کی بڑی بھاری تعداد قتل کر ڈالی گئی۔ جن میں بڑے بڑے
 نامور و معزز ارباب سینٹ بھی تھے۔ مظالم کا اس پر بھی خاتمہ نہیں ہوا۔ ماریوس جب
 قتیابون کی شان سے شہر کی سڑکوں پر گزرا تو عام حکم دے دیا کہ جس کسی کے سلام کا میں
 جواب نہ دوں وہ بلا سائل قتل کر ڈالا جائے۔ اور ایک خلقت عظیم اُس کے قدموں کے
 نیچے کاٹ کے ڈال دی گئی۔

یہ قتل و خونریزی روزانہ جاری تھی۔ اور غلاموں کی دست بردوں نے ایسا ہنگامہ
 مچا رکھا تھا کہ رومہ الکبریٰ ایک ہیبت اور غضب اتنی کا منور بن گیا۔ یہاں تک کہ
 کوئنطوس برعور یوس نام ایک معزز سردار روم کو غصہ آ گیا جس نے حماقت سے
 ماریوس ہی کی طرف درسی کی تھی۔ وہ اپنے سپاہیوں کو لے کے نکلا اور فتنہ انگیز غلاموں
 کے انبؤہ پر ٹوٹ پڑا۔ اور ایسا قتل عام کیا کہ ایک ہی شب میں اُس نے چار ہزار
 غلاموں کو نیزوں سے چھید کے ڈال دیا۔ یون کوئنطوس کی عافیت سے خونریزی
 موقوف ہوئی۔

اب ماریوس ساتوین بارہ کونسل مقرر ہوا۔ مگر اس حد سے بہرہ یاب ہونے کی زیادہ مہلت نہ ملی۔ جلاوطنی کی مصیبتوں نے اُس کے تمام قومی بیکار کر دیے تھے۔ اور کونسل منتخب ہونے کے سو لھویں دن ۵۷۰ قبل محمدین مر گیا۔ جبکہ اُس کی عمر اکھتر برس کی تھی۔ اگر اس دس سال پہلے ہی وہ مرجاتا تو غالباً اُس کے حق میں بھی اچھا ہوتا اور دولت روم کے حق میں بھی۔ کیونکہ نہ وہ ذلیل و بے خانمان ہوتا اور نہ یہ قتل عام ہوتا۔

فصل سوم

سی لا۔ (۶۵۹ قبل محمد سے ۵۷۰ قبل محمد تک)

متھری و اطیس شاہ پونٹوس جس کے مقابلہ پر سی لاروانہ ہوا تھا سواہنی بال کے رومیوں کو اور جیسے حریفوں سے مقابلہ کرنا پڑا اُن سب میں زیادہ قابل و ہنرمند فرمان روا تھا۔ وہ قدیم کیا فی شاہان ایران کی نسل سے تھا اور یونانی مذاق کی تعلیم پائی تھی۔ پچیس زبانوں میں گفتگو کر سکتا تھا۔ اور فن طب کا ایک متبحر عالم تھا۔ اُس کی مستعدی و جفاکشی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ قابل حیرت تھی۔ اور اکثر ایسا ہوا کہ جب لوگوں کو ہر طرف سے مایوسی ہوئی تو اُس نے کوئی نہ کوئی تدبیر سوچ کے صورت فلاح ضرور پیدا کر لی۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ دغا باز اور ظالم بھی تھا۔ اُس کی سلطنت کا آغاز ہی اس سے ہوا کہ مان اور بھائی کو قتل کر ڈالا۔ رعایا میں سے بھی اکثر لوگ اُس کی دشمنی خون آشتام کی نذر ہوئے۔ اور اُس کے عیوب میں سے ایک یہ بھی تھا کہ بڑا شرابی تھا۔

ایشیا کے جو ممالک قلمرو روم میں داخل تھے اُن کا ایک بڑا حصہ اُس نے اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور اُن تمام شہروں میں جو رومیوں کی حکومت سے آزاد ہونا چاہتے تھے احکام جاری کر دیے کہ جیسے رومی یا اہل ایتالیہ ملین ایک عینہ شب کو صبح ہونے سے پہلے قتل کر ڈالے جائیں۔ اس حکم کو اہل ایشیا نے بڑی خوشی سے قبول کیا کیونکہ رومیوں کا سلوک اُن کے ساتھ بہت ہی بُرا تھا غرض بڑا بھاری قتل عام ہوا جس میں نہ عورتیں چھوٹی گئیں نہ بچے اور تقریباً اسی ہزار آدمی مار ڈالے گئے۔ اس کے بعد اُس نے یونان میں لشکر بھیجا اور اسے ٹی نیا اور بت سے

مشہور شہروں پر قابض ہو چکا تھا کہ سی لاپنے رومی شکر کو لیے ہوئے آپہنچا۔ اُنی کا پر پھر
پتہ بقیہ کیا اور تھری واپس کو اس طرح متواتر اتنی شکستیں دین کہ آخر اُس نے مجبور ہو کر
صلح کی درخواست پیش کر دی۔

سی لاس نے یہ درخواست خوشی سے قبول کی۔ کیونکہ ان دنوں اُسے رومۃ الکبریٰ سے
بالکل لگاکہ اسد نہ ملتی تھی اور گرد و نواح کے علاقوں کو لوٹ لوٹ کے وہ اپنی زندگی
بسر کرتا اور فوج کو پاں رہا تھا۔ علاوہ برین اُسے وطن واپس جانے کی بھی جلدی تھی تاکہ
اپنے اُن دوستوں کے خون کا بدرے جو ماریوس کے طرفداروں کے ہاتھ سے قتل ہوئے
تھے۔ انھیں اسباب سے اُس نے تھری واپس کو اس بات پر مجبور کر کے کہ اپنے مفقود
علاقہ کا ایک بڑا حصہ واپس کر دے۔ صلح نامہ پر دستخط کیے اور رومۃ الکبریٰ کی راہ لی
تھے تو خود اپنے ہی ایک سپاہی کے ہاتھ سے مارا جا چکا تھا مگر باغیوں کا گردہ اب تک
روم پر قابض تھا۔ وہ لوگ سی لاس کے مقابل فوج کشی کرنے پر آمادہ ہو گئے مگر سی لاس
پہنچتے ہی سرکش سپاہی جن کا معرل تھا کہ کوئی ممتاز افسر لا اور اُس کے ساتھ ہو گئے
اپنی جماعت سے ٹوٹ ٹوٹ کے اُس سے ملے۔ فقط تھوڑے سے سامنی لوگ مخالفت پر
اڑے رہے جن کو خاص روم کی شہر پناہ کے نیچے اُس نے فاش شکست دی۔ تین ہزار کو
اسیر کر لیا۔ اور فتح مذی کے ساتھ شہر روم میں داخل ہوا۔

اب سی لاس کے انتقام لینے کی باری آئی۔ اُس نے ماریوس سے بھی بڑھ کے بلکہ بڑھا
زیادہ غوریزی کی۔ اور تمدن کے قوانین نظام عالم کے سفید صفحہ پر جتنے دھبے اُس کا جاں
حریف بھی نہیں لگا سکتا تھا اُس نے باوجود تعلیم یافتگی کے اپنے ہاتھ سے لگا دیے۔ اُس کی
غوریزی کا آغاز اس سے ہوا کہ پہلے تو وہ تین ہزار سامنی اسیر قتل کیے گئے۔ اور جب
اُن کے چہینے چلانے کا شور دہان ہو پناہ جان ارکان سینٹ جمع تھے اور اُن کا خیال
اس شور کی طرف متوجہ ہوا تو سی لاس نے کہا آپ اپنا اجلاس کیے جائیے۔ یہ چند محاسن
کا شور ہے جنھیں منرا دی جا۔ ہی ہے۔ اس کے بعد سی لاس کو سینٹ نے ڈک لے کر مقرر کیا۔
وہ ہر روز سوار ہو کے نکلتا اور جن لوگوں کو اپنا دشمن تصور کرتا اُن کی ایک کثیر تعداد

جماعت روزانہ قتل ہو جاتی۔ یہاں تک کہ ارکان سینیٹ نے گھبرا کے اور اس بے اطمینانی سے عاجز آ کے التجا کی کہ آپ ایک ساتھ بتا دیجیے کہ کون کون لوگ قتل ہوں گے اور کون زندہ رکھے جائیں گے۔ تاکہ جن لوگوں کو زندہ رہنا ہے اُن کے دل سے موت کا دھڑکا دور ہو۔ اُن کی درخاست کے مطابق سی لانے واجب اسفل لوگوں کی ایک فہرست بنا کے فوراً میں آویزاں کرادی۔ جس میں تقریباً نو ہزار آدمیوں کے نام درج تھے۔ مگر آخر میں یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ "جن لوگوں کے نام بعد یاد آئیں گے اس فہرست میں اضافہ کر دیے جائیں گے" اس میں صرف انہیں لوگوں کے نام نہ تھے جو خاص سی لاکے دشمن تھے۔ بلکہ سی لاکے ہمارے ہیون پیروں اور سپاہیوں میں سے بھی اگر کسی کو کسی سے عداوت و مخالفت تھی تو اُس بیچارہ کا نام بھی اس میں موجود تھا۔ بہت سے ایسے بھی تھے جن سے سی لاکے کسی ہمارے ہی سے زینداری کے متعلق ڈانڈا اینڈی تھی۔ چنانچہ ایک غریب سہم ہوئے آدمی کی زبان سے اس فہرست میں اپنا نام دیکھ کے یہ الفاظ نکلے۔ "آہ ابیری موت کا باعث میرا مقام ابا دالامکان ہے" یہ کہہ کے چنبدی قدم کیا ہوگا کہ سی لاکے ایک سپاہی نے چہری بھونک کے اُس کا کام تمام کر دیا۔

یہی کشت و خون ایلانیہ کے تمام صوبوں اور ضلعوں میں جاری تھا یہاں تک کہ تمام علاقہ خاصہ علاقہ ساسنی ام بالکل ویران و تباہ ہو گئے۔ بہ ہزار خرابی بھرہ سی لاکے خون کی پیاس کچی اور اب وہ اُس حکومت کے از سر نو قیام کرانے پر آمادہ ہوا جسے ماریوس اور برٹس نے درہم و برہم کر دیا تھا۔ اس کام میں اُس نے نہایت ہی دانا ئی و قابلیت ظاہر کی مگر اس اعلیٰ طرز حکومت کو دیکھ کے اور افسوس ہوتا ہے کہ جن ہاتھوں سے اُس کی بنیاد پڑی وہ کتنی بڑی خونریزی کر چکے تھے۔ اور کتنے بڑے کشت و خون کے بعد رومہ الکبریٰ کو یہ حکومت نصیب ہوئی۔

جب تمام استقامات قائم ہو گئے۔ اور اس نظام حکمرانی نے سٹی زن لوگوں کی تعظیم بہت بڑھادی تو سی لانے ڈک سٹے ٹرکے عمدہ کو چھوڑ دیا اور اپنے علم و فضل کے مذاق کے مطابق لٹری کا سون میں مشغول ہوا۔ خود اپنا ایک تورک لکھا۔ اور

عجیب بات یہ ہے کہ اُس کے کس ہونے کے دوسرے ہی دن مر گیا۔ موت کا سبب یہ ہوا کہ کئی ناگوار واقعات پر اُسے یکایک ایسا طیش آیا کہ ایک رنگ بھٹ گئی۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ مدت سے کسی ملک مرض میں مبتلا تھا جسے سخت جرائم کی سزا کی طور پر تھانے اُس پر نازل کیا تھا۔ بہر تقدیر اُس کی موت ۶۴۷ھ قبل محمدین ہوئی۔

فصل چہارم

پوم پے ای (۶۴۷ھ قبل محمد سے ۶۳۲ھ قبل محمد تک)

سی لارومتہ الکبریٰ کو جس حالت میں چھوڑ گیا تھا وہ تقریباً بیس سال تک قائم رہی۔ اس مدت میں سب سے زیادہ مربر آوردہ شخص مارتوس طویوس تی فرد تھا۔ اصلیت کے لحاظ سے اُس کا شمار سواروں کے طبقہ میں تھا۔ اور پیشہ کے اعتبار سے وہ معنی تھا۔ بڑا صاحب علم تھا۔ اور فصاحت و بلاغت میں دسے موس تھے نیز کے بعد اُسی کا درجہ ہے۔ اس کی رائے ہمیشہ صائب رہتی۔ اور ملک کی فلاح ہی کی فکر میں لگا رہتا۔ اُس میں تبختر و غیرہ کی قسم کے چند عیوب بھی تھے۔ مگر باوجود اُن کے عہد قدیم کے مصلحان ملک میں سے کسی کا دامن اس قدر بے داغ نہیں ہے جس قدر کہ اُس کا تھا۔ اپنے کونسل ہونے کے زمانہ میں اُس نے سلطنت کے خلاف ایک سازش کا پتہ لگا یا جس کا سرخانا تو قیوس سر جوس قاطیاتی نام ایک بر معاش تھا۔ اس موقع پر اُس نے جو فصاحت و بلاغت کا جوہر دکھایا ہے اُس کے مشہور ترین کمالات علمی میں شمار کیا جاتا ہے۔ اپنے دوستوں کے نام اُس نے جو خطوط لکھے تھے وہ بھی اس وقت تک موجود ہیں جن کو دیکھ کے رویوں کے ادخار و اطوار اور اس عہد کے خیالات کی تصویر نظر کے سامنے آ جاتی ہے۔

مارتوس پور قیوس قاتو بھی اُس زمانہ کا ایک نہایت ہی منصف مزاج اور راست باز شخص تھا مگر اپنے مابین لوگوں کی طرح اُس کا بھی یہ خیال تھا کہ ایک سفر کی قابلیت اسی میں ہے کہ درست مزاج ہو۔ اور اُس کا طرز عمل ناگوار ہو۔ چنانچہ وہ نہایت مطرد تھا۔ اور اپنے تبختر کو اس طریقہ سے ظاہر کرتا کہ سیل جول میں دشتی تھی۔ اور وضع و لباس میں سب

لوگوں سے الگ رہتا۔ ان باتوں کی وجہ سے لوگ اُسے ہر بہت میں ناپسند کرتے اگرچہ
بہ ظاہر سب کو اُس کی تعظیم کرنا پڑتی۔

مگر تی قرد اور قاقود دونوں میں سے سپہ گراور بہاد کوئی بھی نہ تھا۔ اس دور میں
تیسوریت رومہ کی فوج کا انصر اعلیٰ قیوس پوم ہے ای یوس ماگ توُس تھا جو زیادہ تر
پوم پے ای اعظم کے نام سے مشہور ہے۔ جس نے نہایت کمسنی ہی کے زمانہ میں سی لاکھ
زیرنگرائی اپنے آپ کو چمکانا شروع کر دیا تھا۔ ملکی خدمات پر وہ اسپین صقلیہ اور فریقیہ
میں بھیجا گیا تھا۔ قبل اس کے کہ کسی اعلیٰ خدمت پر مامور ہو ہنوز پچیس ہی برس کی عمر
تھی کہ اُسے شرافت کی عزت و ناموری حاصل ہو گئی۔ جہاں کہیں وہ والی ملک بنا کے
بھیجا گیا وہ ملک سرسبز ہو گیا۔ اور وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے ہاتھوں کو ہمیشہ سخت گیری و
دست برد سے روکے رہا جس مرضی میں سارے رومی سردار تبتلا تھے۔ وہ خراج گزار اور
منفوج رعایا کو نا انصافی و بے رحمی سے محفوظ رکھتا تھا۔ بحیرہ روم کو اُس نے دریائی
لوٹیردن کے ایک گروہ سے صاف کر دیا۔ اُن لوگوں نے تی لی قیا کے قلعہ کو اپنا
امن قرار دے کے سمندر میں آفت مچا رکھی تھی جو کوئی رومی جہاز یونان کی طرف
روانہ ہوتا اُسے گھیر کے پکڑ لے جاتے۔ اور جو لوگ اُن کے ہاتھ میں گرفتار ہوتے ان کو
بہت کچھ زبردیہ لے کے چھوڑتے۔ اسی طرح اُس کے پاس کے سواحل پر سے مردود
عورتوں اور بچوں کو پکڑ لے جاتے۔ اور غلاموں کی طرح دیگر مقامات میں لے جا کے فروخت
کر ڈالتے۔

پوم پے ای ان بحری ڈاکوؤں پر غالب آیا۔ اُن کے قلعہ تی لی قیا تک میں
جا کے اُن کا محاصرہ کیا اور یہاں تک مجبور کیا کہ اُنھوں نے اپنے جہاز دن کو اور خود
اپنے شہین اُس کے حوالہ کر دیا۔ ان لوگوں کو مغلوب و مقبور کر کے اُس نے بجائے
اس کے کہ اُنھیں پکڑ کے قتل کر ڈالے یا بازاروں میں فروخت کرے یہ کارروائی کی
کہ اُنھیں اُن شہروں میں جو ساحل سے فاصلہ پر تھے آباد کر دیا۔ اُن کے لیے پیشہ اور
مشاغل پیدا کیے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی روز بعد وہ لوگ امن و دست اور تمدن

بن گئے۔ اس کے بعد اُس نے متھری واطیس کے مقابلہ میں فوج کشی کی جو تھوڑے زمانہ
 سے بنی نیا پر قبضہ کرنے کے لیے ایک رومی لشکر سے لڑ رہا تھا جس کا سپہ سالار یوتیس تھا۔
 یوتیس کی اس محکم کو پورے کرنے کے لیے پوم پے ای آپونچا تو متھری واطیس کی دشواریاں
 بڑھ گئیں۔ تاہم وہ بڑا بہادر اور ہوشیار فرمان روا تھا۔ جان پر کھیل کے نہ مغلوب ہو سکے
 دسے جوش سے لڑا۔ جب اپنے پہلے لشکر کے تباہ و غارت ہو جانے کا اندیشہ ہوا تو اُس نے
 نیا لشکر جمع کر لیا۔ اور حیرت انگیز ہوشیاری اور مستعدی ظاہر کی۔ مگر اس کا کوئی علاج
 نہ تھا کہ خود اُس کے بیٹے فارناقیس نے اُس کے ساتھ دغا بازی کی۔ ایسے نازک وقت پر
 رومیوں کے ہاتھ بین اسیر ہونے کی ذلت سے بچنے کے لیے اُس نے زہر کھا لیا۔ اتفاقاً اُسے
 ایک مدت سے دھڑکا لگا رہا تھا کہ کوئی بچے زہر نہ دے دے جس سے بچنے کے لیے اُس نے
 اپنے آپ کو تیانی جزا کے استعمال کا اس قدر عادی بنایا تھا کہ زہر کا اُس پر کچھ اثر نہ ہوا۔
 جب یون بھی زور نہ چلا تو اپنے ایک غلام کے ہاتھ سے اپنے آپ کو قتل کرا ڈالا۔
 پوم پے ای نے اس لڑائی کے انامین سارے علاقہ مشرق میں بڑی بھاری عظمت حاصل
 کر لی۔ اور ایک بار شہر دمشق میں ایک دربار کیا جس میں بارہ سے کم باج گزارا صاحبان
 تاج و تخت شریک نہ تھے۔ جن میں ایک انطیموکوس ایشیا طیس تھا جو کہ خاندان سلوکوس
 نکا طور کا آخری وارث تھا۔ اُسے طگرائیس شاہ ارمن نے ارض شام سے نکال کے باہر
 کر دیا تھا اور اب چونکہ اُس کا حریف متھری واطیس کے ساتھ مغلوب و مقتول ہو چکا
 تھا لہذا اُس نے رومیوں سے التجا کی کہ اپنے خاندانی تخت پر بٹھایا جائے مگر رومی سردار
 پوم پے ای نے اس کی شنوائی نہ کی۔ اور ارض شام دولت روم کا ایک صوبہ
 بنالی گئی۔ بطلمیوس اوسے طیس یعنی نے نواز بھی اس دربار میں تھا جو مختلف
 انقلابوں کے باعث تخت مصر سے محروم ہو گیا تھا وہ دولت روم کے ایک دوست کی
 عنایت سے ملک مصر پر پھر قابض و مقرر کیا گیا۔

ہرقانوس اور اسطوبونوس جو بھائی بھائی تھے وہ بھی پوم پے ای کے دربار میں
 شریک تھے۔ یہ دونوں ارض فلسطین کی حکومت کے دعویدار اور ایک دوسرے کے

مخالفت تھے۔ اس طوبو جس نے ایک طلائی انگور پوم پے ای کے سامنے نذرانہ۔
 مین پیش کر کے اُسے اپنا طہر بنانا چاہا مگر جب دیکھا کہ ہر قافوس کا طہر معلوم
 ہوتا ہے تو پیک کے بیت المقدس میں پہنچا اور لڑنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ مگر
 پوم پے ای بھی اُس کے پیچھے ہی تعاقب کرتا ہوا جا پہنچا۔ شہر کو محاصرہ کر کے فتح کر لیا۔
 اور اس رومی فاتح پوم پے ای کی جرأت یہاں تک بڑھی کہ ہیکل سلیمانی کے اندر داخل ہوا۔
 اسی قدر نہیں حرم الحرم کے اندر بھی گھس گیا جدھر قدم بڑھانے کی کسی اسرائیلی کو بھی جرأت
 نہ ہوتی تھی۔ اس کی مزامین پوم پے ای پر کوئی فوری عذاب تو نہیں نازل ہوا مگر لوگوں
 کو نظر آ گیا کہ اسی بے ادبی کے وقت سے اقبال نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اُس نے
 ہر قافوس کو فرمان روا اور مقتدائے دین بنایا۔ انطی پاس نام ایک اڈومی نژاد شخص کو بھی
 یونٹ موسوی کا پابند تھا دولت روم کی طرف سے محافظ ارض یہود اقرار دے دیا جو
 ہر قافوس پر بالادست تھا۔

فصل پنجم

پہلا اتحاد: (۱۹۱۹ء قبل محمد تک)

پوم پے ای یہ الوالغز می کا سفر ختم کر کے جب رومہ الکبریٰ میں پہنچا تو دیکھا کہ اتنے
 دنوں کی عدم موجودگی سے میری ہر دل غیزی مین بڑا فرق آ گیا ہے۔ اور لوگوں کا زیادہ تر
 رجحان لی تیئٹس قراس سوس کی جانب ہے۔ جو دو لہند کے لقب سے مشہور تھا۔ اور
 جس نے چند فرار شدہ سواروں اور تیوس یویوس قیصر کا ہنگامہ فرو کر دیا تھا۔
 یویوس قیصر (جو لیس سینر) اعلیٰ خاندان بطارق سے تھا۔ اس کے خاندان کو
 دعویٰ تھا کہ وہ لوگ اسے لیا س کے بیٹے یویوس کی نسل سے ہیں اور اسی کے نام سے
 اُن کا خاندانی لقب بھی ماخوذ ہے۔ لیکن اُس کی جہی کی شادی مار یوس کے ساتھ ہو گئی
 تھی جس تعلق کی بنا پر اُسے شورش پسند لوگوں کی جماعت سے بھی ایک واسطہ پیدا
 ہو گیا تھا۔ ماسوا اس کے اُس نے سوز کیا تو صاف نظر آیا کہ ادنیٰ طبقہ واسے رومیوں کا

ساتھ دینے سے میں سلطنت میں اعلیٰ قوت بھی حاصل کر سکوں گا اور سینٹ کی قوت کو بھی توڑ سکوں گا۔ دراصل وہ عجیب و غریب کارناموں کا شخص تھا۔ بہت تعلیم یافتہ۔ بڑا انشا پرداز۔ اور اعلیٰ ترین سپہ سالار تھا۔ مگر عجیب تھا تو یہ کہ نہایت ہی شہوت پرستی اور کاپلی کی زندگی بسر کرتا تھا۔ فراج کے اعتبار سے اپنے اکثر ہم عصر کے دیکھتے اگرچہ بالذات ظالم و جابر نہ تھا لیکن اس کی بھی چادانہ تھی کہ میری اوالو الغریبہ کتنی جانیں قربان ہو گئیں۔ پوم پے ای نے جب یہاں پہنچے کے پہ رنگ دیکھا کہ سینٹ کو میری ایشیا کی اعلیٰ کارگزاریوں کی تصدیق کرنے میں بھی تاخیر اور پس ریش نہ تو سب میری ایشیا کے ایک بڑی بھاری غلطی ہو گئی جو اُس کی زندگی کی تمام تفرشیں سمجھ رہے تھے اور جس نے دولت جمہوری روم کی آزادی کو ہمیشہ کے لیے پامال کر دیا۔ وہ غلطی یہ تھی کہ اُس نے قیصر اور قراس سوس کے ساتھ ایک معاہدہ کر لیا۔ جس کا مختیار تھا نہ یونان کے ملک ہو جائیں۔ اس معاہدہ کا نام رومی زبان میں طری پوم دیپرا (اتحاد نامہ) قرار دیا گیا۔ اس معاہدہ کی رو سے تینوں کا فرض تھا کہ ایک دوسرے کے مدد و معاون رہیں۔ اور سلطنت کو اپنا مطیع بناتے اور اُس کے دشمنوں کے زیر کرنے میں بھی تینوں اپنی اپنی قوت سے دوسروں کی رفاقت کریں۔ آخر سینٹ کو ان سرداروں کی عظمت ماننے پر مجبور ہونا پڑا۔ چنانچہ اُس نے قیصر کو گالیاں (جرمن) کی سلطنت اور ایک فوج دی۔ قراسوس کو ایشیا کا صوبہ دیا۔ اور پوم پے ای نے مشرق میں جو کارگزاریاں دکھائی تھیں ان کی تصدیق کی اور اُسے اسپین کا پردو کونسل بنا دیا۔

قراس سوس اپنی خدمت پر روانہ ہو کے یروشلیم (بیت المقدس) میں پہنچا جہاں جاتے ہی اُس نے حرم ربانی کا خزانہ لوٹ لیا۔ اور وہاں سے فوج لے کے پار تھیا والوں کے مقابلہ کو روانہ ہو گیا۔ جب سے ارض شام قلمرو روم میں داخل کر لی گئی تھی پار تھیا ایک سرحدی علاقہ بن گیا تھا۔ وہاں ایک جنگجو قوم آباد تھی جو نہایت ہی اچھے شہسوار اور بڑے چابکدست تیرانداز تھے۔ ان کی لڑائی کی یہ شان تھی کہ دشمن جب حملہ کرتے بھاگ کھڑے ہوتے مگر دُور سے تیروں کا ایسا میچہ بر سادیتے تھے

کہ حملہ آورون میں سے بہت کم لوگ اُن کے ہاتھ سے جان بڑھ کے گھر جاتے جسو پٹا مہا
 (ارض عراق) کے میدانوں میں داخل ہوتے ہی قراس موس دشمنوں کے زخم میں گھر گیا۔
 اُس کے بہت سے ہمراہی سوار و دلہل میں پھنس کے رہ گئے۔ غرض رومی سپاہیوں میں سے
 سوا چند لوگوں کے جنہیں قیوس تاسیوس لائی نیوس نام ایک افسر ارض شام میں واپس
 لے آیا سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ خود قراس سوس کا یہ حشر ہوا کہ پار تھیا کے بادشاہ
 نے اُس کا سر کاٹا۔ اور اُس کی حرص و ہوس پر مضحکہ اُڑانے کے لیے سونا گلا کے اُس کے
 منہ میں بھر دیا۔ قراس سوس اگرچہ غریب الوطنی میں مارا گیا مگر اپنے بیٹے کے لیے ایک
 بڑی بھاری دولت چھوڑ گیا تھا۔ بطحا حد سے زیادہ نفول خرچ تھا۔ ساری دولت
 چند ہی روز میں اُڑا دی۔ اور جب مفلس ہوا تو لوگ بنا۔ نے اور ذلیل کرنے کے لیے
 اکثر اُسے قراس سوس دی ویس یعنی قراس سوس دولت مند۔ کے لقب سے پکارا کرتے
 اور قراس سوس پر تو یہ آئین نامزل ہوئیں اور قیصر علاقہ کارلارمین پہنچا
 تو وہاں فتوحات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ وہاں وہ مسلسل نو سال تک رہا۔ اور اُس زمانہ
 میں سخت معرکہ ارایون کے بعد اُس نے سارے گالیا کو فتح کر کے وہاں کے تمام دلیر
 باشندوں کو مغلوں کا مطیع بنالیا۔ اور اُس کی کارگزاریوں سے گالیا بھی دولت روم کا
 ایک صوبہ بن گیا۔ اسی سلسلہ میں یولیوس قیصر نے دو مہینہ جزیرہ انگلستان پر بھی بھیجی۔
 کیونکہ یہ پہلا رومی سردار ہے جس نے پہلے پہل کوشش کی کہ انگلستان کو بھی قلمرو روم میں
 داخل کرے۔ اُس کی ان دو مہینوں میں سے پہلی مرتبہ تو اُسے صرف اس قدر کامیابی
 حاصل ہوئی کہ ساحل انگلستان پر لڑ بھڑ کے اُتر گیا۔ اور دوسری بار دریائے ٹیمس کے
 شمالی علاقوں تک بڑھ گیا۔

مگر اس سارے زمانہ میں باوجود ان کامیابیوں اور کارگزاریوں کے اُس کی اصلی
 غرض یہ نہ تھی کہ سلطنت کی خدمت بجا لائے اور دولت روم کو ترقی دے۔ بلکہ اُس کا دلی مقصد
 یہ تھا کہ ایسی اعلیٰ درجہ کی فوج تیار کرے جو اُس کی ذات سے وابستہ اور اُس کی جان نثار
 ہو تاکہ اُس کی مدد سے وہ سینٹ پر غالب آئے اور ساری دولت روم پر قابض و متصرف ہو جائے۔

پوم پے ای روم ہی میں مقیم رہا۔ اُس کی فوج اُس کے پاس تھی اور اُس کے نائب اُس کے نام سے اسپین پر حکومت کر رہے تھے۔ اہل روم کے خوش کرنے اور دارالسلطنت کی سوسائٹی میں وقار حاصل کرنے کے لیے اُس نے دھوم دھام سے کئی ضیافتیں کیں جن میں وحشی درندوں کی لڑائیوں کے عظیم اشان تماشے دکھائے گئے۔ انھیں ضیافتوں میں پہلے گینڈہ الا کے ہل روم کے سامنے پیش کیا گیا جس کی صورت سے رومۃ الکبریٰ والوں کی نگاہیں نا آشنا تھیں۔ علاوہ برین ان دعوتوں میں پانچ سو شیر ببر قتل ہوئے۔ ڈراما کے فیسل بھی ہوئے۔ اور سواروں کے کرتب بھی دکھائے گئے۔ اور پوم پے ای نے ان قومی دعوتوں میں یہاں تک اوالغرمی دکھائی کہ خود اپنے صرف سے ایک نیا ایمنی تختہ تعمیر کرادیا۔

بنیاد اُس سے اور قیصر سے بڑی دوستی تھی۔ اور اُس سے اس قدر وابستہ تھا کہ اپنے اتر کو اُس کی موافقت میں کام میں لاتا۔ اور سیٹ کو کبھی سر نہ اٹھانے دیتا۔ لیکن جب قیصر کی خود غرضانہ اوالغرمیان زیادہ نمایاں اور عالم آشکارا ہونے لگیں تو پوم پے ای نے اپنے اگلے اصول پھر اختیار کر لیے اور جوش و خروش کے ساتھ سلطنت کی تائید کرنے لگا۔ قیصر علاقہ کال کو پوری طرح مغلوب کر کے واپس روانہ ہوا اور مارقوس انطونیوس نام اپنے ایک دوست کے ذریعہ سے جوڑی بیون کی خدمت پر نامور تھا سینٹ کے سامنے یہ درخواست پیش کی کہ پوم پے ای کو اس بات پر مجبور کیا جائے کہ میرے داخلہ سے پہلے اپنی فوج کو توڑ دے۔ اُس کی اس درخواست کے قبول کرنے سے انکار کیا گیا اور انطونیوس مذکور رومۃ الکبریٰ سے بھاگ کے قیصر کے پاس پونچھا اور اُسے اطلاع دی کہ آپ کا روم میں آنا خطرے سے خالی نہیں۔

مگر قیصر نے اُس کی پروا نہ کی۔ اپنے لشکر کو لے کے اور آگے بڑھا۔ اور گومانفت تھی کہ بغیر سینٹ کی اجازت کے کوئی لشکر اُس کی قلمرو میں نہ داخل ہو وہ کمال بے باکی کے ساتھ ہمزمین روم میں گھس آیا۔ علاقہ کال اور قلمرو ایتالیہ کی سرحد پر ایک ندی ہے جو رومے قون نکلتی ہے۔ اُس سے پار ہوتے وقت قیصر چند لمحوں تک پس و پیش

مین رہا کہ اُتروں یا نہ اُتروں مگر آخر دل مضبوط کر کے اُتر پڑا۔ اور اُسی وقت سے قریب اُسر
 کے طور پر یہ محاورہ پڑ گیا کہ جو کوئی شخص گوگو کے عالم سے یکسوئی کر کے کسی مہرینِ قائم
 رکھ دے۔ اُس کی نسبت کہتے ہیں کہ ”روئے قون سے پار ہو گیا“ جیسے ہی یہ خبر دتمر لکھی
 مین پہونچی سینٹ نے پوم پے اسی کو اپنی حمایت پر مامور کیا۔ ان دنوں روم مین کوئی
 زبردست شکر موجود تھا اور نہ فوری طور پر کوئی ایسا لشکر مرتب کیا جاسکتا تھا جو قیصر کے
 کارزار میں وہ سپاہیوں کا مقابلہ کر سکے۔ پوم پے اسی فوج جمع کرنے کے لیے جنوبی
 اٹلی لایہ مین گیا۔ پھر یونان کی راہ لی۔ اس سفر میں تمام ارکانِ سینٹ۔ کونسل۔ اور تقریباً
 وہ تمام شخصیات جو پرانی وضع سلطنت سے علاقہ رکھتے تھے اُس کے ساتھ ساتھ تھے
 پوم پے اسی فوج کی جستجوئی کرتا رہ گیا اور قیصر نے پوم پے اسی کے ان لشکروں کو جو اپنی
 مین تھے شکست دے کے رومہ الکبریٰ پر قبضہ کیا اور اُس کے تعاقب مین یونان کی
 راہ لی۔ پوم پے اسی اپنی کمزوری دیکھ کے مقابلہ سے بچتا تھا مگر آخر اُسے مقابلہ
 کرنا ہی پڑا۔ تحصیل کے شہر فرسالا مین ایک بڑی بھاری لڑائی ہوئی جس مین اب
 پوم پے اسی شکست کھائے بھاگا۔ بال بچوں کو لے کے جاز پر سوار ہوا اور اسکندریہ
 کی راہ لی۔ جس بطلیموس کی اُس نے تاج بخشی کی تھی اور صاحبِ مہر سلطنت بنایا تھا
 وہ تو مر چکا تھا مگر اُس کے بیٹے سے امید تھی کہ اگلے حقوق کا کچھ پاس و لحاظ کرے گا۔
 جیسے ہی بندرگاہ مین داخل ہوا ایک کشتی اُس کے استقبال کو آئی اور وہ ایک
 شریف رومی شخص کے ساتھ اُتر کے کنارے گیا۔ کشتی ساحل سے لگی اور اُس نے
 کشتی سے قدم باہر نکال کے زمین پر رکھا ہی تھا کہ ایک دغا باز رومی نے پیچھے سے
 آ کے پہلو مین چھری بھونک دی۔ اور پوم پے اسی اُسی جگہ ڈھیر ہو گیا۔ اُس کا سر
 کاٹ لیا گیا۔ بے دمڑ کی لاش رات تک دریا کنارے پڑی رہی یہاں تک کہ اُس
 شریف رومی نے جو اُس کے ساتھ اُتر تھا اور ایک دوسرے رومی سپاہی نے مل کے
 جازون کے ٹوٹے ہوئے تختہ جمع کر کے ایک چتا بنائی اور لاش کو اُس پر رکھ کے جلایا
 پوم پے اسی کی بی بی اور اُس کے بیٹے نے اپنے جاز پر سے اُس کو مارے جاتے دیکھا تو

فوراً اجازت کا گھر اٹھا دیا۔ اور اُس ربے و فاسر زمین سے بھاگ کھرے ہوئے۔ پوم پے اسی کا بیٹا سکس ملوس نشوونما پا کے ایک معزز و ممتاز شخص ثابت ہوا جو اپنے باپ کی بہت سی خوبیوں کا وارث تھا۔

فصل ششم

یولیوس قیصر (۶۹ ق م) سے (۱۹ ق م) قبل مسیح تک

پوم پے اسی کے تعاقب میں یولیوس قیصر بھی ارض مصر میں پہنچا۔ سرزمین مصر پر قدم رکھتے ہی اُس کے حریف کامراس کے سامنے لاکے پیش کر دیا گیا۔ جسے دیکھ کے اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ کیونکہ اگلی دوستی کے ساتھ خدا جانے کیا کیا باتیں اور کون کون کون صحبتیں یاد آئیں گی۔ اس کے بعد یولیوس مصر کی تخت نشینی کا جھگڑا چکانے میں مصروف ہوا۔ سابق فرماں روا بطلمیوس اولے طیس مرتے وقت وصیت کر گیا تھا کہ اُس کا بیٹا بطلمیوس اور بیٹی قلوبطرہ (کلیوپٹرا) بالاشتراك سلطنت کریں۔ لیکن فومر بادشاہ نے اپنی جوشیا رہن کو نکال باہر کیا۔ قلوبطرہ نے بھائی کو بے مہر دیکھ کے ایک فوج بھیج کر لی اور آمادہ ہوئی کہ اپنے حقوق کو بزور شمشیر حاصل کرے۔ لیکن یہ سن کے کہ یولیوس قیصر سردار روم اسکندریہ میں آیا ہوا ہے فریادی بن کے اُس کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ یہاں پورخ کے معلوم ہوا کہ قیصر کے دربار تک رسائی محال ہے تو پُر فتن قلوبطرہ نے یہ چالاکی کی کہ اپنے آپ کو کپڑوں کے ایک گٹھرمیں بندھوا دیا۔ اور ایک شخص تاجر انہ حیثیت سے اُس گٹھر کو لے کے قیصر کے محل میں پہنچا۔ اُس کے سامنے جب وہ گٹھر کھولا گیا تو اُس میں سے قلوبطرہ نکلی جس کے دل فریب حسن و جمال کو دیکھ کے قیصر بہوت رہ گیا۔ رعب حسن سے ہنوز لب ہلاسنے کی جرأت نہ ہوئی تھی کہ قلوبطرہ نے فریاد کرنا شروع کی۔ اور اُس کی دلکش آواز اور ناز آفرینی کی آواؤں نے اُس کے دل پر اور بھی قبضہ کر لیا۔ انفرن قلوبطرہ نے اپنے حسن کے جادو سے یولیوس قیصر کو ایسا گرفتار کیا کہ ۱۰ سال تک مصر ہی میں پڑا رہا۔ اور سو قلوبطرہ کی ناز و جزا کی کے دنیا و مافیہا سے بے خبر تھا۔ یولیوس نے بلا تکلف قلوبطرہ کو گلاہر مہر بنا دیا۔ اور اُس کا بھائی

مطیس دریا ئیل میں ڈبو دیا گیا۔ دو سال کے بعد یو یوس قیصر معر کو چھوڑ کے ایشیا کی نظر روانہ ہوا۔ وہاں سولون کے اندر متحری داپس کے دغا باز بیٹے فرناقیس کو شکست دے کے مطیع فرمان بنایا۔ اور جہاز پر سوار ہو کے افریقہ کی راہ لی۔ جہاں قاتو اور پرائی جمہوریت کے اور بہت سے زبردست حامی جمع تھے۔ اور ان لوگوں نے سوری طانیہ کے بادشاہ یرباسے تعلقات بڑھائیے تھے۔

یہاں بھی لڑائی ہوئی۔ اور قیصر نے مقام تھاپ سوس میں ایک دوسری نیاں اور مکمل فتح حاصل کی۔ اب قاتو نے اپنے دوستوں کو ابھارا کہ شہر عقیقہ کے محاصرہ میں استقلال دکھائیں مگر کچھ نتیجہ نہ ہوا۔ تب اُس سے جہاں تک بنا اس بات کی کوشش کی کہ انھیں ہاں سے بھگا دے۔ مگر اب وہ بالکل مایوس تھا۔ اور اُسے یقین ہو گیا کہ روتہ الکبریٰ کی آزادی و جمہوریت تشریف لے گئی۔ حیثیت نے اس کو بھی گوارا نہ کیا کہ تختیاب قیصر کی اطاعت قبول کرے۔ دینی امید و آرزو کا جلوہ اُس کی نظر کے سامنے نہ تھا۔ آخر سب طرف سے مایوس ہو کے اپنے چھڑی مار لی۔ اُس کے دوستوں نے اُسے زندہ پایا اور زخم باندھ دیا۔ لیکن قاتو نے اپنی پٹی خود ہی نوچ کے پھینک دی اور اُسی کے ساتھ دم بھی توڑ دیا۔ قیصر جب اُس کی لاش پر پہنچا تو اُس کی لاش جہاں کی طرف خطاب کر کے کہا "قاتو تیرے حسد نے اس کو بھی گوارا نہ کیا کہ اپنی جان بچائے ہی کی عزت نبھے حاصل ہونے دے۔"

اب روتہ الکبریٰ اور اُس کی ساری قلم و کا پورا مالک قیصر تھا۔ جمہوری سلطنت کے تمام حامیوں نے یا تو اطاعت قبول کر لی یا مارے گئے۔ اور سینٹ مجبور تھا کہ اُس کی مرضی پر چلے۔ اور اُس کا تابع فرمان رہے۔ وہ مدت العمر کے لیے ڈک ٹر ہو گیا۔ اور ان کارروائیوں کے بعد روتہ الکبریٰ میں واپس آیا تو مسلسل چار دن چار ٹرمینوں کی عزت حاصل کی ان ٹرمینوں میں اُس کے فتوحات مشرق کے انظار کی غرض سے ایک جھنڈا نکالا گیا جس کے پرچم پر یہ الفاظ لکھے تھے "دے نی۔ وی دی۔ وی سی" (میں آیا۔ میں نے دیکھا۔ میں نے فتح کیا۔) ان الفاظ سے اس جانب اشارہ تھا کہ میں نے کس طرح جھٹ پٹ فرناقیس کی فتح حاصل کر لی۔ اس کے بعد اُس نے

لوگوں کو بہت سافلہ اور روپیہ تقسیم کیا۔ اپنے سپاہیوں کو زمینیں دیں۔ حتیٰ زن شہب
یعنی رومی نثراد ہونے کے حقوق زیادہ وسیع کیے اور اس طریقہ سے اپنی ہر دلعزیزی
بہت بڑھائی۔

یومیوس قیصر کو منجملہ اور باتوں کے لئے لند (لندن) کی اصلاحات میں بھی شہرت
موصول ہے۔ کیلنڈر کا افلاک لند ہے نکلا ہے جو کہ لاطینی زبان میں مہینہ کے پہلے دن
یعنی غزہ کا نام ہے۔ اس لیے کہ اُس زبان میں مہینہ کے دن ٹھٹھوں ناموں سے یاد کیے جاتے
تھے۔ رومیوں کے حساب کے مطابق اس وقت تک سال بھی بہت بڑا ہوتا تھا اور کبھی
بہت چھوٹا چنانچہ گرمیوں اور جازون کا وسط بجائے سال کے صحیح ایام میں واقع
ہونے کے خزان اور بہار میں جا پڑتا تھا۔ اس خرابی کے دور کرنے کے لیے قیصر نے حکم
دیا کہ آئندہ سے سال ۳۶۵ دن کا ہو کرے۔ اور چونکہ سال کا حقیقی زمانہ ۳۶۵
دن اور گھنٹوں کے قریب ہوا کرتا ہے اس لیے ہر چوتھے برس جب گھنٹوں کا شمار
۴۴ کو پہنچ جائے ایک دن اور بڑھا دیا جائے۔ اس حساب سے یہ فائدہ ہوا کہ
برس کا زمانہ آفتاب کی اصلی رفتار سے پیچھے نہیں پڑنے پاتا۔ چنانچہ فروری دو دفعہ
گنا جاتا تاکہ حساب پورا ہو جائے۔ یہ ۳۶۶ دن کے برس "بس سگر جیس" کہلاتے تھے۔
قیصر نے یہ کام بھی کیا کہ بلاد قرطاجہ اور کورنٹھ کو پھر تعمیر کرایا جنہیں ایک صدی پہلے
رومیوں نے مسمار کر دیا تھا۔

قیصر نے یہ منصوبہ قوت و شوکت و زبردستی کرتی جاتی تھی۔ اور اس کے صاف
آئینہ پارے جاتے تھے کہ اُسے علیٰ طور پر شاہی حاصل کرنے کی خواہش ہے۔ امپراطور
لوگ یعنی قیصر تین سالہ ان فوج جس قسم کے سدا بہار ہار پہنا کرتے تھے ویسے ہی ہار وہ ہمیشہ
پہنے رہتا۔ اُس کے دستوں نے اُس کی صورت کو شہریاری کی تمام علامتوں سے آراستہ
فرمایا کیا۔ اگرچہ اُس کا مقصد تھا کہ مجھے اپنا نام قیصر ہی زیادہ عزیز ہے میں بادشاہ بننا
نہیں چاہتا۔ اور بارگاہ انور نے جب اُس کے سامنے ایک تاج شاہی پیش کیا تو عام لوگوں
کے سامنے اُس نے ہلنے سے بھی اُس نے انکار کر دیا مگر اس میں شک نہیں کہ چاہے وہ

شاہی کے لقب کو نہ چاہتا ہو مگر شاہی اقتدارات ضرور اپنے ہاتھ میں لیتا جاتا تھا۔
اب قاسیوس (جو قمراس سوس کی فوج کے چند باقی ماندہ لوگوں کو لے کے چلا گیا تھا) قاتوکا دامار قوس یونیوس بروٹوس جو رومہ الکبریٰ کے سب سے بڑے کونسل کی
نسل سے تھا۔ اُس کا چچا زاد بھائی دتی موس اور روم کے چند اور لوگ یہ دیکھ کر کہ ایک
شخص واحد نے جمہوریت کی بنیاد اکھاڑ کے پھینک دی ہے آمادہ ہوئے کہ اپنے خجروں سے
کام لے کے ملک کی آزادی کو بچائیں۔ قاسیوس اور بروٹوس دونوں کی جان صرف
قیصر کی رحم دلی سے بچی تھی۔ اور دتی موس بھی اُس کے جھنڈے کے نیچے لڑ چکا تھا۔ اور
اُس کا دلی جان نما رنچ و راحت کا شریک۔ اور بڑا سچا دوست سمجھا جاتا تھا۔ اور ابھی
اسی زمانہ میں قیصر کے ہاتھوں سے اُسے گال کی حکومت عطا ہوئی تھی۔ مگر اگلے حقوق کو فراموش
کر کے یہ تینوں نمک حرامی پر آمادہ ہو گئے۔ اور مارچ کی ۱۵ تاریخ قیصر کے قتل کے
لیے مقرر کی۔ قیصر خاص سینٹ کی غارت میں مقیم تھا۔ اس سازش کے متعلق کچھ انواہیں بھی
مشہور ہوئیں۔ اور ایک نجومی نے قیصر کو متنبہ کر دیا کہ مارچ کی ۱۵ کو ہوشیار رہیے گا۔
قیصر کی بیوی نے ایک میسب خواب بھی دیکھا اور میان کو سمجھایا کہ اس دن آپ
گھر سے باہر نہ جائیے گا۔ اتنے میں دتی موس بروٹوس اُس سے آ کے ملا۔ اُسے باہر کی
سیر کا شوق دلایا اور کہا محض ایک خواب کی بنیاد پر کٹرین چھپ کے بیٹھ رہنا نہایت ہی لغو بات ہے
قیصر اُس کے جھانسنے سے باہر نکلا تھا کہ مڑ کر پر وہ نجومی نظر آیا جس نے پیشین گوئی
کی تھی اُس کی طرف دیکھ کے مسکرایا اور کہا ”وہ مارچ کی ۱۵ تو آگئی“ نجومی نے جواب دیا ”ہاں
حضور آ تو گئی مگر ابھی گزر نہیں گئی ہے“

اس کے بعد باہر کے دیوان خانہ میں جیسے ہی دم کرسی پر بیٹھا اُن پندرہ سازشیوں نے
اُس کے گرد حلقہ باندھ لیا جو اُس کے قتل پر مامور تھے۔ پھر اُن میں سے ایک نے اُس کے
سامنے ایک عوضداشت پیش کی۔ قیصر نے اُس کے منظور کرنے سے انکار کیا۔ لفظ انکار کے ساتھ ہی
اُس پر ایک چھری چڑی۔ وار کھاتے ہی اُس نے مزاحمت شروع کی اور ارادہ کیا کہ ان لوگوں
کے حلقہ میں سے نکل بھاگے لیکن نہ نکلنے پایا اور ہر طرف سے اُس پر حربہ ہونے لگے۔

مرتے وقت بروطوس کی صورت دیکھ کے یہ الفاظ اُس کی زبان سے نکلے "اِسے تو بروٹس" (اِس بروطوس تو بھی ہے) یہ کہتے ہی اُس نے اپنا چہرہ چادر میں چھپا لیا۔ پھر زمین کی طرف جھکا اور پدم پے اسی اعظم کی مورت کے نیچے گر کے مر گیا۔ یوں شانہ قبل محمد مین مارچ کی ۱۵ کو دنیا کا بہت بڑا قابل بہت بڑا اوالو اعظم اور نہایت مستقل مزاج بہادر اپنی عمر کے ستاونویں برس میں دعا بازی کے بڑولانہ حملوں سے مارا گیا۔

فصل ہفتم

دوسرا اتحادِ شانہ (شانہ قبل محمد سے شانہ قبل محمد تک)

یولیوس قیصر کے بعد رومِ الکبریٰ میں بڑی پریشانیوں پیدا ہوئیں۔ پُرانی جمہوریت کے طرفدار جن کا سرغنہ تی قود تھا اس واقعہ پر بہت خوش ہوئے۔ اور انھیں اطمینان ہوا کہ یوں پھر آزادی حاصل ہوگئی۔ لیکن مارک انطونی نے اپنی طبقہ کے لوگوں اور سپاہیوں کو ابھار کے قیصر کے قاتلوں سے خون کا انتقام لینے کا شور مچا دیا۔ چنانچہ وہ لوگ گھبرا کے مجبور ہوئے کہ ملک چھوڑ کے کسی طرف بھاگ جائیں مارکوس بروطوس نے تو ایشیائی راہ لی۔ دتی موس اپنی ولایت گال کو روانہ ہوا۔ اسی اثنائیں انطونی نے قیصر کا وصیت نامہ اور اُس کی ساری جائیداد اپنے قبضہ میں کر لی جسے وہ اپنے بھتیجے قیوس اُقتا و یوس اور اپنی بہن یولیا کے پوتے کے لیے چھوڑ گیا تھا۔

اُقتا و یوس جب اٹھارہ برس کا نو عمر بڑ کا تھا روم میں آ کے اپنے چچا کے خاندان کا وارث اور اُس کا متنی قرار پایا تھا۔ یہاں اُس نے قیوس یولیوس قیصر اُقتا و یانوس کا لقب اختیار کیا تھا۔ یہ دیکھ کے کہ انطونی نے نیچے قیصر کے درشتے سے محروم کر دیا ہے اُس نے ناراضی ظاہر کی۔ اور سینیٹ کا طرفدار بنا۔ لیکن انطونی اب یولیوس قیصر کی پُرانی کار آزمودہ فوج کا سردار تھا اور علانیہ بغاوت کر رہا تھا۔ اور دتی دس بروطوس نو عمر قیصر اُقتا و یانوس مذکور۔ اور مارکوس اسی ہی یوس لے پی دوس والی کمال میں سے ہر ایک شمالی ایطالیہ میں ایک جداگانہ لشکر لے ہوئے اُس کی مخالفت پر تیار تھا۔ نو عمر قیصر کو تھوڑے ہی زمانہ میں نظر آیا کہ دراصل میرا نفع اسی میں ہے کہ اپنے چچا کے لشکر کو راضی رکھوں۔ اور چونکہ طبعیت کا رکھتا اور دور اندیش تھا اور چند ان قول و قرار کا پابند بھی

نہ تھا اس لیے سینٹ سے بے وفائی کرنے پر فوراً آمادہ ہو گیا تاکہ انظونی سے مل جائے۔ اُدھر
 سے پی دوں نے بھی جو یو یوس قیصر کا ایک افسر فوج تھا دیکھا کہ کامیاب ہونے والے ہی معلوم
 ہوئے ہیں لہذا وہ بھی اُن سے آملا۔ نقطہ دتی ہوس بر دطوس رہ گیا اُس کے ساتھی افسران فوج نے
 خود ہی اُس کا ساتھ چھوڑ دیا یوں بے دست و پا ہونے کے اُس نے کوشش کی کہ مقدونیہ کے علاقہ میں
 بھاگ جائے مگر گال کے ایک شخص نے گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ اب انظونی کو پی دوں اور اقلو یا نوس
 تینوں دریا۔ اُری دانوس کے کنارے ملے اور باہم معاہدہ کیا کہ پانچ سال کے لیے ہم تینوں کا اتحاد
 ثلثہ قائم ہو تاکہ اُن لوگوں سے میدان صاف کر لیں جنہیں ہم اپنا دشمن سمجھتے ہوں۔ قیصر کے خون کا
 انتقام لیں۔ اور پرانی جمہوریت کو بچ دین سے اکھاڑ کے پھینک دیں۔ محضر کے طور پر ایک نئی فرست
 واجب القتل لوگوں کی تیار کی گئی جو سی لائی فرست سے بھی بڑی تھی۔ اور بدیتی میں اُس سے
 بدرجہا زیادہ ناپاک تھی۔ کیونکہ سی لاک قتل عام اُس کے خیال کے مطابق سلطنت کی بھلائی اور جمہوریت
 کے برقرار رکھنے کے لیے تھا اور ان متحدین ثلثہ کا قتل عام اس غرض سے تھا کہ سلطنت کا تختہ الٹ دیں۔
 لے پی دوں نے خود اپنے سنگے بھائی کا نام اس جانتاں فرست میں درج کیا۔ انظونی نے اپنے چچا کا نام
 لکھا۔ اور زورو یا کہ تی قزو کا نام بھی واجب القتل لوگوں میں شامل کیا جائے۔ انظونی کو اس اعلیٰ
 درجہ کے نامور جہاد و بیان سے ذاتی برخاش تھی علاوہ برین اُسے اس لیے ناپسند کرتا تھا کہ قانون سلطنت
 کے طرفداروں میں سب سے زیادہ با اثر شخص وہی ہے۔ ان وجوہ سے اُس کے قتل پر تینوں کا اتفاق ہو گیا۔
 تی قزو اپنے فورسوم کے دیہاتی مکان میں تھا کہ موت کا حکم سننے والا ایلچی جا پہنچا۔ تی قزو کے
 غلاموں نے اُسے ایک ڈولی میں بٹھا کے ارادہ کیا کہ لے بھاگیں۔ لیکن سپاہیوں نے پشتیں ہی سے
 آ کے گرفتار کر لیا اور تی قزو نے نہایت ہی بربادی سمجھ گئی سے اُن کی تلواروں کے سامنے اپنے سر
 کو پیش کر دیا۔ جو کمال سنگدلی سے کاٹ کے انظونی کے پاس بھیجا گیا۔ انظونی کی بی بی خلو یا اُسے دیکھ
 گئی بے انتہا خوش ہوئی اور اس بات کے انتقام میں کہ تی قزو اُس کے شوہر کے ملزم ٹھہرانے میں ہوا
 جوش و فضاحت کی تقریر کی تھی اپنے کشیدے کی سلائی سے اُس کی زبان چھیدی۔

تی قزو نہایت ہی مغرور و سربرآوردہ مظلوموں میں تھا۔ مگر ان تینوں شخصوں نے
 اُن کے علاوہ ہزاروں بیگیا ہوں کو نہایت ہی سفاکی و سنگدلی سے قتل کیا۔ قاتلوں کے

ایسے حسبِ شہیت معقول انعام تجویز کیے گئے تھے۔ اور یہ حالت تھی کہ غلام اپنے آقاؤں پر ہاتھ صاف کرتے۔ بھائی بھائی کی جان لیتا۔ اور بیٹے باپوں کے خون میں ہاتھ رنگتے۔ مقتولوں میں صرف وہی لوگ نہ تھے جو اتحادِ ملت کے مخالف تھے بلکہ بہت سے وہ لوگ بھی تھے جن کی زمینوں اور دولت کا لوگوں کو لالچ تھا۔ ان مظلوموں میں ایسے کمسن بچے بھی تھے جن کی امارت و ریاست نے لوگوں کے دلوں میں آتشِ حرص و حسد بھڑکا رکھی تھی۔ غلام یہ کہ بے اعتباری و ہشت اور خونریزی سارے ایتالیہ میں پھیلی ہوئی تھی۔

آخر کار جب جی بھر کے خونریزی ہو چکی تو انطونی اور اتطاویا نوس دونوں مقتول کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں بردطوس اور قاسیوس نے فوجیں جمع کر لی تھیں اور اُن کی مخالفت پر آمادہ تھے۔ شہر فلپ پی مین ایک عظیم الشان لڑائی ہوئی جس میں قاسیوس کے آدھے لشکر کو شکست ہو گئی اور بردطوس غالب تھا۔ قاسیوس نے یہ خیال کر کے کہ معاملہ ہاتھ سے نکل گیا اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ مجھے قتل کر کے میرا کام تمام کر دو۔ اُس نے اس حکم کی تعمیل کی۔ دوسرے دن پھر میدانِ بزد گرم ہوا جس میں بردطوس کو بھی شکست ہو گئی۔ اپنی فوج کے بھاگنے کے بعد وہ میدان سے ہٹ کے ایک تنگ گھاٹی میں آیا۔ اور جب شام ہوئی تو اپنے دو ستون سے رخصت ہو کے الگ ہوا اور اپنے آپ کو خود اپنی تلوار کی نوک میں چھید کے جان دے دی۔ اور غاصبانِ سلطنت جہوری کے راستہ سے تمام کانٹے دور ہو گئے۔

فصلِ مشرق

انطونی اور قلوبطرہ رحمۃ اللہ علیہ قبلِ احمد سے قبلِ محمد تک

اس فتح کے بعد قیصر اتطاویا نوس اور انطونی جدا ہوئے۔ قیصرِ رومہ الکبرنی میں واپس گیا اور انطونی نے مشرق کی راہ لی کہ دہان کی حکومت کو اپنے قبضہ تصرف میں لائے۔ ملکہ مصر قلوبطرہ پر یہ الزام عائد کیا گیا تھا کہ بردطوس اور قاسیوس کے مقابلہ میں اُس نے اتحادِ ملت کو کوئی مدد نہیں دی۔ چنانچہ ان جوش میں انطونی نے اُس کے نام اس

مضمون کا فرمان بھیجا کہ علاقہ قلی قلیہ کے شہر طرسوس میں حاضر ہو کے جواب دہی کرے۔
 یہ فرمان نہایت درشت اور توہین کرنے والے الفاظ میں تھا لیکن قلوبطرح اپنے حسن و
 جمال کی دلفریبیوں اور اپنی نرگس نقان کے جادو سے خوب واقف تھی۔ بہ ظاہر بڑا نہیں
 مانا اور دل میں کہا ۴ کڑ سے جو مرے تو زہر کیون دو بہ فوراً انطونی کے دربار میں حاضر
 ہونے کے لیے چل کھڑی ہوئی۔ جہاں تک سمندر میں جانا تھا اپنے معمولی جہازوں میں
 گئی۔ مگر دریائے قدسوس کے دہانے میں داخل ہوتے وقت اُس نے ایسی نشان و
 شوکت کا سفر اختیار کیا کہ نہ کبھی دیکھا گیا تھا اور نہ سنا گیا۔ اُس کی کشتیاں نہایت
 زرق برق اور عجب رخساری کی وضع کی تھیں۔ تہوار دن پر چاندی کے پتھر چڑے
 ہوئے تھے اور بادبان ارغوانی رنگ کے تھے۔ خاص اُس کی کشتی بخوبی سچ کے
 عروس زیبانہادی گئی تھی جس پر ارغوانی بادبان کے نیچے زربفت کا ستا میا نہ
 لکھنا ہوا تھا اور اُس کے نیچے ملکہ قلوبطرح یونانیوں کی حسن کی دیوی وینس (زہرہ)
 کے روپ اور لباس میں گاؤں کی تکیہ سے بیٹھ لگے بیٹھی تھی۔ خوبصورت خوبصورت
 نو عمر لڑکے کیو پڑ (عشق کے دیوتا) کے روپ میں اُس کے گرد حلقہ باندھے ہوئے
 تھے۔ اُن میں سے کوئی پنگھا جھلتا۔ اور کوئی اُس کے احکام بجالاتا۔ صد ہا حسین و
 مدحیں خواصین جل پر یوں کے بھیس میں دریا میں اُتری ہوئی تھیں جو اُس کی معشوقہ
 کشتی کو اپنے جھرمٹ میں لیے ہوئے تھیں۔ بعض کشتی کو کھینچ کھینچ کے آگے بڑھاتی
 تھیں اور بعض پانی سے کھیلی جاتی تھیں۔ کشتی پر خوشگوار نرم سرور میں گانا ہوتا
 جاتا تھا جو دیوتاؤں کا آسمانی نغمہ تصور کیا جاتا۔ اور خوشبوؤں کی کپٹن کشتی سے نکل
 نکل کے دریا کے دونوں جانب میدانوں میں مہکتیں۔ اور جس کے دماغ میں پونچھتیں
 مست و از خود رفتہ ہو جاتا۔ راستہ بھر یہ عالم رہا کہ جس کسی نے دیکھا یقین کر لیا کہ
 یہ انسان نہیں آسمانی دیویاں دنیا کی سیر کو اُتر آئی ہیں۔ اور واقعی اُن دنوں جبکہ اُس
 سرزمین میں سوادِ یوتاؤں کے ماننے کے اور کوئی عقیدہ نہ تھا ہر شخص کا خیال سوا
 اس کے اور کسی جانب نہ جاسکتا تھا۔ انطونی نے طرسوس میں دربار کرتے کرتے

ننگمان کیا دیکھا کہ سارے شہر والے اور وہ بھی جو اُس کے دربار میں حاضر تھے وہ ایک طرف دوڑے جاتے ہیں۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ دریا میں دینس دیوی جی آج سیر کو آئی ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد قلوبطرہ کے خدام نے آکے عرض کیا کہ "ملکہ! معر آپ سے ملنے کو آئی ہیں" انطونی نے کہا "تو اُن سے کہو کہ بیان تشریف لائیں۔ اور میری دعوت قبول کریں" قلوبطرہ نے دل میں خیال کیا کہ میری کشتی کا ساز و سامان اور میری دیویوں کی سی آمد کا جلوہ اگر انطونی کی نظر سے نہ گزرا تو کچھ بات نہ ہوئی۔ کہلا بھیجا کہ پہلے آپ میری دعوت قبول کریں پھر میں تو حاضر ہی ہوں گی۔ انطونی لوگوں کی زبان سے اُس کی شانِ زیبائی کے حالات سن سُن کے خود ہی مشتاق ہو رہا تھا بلا تکلف دریا کنارے کی راہ لی۔ وہاں کا منظر دیکھ کر اُس کے ہوش و حواس بجا نہ رہے۔ اور خود ملکہ کی صورت زیبا دیکھی تو ۴ وہ نظر ہی دواغ طاقت تھی۔

ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ صبرِ حضرت ہوا اک آہ کے ساتھ اب قلوبطرہ کے حودسانہ زنگار بجزہ میں انطونی کی دعوت کا سامان ہوا۔ وہاں کا ساز و سامان۔ وہاں کی تھل مٹھیں و طرب۔ وہاں کا نغمہ و سرود۔ وہاں کا حسن و جمال۔ وہاں کی زیبائی و رعنائی۔ غرض ہر چیز انسان کی دنیوی قوت و قدرت سے مافوق نظر آتی تھی۔ ان سب سے زیادہ دل لہجائے اور جادو کرنے والی پر ہی جمال ملکہ کی باتیں تھیں چنڈی لہجوں کی صحبت میں انطونی قلوبطرہ پر ایسا مفتون و شیدا ہوا کہ دین و دنیا فراموش ہو گئے۔ ادا العزمی و حکمرانی کے جتنے مسودے اس کے ذہن میں تھے سب لوحِ دل پر سے محو ہو گئے۔ اب وہ قلوبطرہ کے تیر نظر کا بسمل تھا۔ اور قلوبطرہ اُسے اپنی زلف گرہ لیر کا ایک بیجو اور بے بس اسیر بنا کے اسکذر یہ میں کھینچ لے گئی۔ اور وہاں ان دونوں عاشق و معشوق کا ناز برداری و ناز آفرینی میں مشغول ہو جانا اس قدر حد سے گزرا ہوا تھا کہ آج تک دنیا میں حیرت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ اُن کی عیش و عشرت کی صحبتیں اُن کی شہانہ بلند و ملکیان۔ اور اُن کے جشنِ صرب ایسے غیر معمولی درجہ کے تھے کہ لوگوں کو اُن سے حالات سننے کے آج تک مشکل سے باور آتا ہے ایک بار ملکہ

قلوبطرہ اور اتحادِ نشتہ روم کے اس دل از دست دادہ رکن میں شرط ہوئی کہ دیکھیں ایک دوسرے کی دعوت میں شان و شوکت اور بے جگرانہ حوصلہ مندی کے لحاظ سے کون سبقیت لیجاتا ہے۔ اور کون زیادہ دولت لٹاتا ہے۔ انطونی نے تو خیر جو کچھ سامان کیا کیا مگر قلوبطرہ نے اپنی دعوت کے موقع پر کہا ”تھاراشوق وصال ایسا بڑھا ہوا ہے کہ میں ایک گھوٹ پر دس لاکھ روپیہ اڑا دوں گی“ اور یہ کہہ کے اپنی ایک انتی سے اسی قیمت کا ایک بڑا بھاری موتی نکال کے سرکہ کے ایک جام میں ڈالا اور جب وہ گھل گیا تو اٹھا کے پی گئی۔ اس کے ساتھ کا دوسرا موتی جو دوسرے کان کی انتی میں تھا زمانہ مابعد میں دو ٹکڑے کر کے دیس دیوی کے سنگھار میں صرن کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ انطونی کے باورچی خانہ میں ہر وقت آٹھ بڑے جنگلی سور بھتے نظر آتے تھے۔ تاکہ جب خاصہ طلب ہو بلا انتظار چن دیا جائے۔

اب انطونی کو اپنے فرائض یاد آئے۔ ملکہ قلوبطرہ سے رخصت ہو کے مشرق کی راہ لی۔ اور پار تھیا والون پر فوج کشی کی۔ مگر اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اسی زمانہ میں اُس نے ارضِ یو داکے تخت پر ادومی خاندان والے انطی پاس کے بیٹے سے روڈ (سہ رو دوطوس) کو تخت پر بٹھایا۔ اُس کا باپ انطی پاس وہی شخص تھا جسے یوم پے ای نے رومیون کی جانب سے کلکٹر مقرر کیا تھا۔ سہ روڈ نے ہلکے بیکابی خاندان کے آخری وارث ہرقانوس کی خوبصورت بیٹی مریم سے شادی کی تھی۔ بس اس کے سوا اور کسی حق سے اُسے تخت نشا ہی نہیں پہنچا تھا۔ جسے اُس نے زبردستی اور غا بازی سے حاصل کیا۔ لیکن مقتدا کی خدمت کسی طرح اُسے چین مل سکتی تھی اس کے حضرت ہارون کے خاندان میں سے جس شخص کو اُس نے منتخب کیا وہی ملت یو داکا مقتدا اعظم بنا دیا گیا۔

انطونی ایک مرتبہ روم جانے پر مجبور رہا تھا وہاں اپنی بی بی فلو یا کے مرنے کے بعد اُس نے قیصر کی بہن اکتاویہ سے شادی کر لی۔ اکتاویہ ایک شیریں و با عصمت خاتون تھی۔ اور اس کی ستمی نہ تھی کہ اُس کا ہاتھ انطونی کے ایسے ایک نفس پرست اور

شہوت پرست سپاہی کے ہاتھ میں دے دیا جائے جسے اُس کے ساتھ کسی طرح محبت نہ ہو سکتی تھی۔ اور جو تلو بطرہ کے حسن کا دیوانہ تھا۔ شادی کے بعد سوچ پاتے ہی وہ اس شہوت خاتون کو چھوڑ کے تلو بطرہ کے شوق میں مصروف ہو گیا۔ اس دوسرے موقع پر انطونی اور تلو بطرہ کی عیش پرستیاں پہلے سے بھی بڑھی ہوئی تھیں۔ اُسے نہ انجام کی فکر تھی اور نہ اپنے بڑے بھلے کا خیال۔ تلو بطرہ کی اُلفت میں اس قدر اندھا ہو گیا کہ قیصر اقطاعیہ انوس کا دل دکھانے کی بھی پروا نہ کی۔ اور اُس کی بہن اقطاعیہ کو طلاق نامہ لکھ کے بھیج دیا اور مشہور کر دیا کہ اُس کے ساتھ شادی ہونے سے پہلے ہی میری شادی ملکہ مصر کے ساتھ ہو چکی تھی۔

قیصر اقطاعیہ انوس بہمن اس دہن میں لگا ہوا تھا کہ جو عظمت و سطوت میرے چچا قیصر کو حاصل تھی میں بھی حاصل کروں اور سلطنت میں میرا کوئی سیم و شریک نہ باقی رہے۔ اپنے حریف کے مغلوب کرنے کے لیے کوئی بہانہ ڈھونڈ رہا تھا۔ کیونکہ اتحادِ نمائش کے قیصرے رُکن لے پی دیوُس کو جو تینوں میں کمزور تھا اُس نے بیکار کر کے کونے میں ڈال ہی دیا۔ فقط انطونی باقی تھا اُس سے مخالفت کرنے کے لیے پورا بہانہ ہاتھ آ گیا۔ فوراً ایک زبردست جڑ تیار کیا گیا۔ اور تمام رومی لوگ جن کے دلوں میں اس خفہ کی آگ بھڑک رہی تھی کہ مشرق کی ایک ظالم شہوت پرست اور دغا باز و لغزیب ملکہ کے شوق میں اقطاعیہ کی ایسی شریف دہاکہ اس خاتون کی توہین کی گئی اور اُسے طلاق دے دی گئی قیصر کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے۔ الغرض رومیوں کا ایک زبردست لشکر جہازوں پر سوار ہو کے بڑے جوش و خروش سے روانہ ہوا۔ اور اسے انطونی اور تلو بطرہ اپنے بڑے کوسے کے اور اپنے جہازوں پر سوار ہو کے اُن کے مقابلہ کو چلے اور اس اقلیم کے پاس جو علامتہ ایماپاٹرس میں واقع ہے اور سمندر کے اندر دُور تک بڑھ آئی ہے دونوں بیڑوں کا سامنا ہوا۔ اور بڑی بھاری بحری لڑائی شروع ہو گئی۔ یہ لڑائی ایک ہفتے ہی اور کسی جانب فتح کے آثار نہیں نمایاں ہوتے تھے کہ ناگهان قسطنطنیہ خنزیری اور جہازوں کے ملنے اور ڈوبنے کا ہولناک منظر دیکھ کے تلو بطرہ کا دل

دہل گیا۔ اور ایسی ہیبت زدہ ہوئی کہ اپنے جان کو بچھڑھٹانے کا حکم دیا۔ اُس کے جوار کو میدان سے ہٹتے دیکھ کے سب لوگوں کے حواس جاتے رہے اور سارا مصری بڑا سید ان چھوڑے مصر کی طرف بھاگا۔ سب لوگوں کو واپس جاتے دیکھ کے مجبوراً انطونی نے بھی میدان چھوڑ دیا۔ اور اپنے بیڑے کے پیچھے چھپنے لگا۔ اسکا اندیشہ کی راہ لی۔

اسکا اندیشہ یہ نہ تھا کہ انطونی و قلوبطر، پھر عیش و عشرت اور رنگ رلیوں میں پڑ گئے۔ دن رات جشن طرب تھا۔ اور عیش و محبت کی صحبت میں کسی کو یاد بھی نہ آیا کہ قیصر اقطادیاؤں سے تعاقب میں ہے۔ اور نہایت تیزی کے ساتھ بڑھتا چلا آتا ہے۔ آخر قیصر بندرگاہ کے دہانہ میں آؤمکا بہانہ پہنچے ہی اُس نے اپنے ایلچی بھیج کے کچھ ایسی حکمت عملی سے کام لیا کہ خود فروزش ملکہ مصر نے اُس کے برتاؤ کو دیکھ کے دل میں کہا "کیا مضاقت ہے۔ اگر انطونی مغلوب ہو گیا ہے تو میں اپنے حسن و جمال کے اسلحہ سے اب قیصر کو بھی اپنا اسیر دام کر لوں گی۔" یہ خیال آتے ہی اُس نے خود ہی موقع دے دیا کہ جازون کا بیڑا اور شہر دونوں بلا نزاحت قیصر کے قبضہ میں ہو جائیں۔ اُس کے بعد اپنی وہ جانباز سہیلیوں کو ساتھ لے کے برج میں چلی گئی جسے اُس نے دیگر شاہان مصر کی طرح اپنے مقبرے کی حیثیت سے تعمیر کرایا تھا۔ اُس کے وہاں جاتے ہی شہر میں فواہ اڑی کہ ملکہ قلوبطر نے خودکشی کر لی۔ انطونی جو دونوں محبت سے ایک گھڑی بھی بغیر قلوبطر کے جی نہ سکتا تھا یہ خوشحالت ماک خبر سننے ہی اس قدر پریشان ہوا کہ خودکشی پر آمادہ ہو گیا اور خود ہی اپنی تلوار اپنے سینہ میں بھونک لی۔ یہ کاری زخم کھانے کے بعد پلنگ پر پڑا ہوا تھا کہ خبر آئی "قلوبطر مری نہیں زندہ ہے۔ اور اس بات کی آرزو مند ہے کہ آپ بھی اسی برج میں شہریت لے چلیں جس میں وہ ہے۔" وہ فوراً آمادہ ہو گیا۔ اور لوگ اُس کے پلنگ کو اٹھا کے اُس برج کے پاس لے گئے۔ قلوبطر چونکہ برج کا دروازہ کھولتے وقت ہی اس لیے اس کے پلنگ کو سینوں میں باندھ کے اوپر بٹھایا۔ اور کوٹھے کے ایک درجہ کے راستہ سے اُسے اندر کر لیا۔ انطونی اوپر پہنچتے ہی عجیب جوش اور متیابی کے ساتھ قلوبطر سے لپٹ گیا۔ اور اسی حالت میں اُس کی روح پرواز کر گئی۔

لیکن قلوبطر ابھی تک ناسید نہ تھی۔ اپنے درباریوں و دستاوی کے تمام کرموں کو کام میں لانے کے تھک گئی اور قیصر کے دل پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ اب اُس نے اپنے سینہ میں بڑا لشہر پیدا ہوا کہ اب اگر میں قیصر کے ہاتھ لگ گئی تو روم و مصر میں اُس کے اثرات کے جھلوس میں نہ لگتی تھی۔ اس

ذلت سے بچنے کی کوئی تدبیر نہ بن پڑتی تھی۔ اور آخر عاجز آکے وہ بھی خودکشی پر آمادہ ہو گئی۔ اسی خیال سے اقطاعیادانوس قیصر سب سے زیادہ اسی اہتمام میں مصروف تھا کہ اس نہایت خوبصورت و پُر فن اور بے باشان لشکرہ ملکہ کو زندہ گرفتار کرے۔ برج کے چاروں طرف ایسا سخت پہرہ مقرر تھا کہ اُس میں کوئی پرندہ بھی پر نہ مار سکتا تھا۔ اُس کے اندر نہ کوئی شخص جانے پاتا تھا اور نہ کوئی چیز باہر سے بھیجی جاسکتی تھی۔ مگر پہرے والوں نے غفلت یا حماقت سے انجیرون کا ایک ٹوکرا اندر پہنچ جانے دیا۔ اس کے چند ہی گھنٹوں کے بعد قیصر کے پاس قلوبطرہ کا ایک خط آیا جس میں اس بات کی التجا کی تھی کہ میرے بچوں کی جان بخشی کی جائے اور اجازت دی جائے کہ میری اور انطونی کی لاشیں اسی مقبرہ میں دفن کی جائیں۔ اس خط کے دیکھتے ہی قیصر کو خیال گزرا کہ معلوم ہوتا ہے اس ملکہ کو میرے قابو سے نکل جانے کا موقع مل گیا۔ فوراً سوار ہو کے اُس برج کی راہ لی۔ سب طرف عالم خاموشی طاری تھا۔ اور برج کا راستہ بھی کھلا ہوا تھا۔ اُڑ جا کے دیکھا تو نظر آیا کہ ملکہ قلوبطرہ شاہانہ لباس پہنے شاہی پلنگ پر آرام کر رہی ہے۔ اُس کی دونوں سہیلیوں میں سے ایک اُس کے پاؤں کے پاس لیٹی ہے اور دوسری سرہانے گھٹنے ٹیکے کھڑی ہے اور تاج کو دونوں ہاتھوں سے سنبھالے ہے جو قلوبطرہ کے سر پر رکھا ہوا ہے۔ اُس کے ساتھ ہر طرف خاموشی ہے اور موت کا سماں۔ قیصر نے پوچھا ”کیا یہ اچھا کیا ہے؟“ سہیلی جو تاج سنبھالے تھی بولی ”اچھا اور بہت اچھا! ایسی عالی مرتبہ ملکہ کے یہی شایان تھا یہ جواب دیتے ہی ڈخادمہ بھی زمین کی طرف جھکی اور گر کے مر گئی۔ اب قیصر کو اس بات کی جستجو ہوئی کہ قلوبطرہ نے کیونکر جان دی۔ اُس کے بازو میں بازو بند کی طرح ایک چھوٹا کالاساں پہن جو انہی کلمات سے لپٹا ہوا ملا جو غالباً اسی انجیرون کے ٹوکے میں رکھے گئے اُس کے پاس پہنچا دیا گیا تھا۔

مصر کی سلطنت اسی قلوبطرہ کے دم تک تھی۔ اُس کے بعد ملک مصر دولت روم میں ملحق کر کے رومۃ الکبریٰ کا ایک صوبہ بنالیا گیا۔ اور اقطاعیادانوس قیصر دولت اور خزانے سے مدد چھند روم میں واپس گیا۔ اُس کی شریف یعنی اُس کے داخلہ کا جلوس نہایت ہی شاندار تھا۔ قلوبطرہ کی ایک مورت اپنے اُسی شاہی پلنگ پر سوتی ہوئی جلوس میں نکالی گئی جس کے پیچھے چھپے اُس کا بیٹا اسکندر اور اُس کی بیٹی قلوبطرہ تھی۔ جو زمانہ بعد میں اپنے ماں باپ کے عیاشانہ مفاخر کی بنیاد پر اپالو (دیوتا) اور ڈیانا (دیوی) کے ناموں سے یاد کیے جاتے تھے۔ اور غلاموں یا سیروں کی طرح اپنے دشمنوں کے درمیان

مین تھے۔ اگرچہ قیصر کو ان کے حال پر مطلق ترس نہ آتا تھا مگر یہاں بھی ان کے سہون ملک ایک دست شفقت پہنچ گیا جو ان کے باپ کی مطلقہ اور دل شکستہ جوہر اور قیصر کی شریف بہن اقطاعیہ کا ہاتھ تھا۔ جس نے ان دونوں کو اپنے بے مہر شوہر کی یا دین فرزندوں کی طرح اپنے پاس رکھا۔ بڑے اہتمام سے پالا اور تعلیم دلائی۔ اور آخر کار لڑکی یعنی چھوٹی قلو بطرہ کی شادی موری طانیہ کے بادشاہ کے ساتھ کر دی۔

فصل نہم

اوغسطوس قیصر (ساتھ قبل محمد سے ساتھ قبل محمد تک)

انطونی کے مرتے ہی قیصر اقطاعیہ یانوس کے سارے دشمن فنا ہو گئے۔ کسی مین فراحت کی جرأت نہ تھی۔ اور سلطنت روم کا اکیلا وہی مالک تھا۔ وہ ایسی اعلیٰ قوت کے درجہ کو پہنچ گیا تھا جو اس کے چچا کو بھی نہیں نصیب ہوئی تھی۔ اُس نے اوغسطوس کا لقب اختیار کیا جس سے مراد کوئی ایسی خیر تھی جو کسی معبد یا مقدس مقام کی طرح اچھوتی اور متبرک و محترم ہو۔ ہر سال کا ساتواں مہینہ چونکہ اُس کے چچا یولیوس یا جو لیس کے نام کی یادگار مین جولائی کہلاتا تھا اس لیے اُس کے بعد الامہینہ اُس کے لقب اوغسطوس (آگسٹس) کی یادگار مین آگسٹ کے نام سے مشہور ہوا۔ اُس نے اپنی عظمت کے اظہار کے لیے امپراطور کا لقب اختیار کیا جس کے معنی سپہ سالار کے تھے مگر اُس کے بعد سے ہندشاہ کے ہو گئے۔ کیونکہ خود اُس کا مقصد اس لقب کے اختیار کرنے سے یہ ہرگز نہ تھا۔ گو اُس نے تمام مجسٹریٹوں کے اختیارات اپنے ہاتھ مین لے لیے تھے اور دراصل مایک خود مختار بادشاہ بن گیا تھا مگر وہ بالادلات شاہی کے لقب سے بہت بھاگتا تھا۔ رومہ الکبریٰ والے مسلسل ڈیڑھ سو برس سے باہمی نا افاقوں کے باعث لڑتے لڑتے ٹھک گئے تھے سمجھوں نے اس بات کو خوشی سے قبول کر لیا کہ اُس کی زیر حکومت ذرا چھین سے ٹھچھین۔ اور آرام کریں۔ اور دراصل اب ممکن بھی نہ تھا کہ سارے سٹی زن لوگوں کو معاملات سلطنت مین دخل ہو۔ ابتداً صرف اہل رومہ الکبریٰ سٹی زن تھے۔ مگر اب ان کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی۔ اور بجائے اس کے کہ وہ رومہ الکبریٰ کے قرب و جوار ہی مین ہوں ساری مملکت ایتالیا اور تمام رومی نوآبادیوں مین پھیلے ہوئے تھے۔ یہ سٹی زن ہولے کا

حق ایسوس قیصر کے عہد میں بہت وسیع ہو گیا تھا اب اغسطوس نے ایطالیہ کے باہر بھی بہت سے لوگوں کو سٹیٹن ہونے کے حقوق دے دیے۔ جو شخص سٹیٹن ہونا چاہے وہ کسی صوبہ میں ہو اور کوئی ہو اس سے نہ کوئی محصول وصول کیا جاتا اور نہ صوبجات کے والی اُن کو نرا دے سکتے۔

اغسطوس نے جب اعلیٰ درجہ کی قوت پوری طرح حاصل کرنی تو پھر جو نری می سے ہاتھ روک دیا۔ کیونکہ اُس کے خیال میں حکمرانی کی بہترین پالیسی یہ تھی کہ اپنے قوانین کی نری می کے ذریعہ سے لوگوں کے دلوں میں اپنی محبت کو ترقی دے۔ اس کو شش میں وہ نہایت کامیاب ہوا۔ امن و امان کے قائم رہنے سے علم و فضل نے اُس کے دور میں اس قدر ترقی کی کہ آج تک جس بادشاہ کے عہد کی نسبت یہ خیال ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ اُس میں علم و فضل ترقی پر تھا اور اعلیٰ درجہ کے مصنفین موجود تھے اُسے ”عہد اغسطوس“ کہتے ہیں۔ طلیطوس لی دیوس نے اُس کے زمانہ میں ایک تاریخ روم لکھی مگر افسوس کا اُس کا ایک بڑا حصہ فنا ہو گیا۔ یہاں زندگی کے مشاغل پر درجہ شاعر نے اپنی اعلیٰ درجہ کی نظم لکھی۔ اور خاص شہنشاہ کی فرمائش سے اُس نے ایک نظمیں اسے بنیاس کی سرگردانیوں اور یولین قوم کی پہلی برکتوں پر تحریر کرنا شروع کیں۔ رات اور او دو بھی زندہ موجود تھے۔ اور اُن کے کلام کو خوشنشاہ اور اُس کے دو بڑے۔ تاتارپ یا اور نے قناس بہت پسند کرتے تھے۔ اسی نے قناس نے بہ رات کے حال پر ایسی ایسی نفاذیاں لکھیں کہ اُس کا نام عربی علم و فن کی حیثیت سے ضرب المثل ہو گیا۔

اغسطوس بیرونی ممالک پر حملہ کرنے میں بہت ہی کم مصروف رہا۔ اور اب اُس کے عہد میں لڑائی کے دیوتا یا نوس کے مندر کا دروازہ بند ہو گیا۔ شروع بناے روم سے اس وقت تک یہ میسر ہی بار اس خونریز دیوتا کا مندر بند ہوا تھا۔ کیونکہ رومی لوگ امن و امان کی برکتوں سے لطف اٹھائے خوشیاں منا رہے تھے۔ شہنشاہ کی دانائی و قابلیت کی تعریف کرتے تھے کہ اُس کی بدولت باہر کی ساری لڑائیاں رک گئیں اور ملک کے اندرونی جھگڑے بھی دور ہو گئے۔

اسی کے عہد میں حضرت مسیح پیدا ہوئے جن کی ولادت نے دنیا کی تاریخ میں نیا انقلاب پیدا کر دیا۔

مولانا مولوی محمد عبدالحکیم صاحب کے مشہور زمانہ اور مقبول عاصیہ

ابلیز مکہ فرانس کی مشق زبان خرون کی پہلی میں زمانہ تکبیر
(۱۵۵) فردوس برین - جیتی جی ملا، اعلیٰ کا سفر اور حجت کی شہ
(۱۶) ماہ ملک - دولت غوریہ کے اوج و عروج اور سلامتی
غیاث الدین و شہاب الدین غوری کے کارنامے - عام
(۱۷) آقا صادق کی شادی - لکھنؤ کے اگلے دربار
کی ایک بافاق تصویر کس کی دھن کس کے ساتھ - ۱۰
(۱۸) شہید و فاجر غلام اور اسپن کو عہد کی آخری تصویر
(۱۹) غیب دان دھن - پاکدامن اور عقیقہ اور قابل
بی بی کی برکتیں اس کی حیرت انگیز غیب دانی - عام
(۲۰) زوال بغداد - سب نیا لکھنؤ کی تاریخ ناول عام
(۲۱) جلد و لکڑاڑ ۱۹۰۰ء (مکمل بارہ پرچہ) عام
(۲۲) جلد و لکڑاڑ ۱۹۰۲ء وہ سب پرچہ چوتھہ عام
اور ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئے (بارہ پرچہ) عام
(۲۳) جلد و لکڑاڑ ۱۹۰۵ء (مکمل بارہ پرچہ) عام
(۲۴) جلد و لکڑاڑ ۱۹۰۶ء (مکمل بارہ پرچہ) عام
(۲۵) جلد و لکڑاڑ ۱۹۰۸ء وہ سب پرچہ چوتھہ عام
اور ۱۹۰۹ء میں شائع ہوئے (بارہ پرچہ) عام
(۲۶) جلد و لکڑاڑ ۱۹۱۰ء (مکمل بارہ پرچہ) عام
(۲۷) جلد و لکڑاڑ ۱۹۱۱ء (مکمل بارہ پرچہ) عام
(۲۸) جلد اتحاد ۱۹۰۵ء - یہ پندرہ روزہ
رسالہ و سال تک شائع ہوتا رہا جس میں مولانا مولوی محمد
عبدالحکیم صاحب تتر کے رُز و رمضان میں بہن (۲۲) رسالہ

(۱) عمر قدیم حد سلف کی تاریخ ابتدا سے ولادت
سیح تک -
(۲) ابو بکر شہابی - آپ کا جوش و شہاد اور آپ کا جذبہ خورش
(۳) تاریخ سندھ - قدیم الایام سے حکومت عرب کے
(۴) حروب ہلیسیہ - صلیبیوں کی تاریخ عام
(۵) آغا خان صاحب - آغا خان صاحب کو کم نہیں لکھنؤ کا حالہ
(۶) حسن بن قصبہ - (لاہوری) آئینہ نمبر (۳) بانی فرقہ
باطنہ کے عالم زنگی - ۶
(۷) سنگینہ بنت حسین - جناب امام حسین کی صاحبزادی
جناب سکینہ کے حالات - ۶
(۸) افسانہ قیس - (لاہوری) آئینہ نمبر (۱) یہ
کتاب بہت اضافہ کے ساتھ از سر نو مرتب کی گئی ہے
(۹) ملکہ زونہرہ قدیم کی ایک عورت اور ملکہ کے حالات
(۱۰) حکم الرفاعیہ - شیخ احمد غامی کے سزا پناہ رسالہ ترجمہ
(۱۱) قیس لونی - (لاہوری) آئینہ نمبر (۲) محمد صاحب لکھنؤ
سپا مانتا قصہ - یہی سوانح عمری اور بی ناول عام
(۱۲) یوسف و زلیخہ کامل - جب بتی نہیں آپ بتی ہے
کیا موثر ہے کہانی میری یا اور پھر وہ بھی زبانی میری عام
(۱۳) فتح اندلس - اسپن پر عربوں کا حملہ ظالم
فرمانروا اسپن کی بے اعتدالیان - اور مسلمانوں کا سچا پی جہا
(۱۴) شوقین ملکہ - پہلی اور دوسری ہلیسی لڑائی کے حالات
المشہر تتر و لکڑاڑ کٹرہ بزن سیک خان لکھنؤ

